ہماری بسیط تصدیقات جب کہ ہم اس حد پر پہنچ گئے ہوں کہ ان کے وجوہ کو دریافت کریں عموماً یا امکانی صورت میں بیان ہوتی ہیں یا ضروری صورت میں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ تصدیق بسیط یعنے وہ جو بغیر تعقل وجوہ کے وضع کی جائے اس کا مطلق کہنا جائز ہے بجائے اس کے کہ اس نام کو اس صورت کے لئے محفوظ رکھیں جس میں کسی تصدیق کی نسبت ہم کو یہ شعور ہو کہ یہ تصدیق وجوہ چاہتی ہے اور پھر بھی نہ امکانی ہے نہ ضروری۔ تاہم یہ امتیاز دونوں قسموں کا قابل لحاظ ہے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ مطلق بسیط کے ساتھ یعنے لا ر ہے لفظ متعلق فعل لا واقعی و ہے اضافہ کر دیا جائے؛

اگر ہم رجوع کریں طرف امکانی اور ضروری کے تو مطلق کی تصریح مقابلے سے ہو جائے گی۔ اولاً ضروری پر غور کرو جب ہم کہیں کہ لا ضرور ہے کہ ر ہے یا نہیں ہو سکتا کہ ر ہو (لا ضرورۃً ہے یا نہیں ہے) یعنے ہمارے پاس وجوہ لا کو ر کہنے کے موجود ہیں یا نہیں موجود ہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ یہ وجوہ تصدیق لا ر (۱) سے خارج تصور کئے جاتے ہیں یعنے لا اور ر کی ماہیت پر نظر کرنے کے ساتھ ہی ہمارے ذہن میں نہیں آجاتا کہ لا ضرورۃً ر ہے یا نہیں ہے۔ ہم اس کو نتیجہ اور تصدیقوں کا سمجھتے ہیں جو اپنی باری میں ضرورۃً یا اطلاقاً ایجاب کی جائیں پانی ضرور ہے کہ نل میں دستے کو اٹھانے سے چڑھے گا کیوں ضرور ہے؟ ہوا کے دباؤ سے۔ اس وجہ کے شعور ہونے سے ہم نے پانی کے چڑھنے کو ضروری کہا اگر ہم محض واقعے کو دیکھتے تو محض اطلاق کے ساتھ کہتے۔ لیکن کیا ہم کو یقین ہے کہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا ہوا میں بوجھ ہے؟ ورنہ ہم یہ نہ کہہ سکتے کہ پانی ضرور چڑھے گا اگر یا جب ہوا میں بوجھ ہو۔ ہم یہاں وجوہ کے کافی ہونے کی بحث نہیں کر سکتے جس سے علوم میں قضایائے کلیہ ثابت سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر وجوہ کسی تصدیق ضروری کے

---

(۱) ہم اس طرح تصدیقات کو علامت میں بیان کر سکتے ہیں جن کے موضوع اور محمول لا اور ر ہیں جو کہ مادے کے اعتبار سے ایک ہی ہیں لیکن ان کی صوری ہیئت ـ جہتہ کیف کم بدلتا ہے ۱۲ مصرف

اطلاقاً بیان ہوں تو تصدیق ضروری میں شک پڑ جاتا ہے۔ یہ اس وقت میں ضروری ہے جب کہ وہ تصدیقات جو اس کے اصول ہیں وہ ضروری ہوں[1]۔ جانور ضرور ہے کہ سوئیں اس لئے کہ وہ علی الاتصال کام کرتے نہیں رہ سکتے لیکن یہ ہم کو کس طرح معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ کام کرتے نہیں رہ سکتے؟ اور فرض کرو کہ اس کی وجہ بتائی گئی پھر ہم پوچھیں کہ اس کے ضروری ہونے کی کیا وجہ اور اسی طرح الی غیر النہایہ۔ ایک برہانی تصدیق اس طور سے محض وہ تصدیق ہے جو کہ بنا بر وجوہ بیان کی جاتی ہے جس سے یہ منتج ہوتی ہے اور جن وجوہ کو ہم نے سچا مان لیا ہے لیکن اس وجہ سے کہ ممکن ہے وہ وجوہ سچے نہ ہوں تو ایسی کوئی تصدیق نہیں ہو سکتی جو کہ مطلقاً ضروری ہو کیونکہ کسی کے وجوہ سالم نہیں ہیں ؂

علاج اس طرح کے امور کا ان تصدیقات پر مبنی ہے جن کا ضروری ہونا (یعنے جن کا صدق) ہم کو معلوم ہے وہ جن کے ماورا ہم نہیں جا سکتے وجہ اس تصدیق کی کہ لا ضرور د ہے اس تصدیق کے مفہوم میں موجود ہے[2]۔

---

(۱) ہم اس تصدیق کی ضرورت کو جو کہ بعض وجوہ سے پیدا ہو لیکن ان وجوہ کو ہم ضروری نہ کہہ سکیں مفروضی یا شرطی ضروری کہیں گے۔ تالی ہر شرطی تصدیق کی ضرورت شرطی کے ساتھ بیان ہوتی ہے اگر آ ب ہو تو لا د ہے اس طرح لکھا جا سکتا ہے اگر آ ب ہے تو لا ضرور د ہے جبکہ وجوہ ضروری ہوں تو وہ تصدیق جو ان سے منسوب ہوگی اس کو برہانی ضروری کہیں گے۔ قابل ملاحظہ ہے کہ شرطیہ (مفروضی) تصدیقات میں اگر آ ب ہے تو لا د ہے۔ ہم اس کو ملاحظہ کریں یا نہ کریں کہ تالی شرط میں شامل ہے۔ یہ ربط ممکن ہے کہ ہمارے لئے محض واقعہ ہو یا وہ جس کو ہم ضروری سمجھتے ہوں اور ضروری بھی خواہ اولی (بدیہی) ہو خواہ موقوف ہو اور وجوہ پر۔

(۲) کوئی صدق منفرد نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا صدق ہے حتیٰ کہ ایسی تصدیقات (۲+۲=۴) جو کہ تمام اشیاء کے اختلاف پر بفرض محال صادق ہی رہے گا (مثلاً اگر ۲+۲=۵ کے ہو ۲×۳=۷ کے) ہو۔ اس حد تک کوئی تصدیق بغیر واسطہ نہیں ہے یا وہ جو بلا فصل ضروری ہو لیکن ایسی تصدیقات ہیں جن کی ضرورت صورت جزئی میں مفہوم ہوتی ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۲×۲ = ضرور ہے کہ ۴ ہو خاص شمار کے اعتبار سے اگرچہ یہ اور تصدیقات سے منفصل نہیں ہے۔ بلکہ اوروں کے ساتھ مرتبط ہے اور دوامات نفس الامری جن میں ضرورت کو ہم پاتے ہیں ضروری کہ بہت ہی پیچیدہ ہوں۔ بہت ہی وسیع نظام ہو نسبت اس عددی نسبت ۲×۲ کے

ہم بحث کلیات میں ایسی تصدیقات سے واقف ہو چکے ہیں جن میں موضوع اور محمول از روئے تصور مربوط ہیں بعض ایسے تصدیقات بلا واسطہ ضروری (بدیہی) ہیں خط یا مستقیم ہے یا منحنی[1] ایسی ہی تصدیق ہے۔ اگر کوئی کہے کہ خطوط یا مستقیم ہیں یا منحنی گذشتہ تجربات کے محفوظ ہونے پر مبنی ہے لیکن اگر وہ ذرا توقف کرکے وجہ ایجاب پر نظر کرے تو اس کو تحقیق ہو جائے گا کہ جو خطوط اس نے ملاحظہ کئے ہیں یا جن کا تو ہم صرف اسی قدر نہیں ہے کہ وہ مستقیم یا منحنی ہیں بلکہ ضرور ہے کہ وہ ایسے ہوں ؛

برہانی تصدیق صرف وہ نہیں ہے جس کے صدق کا ایجاب ہوا ہو (کیونکہ ہر تصدیق اپنے صدق کا ایجاب کرتی ہے) بلکہ وہ تصدیق ہے جس کا صدق بذات خود یا ایسے تصدیقات پر مبنی ہے جن کا صدق مسلم ہے۔ یہ ملاحظہ ہوگا کہ اکثر تصدیقات جو کہ نفس الامر ہیں یا عقلاً برہانی ہیں عموماً اطلاق کی صورت میں بیان ہوتی ہیں۔ ریاضیات میں مثلاً ہر مقدمہ ریاضی جاننے والے کے لئے ضروری ہے یا تقریباً[2] تمام تصدیقات برہانی ہیں۔ اس درجے تک کہ اکثر بطور خلاصۂ کلام کہا جاتا ہے کہ ریاضی ضروری مواد سے بحث کرتی ہے۔ پس ریاضی میں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ برہانی کا اور تصدیقات سے امتیاز کیا جائے اور وہ کلیۃً اطلاقی صورت میں بیان ہوتی ہیں ہم کہتے ہیں ۲×۲=۴ ہے یہ نہیں کہتے کہ ۲×۲ ضرورۃً ۴ ہے۔ اندرونی زاویہ

---

[1] منحنی کا مفہوم یہاں خط غیر مستقیم ہے۔ مستقیم اور غیر مستقیم متناقضین ہیں عالم متناقضین سے خالی نہیں ہو سکتا اور علم متناقضین کا ایک ہی ہوتا ہے یہ دونوں کلیے علم بالبداہت بالطبیعت میں مسلم ہیں ۱۲ -

[2] تقریباً کیونکہ بعض تصدیقات جیسے مثلاً وہ قاعدے جو عدد اول کے دریافت کرنے کو وضع کئے گئے تھے ان کو کلی سمجھا تھا لیکن بعض اعداد میں جا کے شکست ہو گئے۔ وہ برہانی نہ تھے۔ اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ قاعدہ ہر عدد پر جاری ہو کے عدد اول پیدا کرتا ہے تو وہ قاعدہ شکست نہ ہوتا ۱۲ مصنف (عدد اول وہ عدد ہے جو سوائے ایک کے کسی عدد سے تقسیم نہ ہو سکے ایک سے لیکے سو تک ایسے ۲۶ عدد ہیں) ۱۲ مترجم

کسی مثلث کے برابر دو قائمے کے ہیں نہ کہ ضرور برابر دو قائمے کے ہیں۔ دوسری طرف اکثر تصدیقات جو برہانی صورت میں بیان ہوتی ہیں ان کا مفہوم مختلف لیا جاتا ہے۔ صرف یہ نہیں کہ صورت لاو ضرور ہے بلکہ یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ یہ تصدیق بلا واسطہ یعنے بداہتہً ضروری ہے یا نظری ہے یعنے اس کی بنا اور علم پر ہے جو کہ اس سے خارج ہے۔ یہ واقعہ ایسا ہے کہ ہم عقلاً اس سے تصدیق کرتے وقت غافل نہیں ہو سکتے بلکہ خارجی بنائیں تصدیق کی ایسے بنائیں ہوں یا صرف واقعے کا بیان چاہتی ہوں یا توضیح: ہو سکتا ہے سبب علم ہوں یا سبب وجود ہوں۔ کبھی ہم برہانی صورت قضیے کی اپنے شکوک کے چھپانے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ ہم ان وجوہ سے بھی واقف ہیں جو اس تصدیق کے موافق ہیں اور ان وجوہ سے بھی واقف ہیں جو اس کے مخالف ہیں ہم صرف ان وجوہ پر توجہ کرتے ہیں جو اس جانب کے موافق ہو جو ہم نے اختیار کیا ہے اور اسی کے حوالے سے ہم تصدیق کو برہانی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ ضرور ہے کہ ایسا ہو' افلاطون تو ٹھیک استدلال کرتا ہے'، سے ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا جیسا کہ اگر متکلم یہ کہدیتا' یہ ایسا ہے' یہ تمام اختلافات فکر یہ برہانی صورت میں پوشیدہ ہیں کہ لاضروری ہے لیکن اس صورت سے ضمناً یہ معنے پیدا ہوتے ہیں کہ ہماری توجہ ان وجوہ کی جانب بندول ہے جس سے ہم نے لاو کا ایجاب کیا ہے ؛

امکانی تصدیق کے۔ دوسری جانب۔ یہ ضمنی معنے ہیں کہ صدق اس تصدیق کا بعض وجوہ پر مبنی ہے جو کہ بیان نہیں ہو سکتے۔ لاممکن ہے کہ د ہے

له ہر تصدیق یا بدیہی ہے یا نظری یعنے اس کا صدق کسی اور تصدیق پر موقوف نہیں ہے یا ہے ایسی تصدیق جس کا علم دوسری تصدیق یا تصدیقات پر موقوف ہو اس اعتبار سے کہ وہ فکر سے حاصل کی جاتی ہے کسبی کہتے ہیں بمقابلہ اس کے بدیہی کو وہبی کہتے ہیں یعنے فطرت کی بخشی ہوئی اور کسبی وہ جس کو ہماری فکر و نظر نے حاصل کیا ہے جملہ تصدیقات نظریہ کے اخیری مقدمات بدیہی ہوتے ہیں لہذا بعض تصدیقات کا بدیہی ہونا واجب ہے ورنہ ہمارا علم یقین پر کبھی منتہی نہ ہو ۱۲ ؛

اس کے یہ معنے ہیں کہ ہمارے پاس کافی وجوہ موجود نہیں ہیں کہ ہم کہہ سکیں کہ تصدیق لا، سچی ہے۔ پس اس میں بھی وہی حیثیت تامل کی شامل ہے جیساکہ برہانی میں یا جیساکہ اطلاقی میں (اگر ہم اطلاقی کو بسیط سے جدا کریں) لیکن نتیجہ تامل کا نسبت مضمون تصدیق کے ہمارے علم کے ساتھ مختلف معلوم ہوتا ہے اور مشتبہ ہو

امکانی تصدیق کے معنے سمجھنے کے لئے ضرور ہے کہ درمیان عام (یعنے وہ جس کا موضوع ایک حد عام ہے) کے اور شخصی کے امتیاز کریں۔ کیونکہ جہاں موضوع حد عام ہے امکانی صورت ممکن ہے کہ ایسی تصدیق کو بیان کرے جو منطقی ہیئت سے امکانی ہے یا نہیں ہے۔ امکانی تصدیق ظاہر ہے کہ شک کا بیان کرتی ہے۔ لیکن شک کی نسبت یہ سمجھا گیا ہے کہ وہ ایک حالت واقعات کی ہے یا ہمارے ذہن کی حالت ہے بالنسبت واقعات کے۔ ذہنی حالت کے لحاظ سے عدم یقین جہل سے پیدا ہوتا ہے اور یہی عدم یقین ہے جس سے تصدیق امکانی ہو جاتی ہے جو کہ منطقی معنے سے تصدیق کی جہات سے ایک ہے۔ ذہنی حالت کے اعتبار سے عدم یقین دو معنوں سے ایک میں لیا جا سکتا ہے لیکن ان میں سے ایک ہی معنے لئے جا سکتے ہیں جب کہ تصدیق شخصی ہو اور تصدیق دونوں صورتوں میں از روئے منطق امکانی نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی یہ صورت "لا ممکن ہے کہ ہو" ان سب صورتوں میں استعمال کی جاتی ہے۔

تصدیق "بارش ممکن ہے کل ہو" ایک شخصی تصدیق ہے اگرچہ شخص خاص یا شے خاص سے متعلق نہیں ہے لیکن یوم خاص سے متعلق ہے۔ یہ تصدیق امکانی ہے منطقی معنے سے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ واقعہ کہ آیا کل بارش ہوگی یا نہ ہوگی اس کا تعین نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ کہ ہم فی الحال کم از کم بعض ایسے موثرات (ہوا ابر گرمی تری زمین کا موقعہ اور ہوا کا سیلان) سے جن پر کل کا امر موقوف ہے ناواقف ہیں واقعہ نفس الامری یقینی ہے لیکن ہم کو یقین نہیں بارش کا ہونا یا نہ ہونا اس حالت میں

ضروری ہے لیکن ہمارے لئے امکانی ہے۔ اگر کافی علم ہوتا تو ہم کہہ سکتے کل بارش ضرور ہوگی یا ہرگز نہ ہوگی لیکن کافی علم ہماری پہنچ سے باہر ہے۔ پھر سلطان ممکن ہے کہ اپنے وزیر کا کل سر کاٹ ڈالے، یہ بھی امکانی ہے کیونکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ہمارے پاس کافی وجوہ خواہ ایجاب کے خواہ سلب کے موجود نہیں ہیں کہ سلطان کیا کرے گا۔ لیکن اکثر کی رائے میں یہاں ایک اور عدم تعین خود واقعے میں بھی ہے۔ کیونکہ وقوع سلطان کی مرضی پر موقوف ہے، اور اکثر کی یہ رائے ہے کہ آیندہ افعال انسانی ضرورۃً حالات موجودہ میں مندرج نہیں ہوتے۔ لہذا علم کی مقدار کچھ ہی ہو اس مقصد کے لئے کافی نہیں ہے کہ انسانی فعل کا تخمینہ یا پیشین گوئی کرسکیں۔ یا وہ امور جو جزواً انسانی افعال پر مبنی ہیں جیساکہ ہم ان امور کا تخمینہ اور پیش گوئی کرسکتے ہیں جو خالصاً طبیعی اسباب پر موقوف ہیں۔[1] اس رائے کے موافق انسانی فعل[2] میں حقیقی امکان یا اتفاق محض ہے۔ ایسی حقیقۃً اتفاقی ہونے کو لازم ہے کہ ہماری تصدیقات بالنسبت اتفاقی امور کے منطق کے معنے سے امکانی ہوں جو چیز کہ بذات خود غیر معیّن ہے ہم کو اس کی بنسبت یقین کیونکر ہوسکتا ہے۔ لیکن امکانی طبیعت ہماری تصدیق کی اس صورت میں ہمارے جہل سے نہیں پیدا ہوتی۔ کیونکہ علم

---

[1] یعنے جس طرح ہم حالت موجودہ سے حالت آئندہ پر طبیعی امور میں استدلال کرسکتے ہیں اسی طرح انسانی امور میں استدلال ممکن ہے اور یہ استدلال قطعی ہوگا بشرطیکہ مقدمات معلوم ہوں اس رائے کے اعتبار سے انسانی افعال بعینہ مثل طبیعی افعال کے سمجھے گئے ہیں اس سے جبر لازم آتا ہے۔ جو لوگ ارادۂ انسانی کو آزاد خیال کرتے ہیں وہ اس کے خلاف ہیں کیونکہ مقدمات سے ایک موثر قوی ارادۂ انسانی ہے اور وہ ہر حالت میں بدل سکتا ہے پھر ہم کیونکر گذشتہ سے آئندہ پر استدلال کرسکتے ہیں ۱۲۔

[2] انسانی آزادی کی نسبت بعض رائیں ایسی ہیں جو کہ آئندہ افعال انسان کو بھی بداہتہً ایسا ہی یقینی کردیتے ہیں جیساکہ اور امور کو ۱۲ مع

کتنا ہی بڑھ جائے یہ حالت رفع نہیں ہو سکتی یہ امکان واقعات کی ماہیت سے پیدا ہوتا ہے' اور تفاوت واقعات کی ماہیت کا درمیان ان کی حقیقی اتفاقیت کے ایک صورت میں اور ان کا ضروری باہمی اتصال دوسری صورت میں کوئی علیحدہ منطقی جہت نہیں ہے۔ اگر ہم انسانی ارادے کو ایک اصل حوادث کی اور مبدا ایسے امور کا سمجھیں جن کے تعین کے شرائط سوابق میں نہیں پائے جاتے تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوئی خاص فعل انسانی جو ہونے والا ہے ضرورۃً محض اتفاقی ہے۔ یہ ملاحظے کے قابل ہے کہ یہ عدم یقین خود کسی واقعے میں اگر ہو سکتا ہے تو صرف آئندہ کے امور سے متعلق ہے۔ اگر میں کہوں کہ سلطان نے کل اپنے وزیر کا سر کاٹ لیا ہوگا تو اس واقعے سے اس سے زائد عدم تیقن نہیں متعلق ہو سکتا جتنا کہ اس واقعے سے اگر میں کہوں "کل بارش ہوئی ہوگی"۔ یہی اس تصدیق کے باب میں بھی درست ہے سلطان اپنے وزیر کا سر کاٹتا ہوگا اب بارش ہو رہی ہوگی۔ یہ جملہ تصدیقات امکانی ہیں اس سبب سے کہ میں واقعات سے آگاہ نہیں ہوں نہ یہ کہ واقعات میں کسی قسم کا اشتباہ ہے"

حاصل کلام یہ ہے کہ شخصی تصدیقات میں امکانی صورت[1] کا ہو سکتا ہے، ہو وجوہ ایجاب کا ہم کو نا معلوم ہونا ظاہر ہوتا ہے خود واقعات میں کسی قسم کا عدم تیقن نہیں ہوتا۔ تمام امور (شائد انسان[2] کے کام اس سے مستثنیٰ ہوں) جب وہ واقع ہوں ضرورۃً واقع ہوتے ہیں وہ شرائط جن پر وہ مبنی ہیں وہی ہیں جو ہیں۔ وہ شرائط بہت کچھ ہم کو معلوم نہیں ہوتے پس ہمارے وجوہ ایجاب کافی نہیں ہوتے پس ہمارے ایجابات امکانی صورت اختیار کرتے ہیں "ممکن ہے کہ ہو" معنے یہ ہیں کہ باوجود

---

(۱) یعنے ہم ارادۂ انسانی کو آزاد سمجھیں جو خود واقعات کے وقوع میں ترجیحی حالت پیدا کرتا ہے اور کوئی خارجی قوت اس پر حاکم نہیں ہے ۱۲۔

(۲) یا کوئی اور موجود جو ایسی ہی آزادی رکھتا ہو ۱۲ مصر

اس کے کہ ہم کو کوئی امر اس ایجاب کے منافی نہیں معلوم ہے مگر ہم کو کافی علم اس کا نہیں ہے کہ ہم اس کہنے کے مجاز ہیں یا نہیں کہ یہ ضرور ہے اگرچہ ایسا ہے تو ضرور اسی طرح ہے۔ صرف انسانی افعال میں اور جو کچھ کہ انسانی افعال پر موقوف ہو بعض حقیقی اتفاقیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس صورت سے کہ "لا ممکن ہے کہ، ہو یہ سمجھیں گے کہ اس صورت میں اصل واقعات ہیں اتفاقیت ہے"؛

اب ہم ایک امکانی تصدیق فرض کرتے ہیں جو کہ شخصی نہیں ہے "سرطان امکاناً لاعلاج ہے" اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ گو سرطان یا لاعلاج ہے یا نہیں ہے۔ ہمارے پاس کافی وجوہ اس کے فیصلہ کرنے کے موجود نہیں ہیں۔ یہ تصدیق مبنی ہے جہل پر اور از روئے منطق امکانی ہے۔ لیکن اس صورت کے بعض اوقات اور معنے ہوتے ہیں۔ مویز یا ہو سکتا ہے کہ سیاہ ہوں یا سفید یا سرخ انسان ہو سکتا ہے کہ مر جائے مارے خوشی کے۔ یہاں ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ ہم کو شک ہے کہ آیا مویز سیاہ ہیں یا سفید یا سرخ لیکن یہ جان کے کہ وہ ایک رنگ کے ہوں گے یا دوسرے رنگ کے کیونکہ بخلاف اس کے ہم جانتے ہیں کہ وہ تینوں مختلف صورتوں میں مختلف ہیں نہ ہماری یہ مراد ہے کہ ہم اس معاملے میں شک رکھتے ہیں کہ خوشی سے آدمی مر سکتا ہے ہاں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے اگر تم مجھ سے کہو کہ تمہارے باغ میں مویز کی جھاڑی ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ سیاہ ہو یا سفید یا سرخ اس خاص جھاڑی کے بارے میں مجھ کو علم نہیں ہے میں یہ انفصالی تصدیق اس کے بارے میں وضع کرتا ہوں کیونکہ میرے علم میں ہے کہ یہ تین رنگ مویز کے ہوتے ہیں؛

یہ تصدیق منطقی اعتبار سے امکانی نہیں ہے کیونکہ بالنسبت نوع کے یا عام حد کے جو کہ اس کا موضوع واقع ہوا ہے میری بے علمی کو نہیں ظاہر کرتا ہے بلکہ متبادل شقوں سے کسی ایک کا علم نہیں ہے۔ یہاں واقعات کو مشتبہ کہہ سکتے ہیں متعدد یا مختلف ہونے کے لحاظ سے لیکن اس اعتبار سے نہیں (جس اعتبار سے کہ ایک جزئی واقعہ اگر حقیقۃً اتفاقی ہو تو مشتبہ ہوتا ہے) کہ وہ واقعات سابقہ کا نتیجہ ہے۔ یہ اختلاف یا انواع کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ ضرورۃً جنس میں

داخل ہیں (جیسے ہم کہتے ہیں قطعہ مخروط ممکن ہے کہ ناقص ہو یا مکانی یا زائد) یا کثرت
اور پیچ در پیچ ہونا عناصر کا عالم میں جو ہمیشہ ترکیبیں بدلتے رہتے ہیں اور ان سے
مفرد اشیا یا امور پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی دو عنصر (ضرور نہیں ہے کہ لفظ عنصر
اس مقام میں ٹھیک کیمیائی اصطلاحی معنوں میں لیا جائے) جب اور چیزوں
سے جداگانہ علیحدہ کر لئے جائیں تو ہم یقین کرتے ہیں کہ باہمی تفاعل ان کا ہمیشہ
یکساں ہوگا۔ علوم کی یہ کوشش ہے کہ ان تفاعلات کو دریافت کرے جو کہ ان
منفرد اور مجرد عناصر میں واقع ہوں اور قضایائے کلیہ وضع کرے لیکن فی الواقع ہم
ایسا انفراد نہیں حاصل کر سکتے تاریخ یا دوران امور پر موقوف ہے جملہ اقسام کے
عناصر پر جو اعیان میں ایک دوسرے کو گویا دھکے مار کے ہٹاتے اور ہمیشہ جدید
ترکیبات اور اجتماعات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اسی سے جیسا کہ ہم پہلے ملاحظہ
کر چکے ہیں عرضی یا انطباقی[۱] امور پیدا ہوتے ہیں جن کو بعض اوقات[۲] اتفاقی بھی
کہتے ہیں۔ اور اس معنے سے کہ وہی شرائط گل بین کے ریزوں کی طرح کبھی حوادث
کی حرکات میں ادھر والوں میں مل جاتے ہیں کبھی ادھر والوں سے مل جاتے ہیں
واقعات میں کسی بات پر یقین نہیں ہو سکتا۔ ہم کو بہت کچھ معلوم ہونا چاہیئے کہ کون
سے موثرات خواص الاعضائی وغیرہ کے صحیح اجتماع سے بالضرور آدمی خوشی سے
مر جاتا ہے لیکن وقوع اس اجتماع کا تاریخی شرائط پر موقوف ہے جو بعض پورے
اترتے ہیں اور بعض نہیں پورے اترتے۔ فلہذا ہم ایک تصدیق ایسی کرتے
ہیں جو صورت میں امکانی ہے ممکن ہے کہ کوئی شخص خوشی سے مر جائے۔
معنے یہ ہیں کہ اگر بعض موثرات اس کی خوشی میں مل جائیں تو ایک انسان

---

(۱) انطباقی امور سے مراد ہے دو واقعوں کا ایک ہی آن میں ایک ہی محل پر واقع ہونا اگرچہ ان میں
ذاتی اتصال نہ ہو ممکن ہے جس وقت زید کھانا کھائے ٹھیک اسی وقت اسی جگہ عمر لکھتا ہو
یہ انطباق واقعات ہے ان میں کوئی حقیقی اتصال نہیں ہے ۱۲۔

(۲) اس معنے سے عالم واقعات کو جہاں ایسے اجتماعات پھیر بدل کے ہوا کرتے ہیں مادہ امکان کہتے ہیں
جو کہ مقابل ضرورت کے ہے۔ مثلاً جیسی ضرورت مسائل ریاضی میں پائی جاتی ہے ۱۲۔

مر جائے گا۔ ہم کو حق نہیں ہے کہ کسی محمول ، کو بطور کلی کسی مفروضہ موضوع لا کے ساتھ ملا دیں جب کہ اس محمول کا موجود ہونا اس موضوع میں اور موثرات کے انطباق پر موقوف ہو اور جب تک اپنی تصدیق میں ہم جملہ شرائط کی تیتولع نہ کر لیں جو کہ ، کے لا پر محمول ہونے کے لیئے ضروری ہیں ہماری تصدیق کی صورت ہی رہے گی لا ہو سکتا ہے کہ ، ہو۔ وہ شرائط ہم کو معلوم ہوں یا نہ معلوم ہوں ممکن ہے کہ پانی ۲۱۲° فارنی ہیٹ سے نیچے جوش کھائے۔ یہ موقوف ہے پانی کے کافی گرم ہونے پر اور ہوا کے دباؤ کے بطور کافی نیچے ہونے پر یہ دونوں شرائط پانی کے ۲۱۲° فار کے تحت ہونے کے ساتھ متصل نہیں ہیں۔ لیکن شرائط اس مثال میں معلوم ہیں اور ہماری تصدیق کو امکانی صورت میں بیان کرتے ہیں نہ اس لیئے کہ ہم کو ان مبادی کا عدم یقین ہے جن پر کہ مضمون ایجاب اپنے صدق کے لیئے موقوف ہے بلکہ اس لیئے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ مبادی ہمیشہ نہیں موجود ہوتے۔ اس موقع پر امکانی صورت کی وجہ یہ ہے کہ تفصیلات شرائط کے متروک الذکر ہیں جزئی تصدیق اسی وجہ سے بعض اوقات جزئی ہوتی ہے اس لیئے کہ ہم بعض شرائط کو حذف کر دیتے ہیں اگر وہ بھی مذکور ہوتے تو محمول کا موضوع پر کلیۃً حمل ہوتا۔ دوسری صورتوں میں جزئی تصدیق ہی کو ہم بیان کر سکتے ہیں اور ہم کو معلوم نہیں ہے کہ کن شرائط سے محمول کا موضوع پر کلیۃً حمل ہو سکتا۔ بعض مثلثوں میں ایک ضلع پر کا مربع باقی دو ضلعوں پر کے مربعوں کے برابر ہوتا ہے یعنے جب کہ وہ ضلع زاویۂ قائمہ کا موتر ہو۔ بعض لڑکے اپنے ماں باپ سے قد میں اونچے ہوتے ہیں مگر اس موقعے پر ہم وہ شرائط نہیں بیان کر سکتے جن پر یہ موقوف ہے۔ یہی فرق ملاحظ ہو سکتا ہے درصورت ان قائم مقام امکانی تصدیقات کے جیسا کہ ملاحظ ہو سکتا ہے اگر مذکورہ جزئیات کو اس شکل میں رکھیں لا ہو سکتا ہے ، ایک انسان مسکراتا رہے اور بد معاش ہو اس کے معنے تقریباً وہی ہیں گویا کہ یہ کہا جاتا انسان مسکرایا کریں اور پھر بھی وہ بدمعاش ہوں مگر اس واقعے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجتماع ممکن ہے مگر ہم یہ نہیں جانتے کہ مسکرانے اور بدمعاشی کا ربط کن شرائط پر موقوف ہے۔

کمیت تصدیقات کی بحث میں ہم نے ملاحظہ کیا کہ جزئی تصدیقات "بعض لا ہے" میں یا تو ہم اُن افراد کا تعقل کرتے ہوں جو لا کی قسم کے ہیں جن کا شمار علیحدہ نہیں ہوا ہے یا بعض غیر معین لا کی قسم کا جس کی تنویع جس میں ہونا بھی شامل ہے پہلی صورت میں یہ تصدیق زیادہ تر شخصی کی ماہیت سے ہے اور دوسری صورت میں یہ تصدیق کلی ہونے کے راستے پر ہے۔ جزئی تصدیقات دوسری قسم کی جزئی موجبہ کہی جاتی ہیں کیونکہ قریبی مشابہت رکھتے ہیں جو جاری مجری امکانی تصدیقات میں سے جن پر اب ہم بحث کر رہے ہیں۔ بے شک وہ اس صورت سے ادا کی جاسکتی ہیں "لا ہو سکتا ہے ڈ" اسی سہولت کے ساتھ جس طرح یہ کہیں "بعض لا ہے" دونوں طرح طرز بیان میں صرف اتنا فرق ہے ہر ایک کے ضمنی معنے یہ ہیں کہ بعض شرائط سے جن کا بیان نہیں ہوا اگرچہ ممکن ہے کہ معلوم ہوں "لا ہو سکتا ہے" لیکن دوسری (موخر الذکر) صورت میں کہ وہ شرائط کبھی فی الواقع پورے ہو جاتے ہیں مقدم الذکر سے ضرورۃً یہ مراد (۱) پیدا نہیں ہے؛

جب کوئی تصدیق امکانی صورت کی متبادلات کا بیان کرے جو ایک جنس کے ماتحت ہوں۔ جیسے میں کہوں کہ خط یا مستقیم ہے امکاناً یا منحنی طرز تعمیر کسی کلیسا کا یا قدیم ہے یا نارمن یا گوتھک یہ درحقیقت باعتبار حوالہ جنس ضروری تصدیق ہے اگر ہم کو معلوم ہو کہ متبادل شقیں ضروری ہیں اور اگر متبادل شقوں کو صرف واقعی تسلیم کر لیا ہے تو تصدیق مطلق ہے۔ اگر کسی خاص موضوع کے حوالے سے ہو مثلاً عہد ما بین ریاستہائے متحدہ اور کینڈا یا حلقے کلیسا کلے فیلڈ پور گوٹم ہو تو یہ امکانی ہے کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ میرے پاس وجوہ ان متبادل شقوں کے عرض کرنے کے ہیں لیکن اس سے آگے جانے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے وجوہ نہیں ہیں۔ جہاں گوکہ تصدیق منفصل نہ ہو تاہم لا عام ہو اور شرائط کی عدم نوعیت جن کے

---

(۱) مثلاً ایک انسان ممکن ہے کہ ہر ایک ہوس میں جان گروٹ سے لیکر لینڈس انڈ تک ہوا ہے ۱۲ منہ

تحت میں "لا ء ہے" معلوم ہے۔ معنے اس صورت کے "لا ہو سکتا ہے" درحقیقت اپنی ذات میں کوئی امکانیت نہیں رکھتا یعنے کسی طرح کا عدم یقین ہمارے تعقل میں در باب مضمون تصدیق کے انطباق نہیں رکھتا جہاں کہیں شرائط نامعلوم ہوں اور ان کی عدم تنویع بھی تو اس کی منطقی ہیئت امکانی تصدیق کی ہے جس حد تک کہ اس کے یہ معنے کہ ہم کو لا کے ء ہونے کے شرائط کا یقین نہیں ہے مگر یہ مطلق ہے اس حد تک کہ اس کے معنے ضمنی یہ ہوں کہ ہم جانتے ہیں کہ ایسے شرائط ہیں کیونکہ "لا بعض اوقات ء ہے"۔ شخصی تصدیق یہ "لا ہو سکتا ہے ء" (یہ پانی ہو سکتا ہے ناخوشگوار) منطقی معنے سے امکانی ہے کیونکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم کو عدم یقین ہے کہ وہ شرائط جن کے تحت میں "لا ء ہے" صورت موجودہ میں جو ہمارے روبرو ہے پورے ہو گئے یا نہیں ہو۔

لہذا امکانی تصدیق اپنی صورت سے یہ معنے نہیں پیدا کرتی کہ کوئی امر بذات خود غیر یقینی[1] ہے۔ اگرچہ بعضوں کی یہ مسلمہ رائے ہے کہ انسانی افعال جن امور میں شامل ہیں وہاں حقیقی عدم یقینی ہے۔ واقعۂ نفس الامری جو کسی امکانی تصدیق میں بیان ہوتا ہے جس کا موضوع حد عام ہو ہو سکتا ہے کہ عدم یقین ہو اس معنے سے کہ موضوع مفروضہ اپنے ساتھ محمول کو نہیں لیئے ہوئے ہے بلکہ بعض شرائط کے تحت میں اس محمول کا اظہار کرتا ہے جو ضرورۃً اور دواماً اس کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ لیکن کوئی تصدیق ازروئے منطق امکانی نہیں ہے جب تک کہ وہ ہمارا عدم یقین بالنسبت ربط کسی محمول کے کسی مفروضہ موضوع کے ساتھ نہ ظاہر کرے۔ تمام شخصی تصدیقات اس صورت کی "لا ہو سکتا ہے ء" اس لیئے ازروئے منطق امکانی ہیں لیکن عام تصدیقات اس صورت کے حقیقۃً امکانی نہیں ہیں جب کہ صورت محض شرائط معلومہ کے چھپانے کا کام دیتی ہو جن شرائط کے تحت

---

[1] یہ کہنا کہ کوئی خاص امر غیر یقینی ہے اس کے اکثر یہ معنے ہوتے ہیں کہ ہم کو اسکے بارے میں عدم یقین ہے ۱۲ مصر

میں "لا کلیتہً ہے"۔ یا متبادل شقوں سے ایک کی نوعیت کو بیان کرے ان صورتوں سے جن میں لا کا وقوع معلوم ہے؛

{ شخصی اور عام امکانی تصدیقات میں جو فرق ہے اس کی ایک موازات درمیان برہانی صورت تصدیقات کی بھی موجود ہے مگر چونکہ وہاں اس کے بیان کرنے سے کسی بے ربطی کا احتمال نہیں ہے اس لیئے برہانی تصدیقات پر اس بار کے ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کسی کو باب چہارم میں جو فرق درمیان تصوری اور تاریخی ضرورت کے بیان ہوا ہے یاد ہوگا وہ ملاحظہ کر سکتا ہے کہ شخصی برہانی تصدیق وہ ہے جس میں ایک تاریخی امر کے ضروری ہونے کی معرفت ہوتی ہے اس بنیاد پر کہ سابق کے تاریخی واقعات کو نفس الامری تسلیم کر لیا ہے۔ اور ان کا نفس الامری ہونا اس کے پیشتر کے واقعات کے ضروری ہونے پر موقوف ہے لیکن یہ صورت استدلال کی منتہی ہوتی ہے گذشتہ لا متناہی میں پس ہم شرطیہ ضرورت سے تجاوز نہیں کرتے ثانیاً ایک عام برہانی تصدیق در حقیقت کلی تصدیق ہے۔ ایک تصدیق جو کہ ربط دیتی ہے مضمون (مواد) یا کلیات کو بلا لحاظ محل اور وقت کے }

اب ہم جو کچھ تصدیقات کی جہت کے باب میں کہا گیا ہے اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ ہر ایک تصدیق سے میرا قصد یہ ہوتا ہے کہ سچائی کا بیان ہو مگر ضرور نہیں کہ سچائی اس خاص حقیقت کے بارے میں ہو جس کا میری تصدیق میں حوالہ ہے۔ جس سچائی کا میں بیان کرتا ہوں ہو سکتا ہے کہ یہ ہو کہ مجھ کو اس حقیقت کے بارے میں سچائی دریافت کرنے کی قابلیت نہ ہو۔ میں بغیر ملاحظہ وجوہ اس چیز کے جس کا میں بیان کرتا ہوں تصدیق کروں اور اس صورت میں میری تصدیق مطلق کہی جائے گی اور اس صورت سے ادا کی جائے گی "لا ہے (یا نہیں ہے)"۔ اس کو خالص یا بسیط بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ جس چیز کا بیان ہے اس کے وجوہ کے حوالے سے یہ معرا اور بے لاگ ہے

بجائے دیگر میں تامل کروں اس تعلق پر جو کہ مجوزہ تصدیق کے مضمون کو میری معلومات موجودہ سے ہے۔ یا جس کو میں سچ تسلیم کرتا ہوں اور جب میں اس کو ان سچائیوں میں شامل پاتا ہوں تو یہ میری تصدیق برہانی (ضروری) کہی جاتی ہے اور اس صورت سے ادا کی جاتی ہے "لاضرور ہے (یا ہو نہیں سکتا) کہ د ہو" وہ تصدیقات جن کی سچائی ان کو مضمون ہی کی ماہیت میں شامل ملاحظہ ہو ان کو بھی برہانی طور سے ادا کرتے ہیں۔ وہ برہانی تصدیقات جو اسی واقعات پر مبنی ہیں کہ وہ واقعات جس بات کا وہ ایجاب کرتے ہیں اس کا جز نہیں ہیں ان کی منطقی ہئیت جداگانہ ہے اس اعتبار سے کہ ان واقعات کا ایجاب برہانی طور سے ہو یا صرف اطلاقی طور سے۔ اگر موخر الذکر طریقے سے ہو تو وہ تصدیق جو ان پر موقوف ہے ٹھیک برہانی نہیں ہے کیونکہ محض نتیجہ برہانی طور سے ایجاب ہوا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ مضمون کسی مجوزہ تصدیق کا ایسے شرائط میں محفوف ہے جن کے باب میں میں بے علم ہوں یا مجھ کو عدم یقین ہے تو میں اس کا بیان امکان سے کرتا ہوں اس تصدیق کو امکانی کہتے ہیں اور وہ اس صورت سے ادا کی جاتی ہے "لا ہو سکتا ہے (نہیں ہو سکتا ہے) کہ د ہو" امکانی تصدیق کے یہ معنے نہیں ہیں[1] کہ خاص امور اپنے وقوع میں غیر ضروری ہیں گو کہ جب وہ عام ہو تو اس کے یہ معنے ہیں کہ ایک حادثہ خاص قسم کا ایک اجتماع یا اتفاق پر موقوف ہے جو کلیتہً ضروری نہیں ہے۔

یہ ممکن ہے کہ جب ہم اپنے بیان کے وجوہ پر تامل کر رہے ہوں تو ہم کو کوئی وجہ نہیں ملتی سوا اس کے میں یہ تصور کرتا ہوں یا مجھ کو یاد ہے گو کہ یہ وجہ ہم کو اپنے بیان کی سچائی یقین دلانے کے لئے کافی ہو اس صورت میں مضمون اس تصدیق کا واقعی کہا جاتا ہے اور اس تصدیق کو مطلق کہتے

---

[1] یعنے تصدیق حقیقت نفس الامری کے امکان کو نہیں بیان کرتی بلکہ حقیقت فی الذہن کو ظاہر کرتی ہے مصنف کا یہ مقصود ہے کہ خارج میں جملہ امور کا وقوع یا عدم وقوع ضروری ہے ۱۲۔

ہیں اور اس صورت سے بیان کی جاتی ہے لا ئے ہے یا نہیں ہے۔ شاید لفظ "ہے" پر زور دے کے یا لفظ واقعی زیادہ کرکے۔ یہ مطلق تصدیق ایک بیان محض بغیر تامل کے نہیں ہوتی بلکہ بیان محض کے ماسوا ہماری ذہنی حیثیت بھی مضمون تصدیق کی نسبت ظاہر کرتی ہے یہ مطلق تصدیق اس تصدیق سے جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے اور جس کو ہم نے خالص یا بسیط کہا ہے اختلاف رکھتی ہے۔ جس میں مضمون تصدیق یا اس کی وجوہ بیان پر کوئی تامل نہیں کیا جاتا اور چونکہ اس کے ساتھ یہ تامل شامل ہے اس لئے موجہ ہے؛

جہت کے ان امتیازوں سے اس ضرورت میں فرق نہیں پڑتا جس سے وہ عناصر جو حقیقت میں متصل ہیں مربوط ہوئے ہیں تاہم ان سے یہ فرق ظاہر ہوتے ہیں کہ درانحال کہ بعض ارتباط حقیقت کے ضروری معلوم ہوئے ہیں دوسرے ارتباطات یا عناصر کی موجودیت اور ان کے امتیازات زمان اور مکان میں ضروری نہیں ہیں۔ بعض فلاسفہ اس کے نہ یقین کرنے کو غیر ممکن پاتے ہیں کہ موجودیت تمام اشیاء کی اور ان کے تعینات اور بہر حالت ان کے اندرونی تفاعل کی ایسی ہی ضروری ہے جیسے وہ مواد جو کہ ہماری حقیقی برہانی تصدیقات کو بناتے ہیں اور اگر اُن کا یقین صاف دیکھنے میں آسکتا تو وہ تصدیقات جو بالفعل امکانی ہیں یا اطلاقی ان کی جگہ پر برہانی تصدیقات قائم ہو جاتے؛

{ علاوہ امکاناً واقعی اور ضرورۃً کے اور بھی چند متعلقات فعل ہیں جن کو تصدیق میں داخل کر سکتے ہیں تاکہ وجوہ ایقاع کی جانب حوالہ ہو سکے اور مضمون تصدیق کی سچائی کا تخمینہ کیا جا سکے مثلاً غالباً سچ مچ جھوٹ موٹ حقیقتاً اگرچہ سوائے پہلے کے اور سب (متعلقات فعل مذکور) کسی حد تصدیق کی محض تخصیص کے لیئے بھی مستعمل ہو سکتے ہیں مثلاً ایک سچ مچ نیک عورت اس کے معنے ہیں ایک عورت کا نیک ہونا ایک خاص طریقے سے یا ایک جھوٹ موٹ پہنچایا ہوا پیغام یعنے وہ بعینہ اسی طرح نہیں پہنچایا گیا جس طرح ملا تھا۔ درحالیکہ غالباً ضرر رساں کوشش" اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ

ایک کوشش جس میں کسی قسم کا صرر شامل ہے۔ ایسے متعلقات فعل (اگر ہماری حیثیت بالنسبت صدق منہدم اس تصدیق کے جن میں یہ واقع ہوں استعمال کیئے جائیں) موجہ کہے جا سکتے ہیں اور ان تصدیقات کو بھی موجہ کہیں گے جن میں یہ واقع ہوں۔ لیکن کسی اور قسم کے متعلقات فعل نہ کسی تصدیق کو موجہ کر سکتے ہیں اور نہ ان سے کسی مضمون کی تخصیص ہو سکتی ہے بلکہ صرف وہ بے تاملی کی راستی ہے جس سے کسی بسیط تصدیق میں مضمون کا بیان کیا گیا ہے۔ زمانے کے فرق سے مثلاً یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ تصدیق کی جہت پر کوئی اثر ہوتا ہے وہ صرف محمول کی تخصیص کرتے ہیں نہ ہماری اس حیثیت کی جو کہ محمول کے موضوع پر حمل کرنے کی ہے۔ اور ماضی، حال اور مستقبل افعال ہر تصدیق میں جن کی کوئی جہت کیوں نہ ہو واقع ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ زمانے کا فرق محمول کی تخصیص کی ایک مخصوص صورت ہے۔ اگر میں کہوں جان بڑی تندی سے گاڑی ہانکتا ہے اس صورت میں محمول ایک مختلف فعل کی تعبیر کرتا ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کہوں جان آہستگی سے گاڑی ہانکتا ہے لیکن فعل (دونوں صورتوں میں جو حمل کیا گیا ہے ایک ہی ہے جب کہ میں کہوں جان نے ہکائی ہے ہکا رہا ہے یا ہکائے گا اس صورت میں صرف فعل کا وقت بدلتا ہے۔ یہ کہنا اس کے قائم مقام ہے کہ جو تصدیقات وقت میں اختلاف رکھتے ہیں وہ مقولۂ زمان میں بدلتے ہیں نہ کسی اور مقولے میں زمان ایک بہت ہی مخصوص ہیئت ہے وجود اشیاء میں لیکن تاہم وہ ایک ہیئت ہے جو ان کے وجود میں ہے اور محمولات میں بڑا اختلاف پیدا کرتی ہے لیکن کوئی وجہ نہیں ہے کہ محض زمان کا اعتبار کیا جائے اور درجہ اور مکان کا اعتبار نہ کیا جائے کیونکہ جس طرح موضوع کو زمان عارض ہوتا ہے اسی طرح درجہ اور مکان بھی عارض ہو سکتا ہے طاعون سال گذشتہ آیا تھا۔ طاعون اب ہے طاعون کلکتے میں ہے۔ اگر طاعون مختلف اوقات میں آسکتا ہے تو مختلف مقامات میں بھی آسکتا ہے اور اگر تصدیقات میں مختلف امکنہ کے عروض سے جہتہ میں کوئی تفاوت نہیں ہوتا تو مختلف ازمنہ کے عروض سے

بھی بہت میں کوئی تفاوت نہیں ہو سکتا؟

اور بھی چند امتیاز تصدیقوں میں ہوتے ہیں جن کا لحاظ چاہیئے ہم اولاً ایک سلسلۂ تضاد سے بحث کریں جن کی قوت یکساں سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہیں تحلیلی ترکیبی ذاتی عرضی لفظی اور حقیقی؟

کانٹ کہتا ہے تمام تصدیقات جن میں نسبت موضوع کی طرف محمول کے تعقل کی جاتی ہے (میں صرف ایجابی تصدیق کا ذکر کروں گا سلبی میں ان کا لگا لینا سہل ہے) یہ نسبت دو مختلف طریقوں سے ممکن ہے۔ یا محمول ب کا تعلق موضوع ا سے کچھ اس طرح کا ہے کہ ب تصور میں ا کے داخل ہے اگرچہ اعلان کے ساتھ نہ ہو بلکہ اضمار کے ساتھ ہو۔ یا یہ کہ محمول ب بالکلیہ ا کے تصور سے خارج ہو اگرچہ تعلق رکھتا ہو پہلی صورت میں تصدیق کو تحلیلی اور دوسری صورت میں ترکیبی کہتا ہوں تصدیقات تحلیلیہ (ایجابیہ) لہذا وہ ہیں جن میں ربط محمول کا موضوع کے ساتھ عینیت[1] کے ذریعے سے معقول ہوتا ہے۔ جن میں یہ تعقل بغیر عینیت کے ہو وہ ترکیبی تصدیقات ہیں۔ پہلی قسم کی تصدیقات تصریحی ہیں اور دوسری قسم کی مزیدی تصدیقات کیونکہ پہلی تصدیقات میں کسی امر کا بذریعۂ محمول موضوع کے تصور میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کے تصور کی تحلیل کر دیتی ہیں اجزاء تحلیلیہ میں جن اجزاء کا تعقل خود موضوع میں موجود تھا اگرچہ غیر مربوط تھا دوسری قسم کی تصدیقات ہمارے موضوع کے تصور میں کچھ اضافہ کرتے ہیں ایک ایسا محمول جو کہ اس کی ذات میں داخل نہیں ہے اور جو کہ کسی قسم کی تحلیل سے اس میں نہ نکل سکتا تھا۔ کانٹ کی مثال تحلیلی تصدیق کی یہ تمام اجسام ممتد ہیں کیونکہ ہمارا مفہوم جسم کا جوہر ممتد ہے فلہذا ایسی تصدیق کے وضع کرنے کے لیئے اس تصور کی تحلیل کی ضرورت تھی۔ تمام اجسام بھاری ہیں بخلاف اس

---

(۱) موضوع اور محمول کے عینی تعقل سے کانٹ کی یہ مراد ہے کہ محمول کا تصور ایک جزو موضوع کا بعینہ تصور ہے جہاں ایسی عینیت معقول نہ ہو وہاں دونوں تصور بالکل جداگانہ ہیں ۱۲ مص

کے ایک ترکیبی تصدیق ہے کیونکہ بھاری ہونا اجسام کے تصور میں داخل نہیں ہے یعنی ان کا جذب ایک دوسرے کے ساتھ ؟

کانٹ کی تصدیقات تحلیلیہ اور ترکیبیہ پر بہت بحث اور تنقید ہوئی ہے۔ خصوصاً اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس کا ملاحظہ اہم امور سے ہے کہ کوئی تصدیق خالصاً تحلیلی نہیں ہے ہر تصدیق ایک قابل امتیاز عناصر کی ترکیب ہے۔ فرض کرو کہ ایک تحلیلی تصدیق کا ایک محمول ب تصور میں موضوع ا کے شامل ہے مثلاً ممتد جسم کے تصور میں فرض کرو کہ عناصر ترکیبیہ تصور ا کے ب ج د ہیں جیسا کہ جسم کے اجزاء تحلیلیہ جوہر اور امتداد ہیں پھر بھی تصدیق اُ ب ہے (تمام اجسام ممتد ہیں) مساوی تصدیق "ب ج د ب ہے" کے نہیں ہے (تمام ممتد جواہر ممتد ہیں) گذشتہ تصدیق صرف محمول میں اس کو دہرا دیتا ہے جو کہ تصور موضوع میں شامل ہے اور از بسکہ تصور موضوع کا اظہار بطور ترکیب عناصر کے ہو چکا ہے جن میں سے ایک محمول بھی ہے پس یہ تصدیق محض اس قدیم وجہ پر وضع ہوئی ہے[1] لیکن پہلی تصدیق ایک تحلیلی عمل کرتی ہے اور اجزاء تحلیل سے صرف ایک ہی عنصر کو نہیں چن لیتی۔ پس یہ فرق اہم ہے کیونکہ تصور موضوع کی تحلیل میں ہم کو یہ تحقق ہوتا ہے کہ محمول ضرور ہے کہ دوسرے اجزائے عناصر کے ساتھ مربوط ہو جو کہ موضوع میں موجود ہیں جن سے موضوع کا تصور بن سکے تاکہ موضوع کے تصور میں کہ ا ب ہے کے یہ معنے ہوں کہ ا کے قوام میں ب ضرور جائے گا ج د کے ساتھ۔ کل جسم ممتد ہیں کے معنے یہ ہیں کہ جسم کے قوام میں امتداد ضرور جائے گا جوہریت کے ساتھ بے شک کانٹ نے کہا ہے کہ جب تک تحلیلی تصدیق نہ بنائی جائے محمول ب صرف اضمار کے طور سے شامل ہے ا کے تصور میں پس درحقیقت یہ کام تصدیق کا ہے کہ ب کی معرفت حاصل ہو کہ وہ ایک عنصر ہے منجملہ اور عناصر کے ا کے تصور میں۔ دوسری

---

[1] یعنے تحصیل حاصل ہے ۱۲

جانب ترکیبی تصدیق بھی ایک نقطۂ نظر سے تحلیلی ہے ۔ بلیاں غرّاتی ہیں یہ ظاہر ہے کہ یہ مجھ کو تجربے سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری طرح سے غرّانا بلی کے تصور میں غرّانے کی ضرورت نہیں ہے یعنے قوام ماہیت کے لئے ۔ لیکن میرے لئے چونکہ میں مدت سے دیکھتا آیا ہوں کہ بلی غرّاتی ہے میرے بلی کے تصور میں غرّانا ایک جز ہو گیا ہے ۔ اور جب میں یہ تصدیق بناتا ہوں تو میں ایک عنصر کو اپنے تصور سے چن لیتا ہوں تاکہ میں اس کے مربوط ہونے کا دوسروں کے ساتھ حکم کروں ۔ پس ماسوا اس شخص کے جو جانتا ہے کہ بلیاں کیا ہیں لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ کس طرح غل شور کرتی ہیں اور یہ بھی جانتا ہے کہ غرّانا اس سے علیحدہ ہو کے کیا ہے یہ تصدیق کہ بلیاں غرّاتی ہیں خالصاً ترکیبی نہیں ہے اور اس شخص کے لئے بھی اثنائے فعل تصدیق میں یہ تحلیلی ہو جاتی ہے کیونکہ بمجرد اس کے کہ وہ اس محمول کو بلی کے تصور سے ملاتا ہے تو یہ ایک عنصر منجملہ عناصر کے جو اس کے بلی کے وسیع تصور میں داخل ہیں ہو جاتا ہے ؛

پس ہر تصدیق ایک ہی بار تحلیلی بھی ہے ترکیبی بھی کیونکہ فعل تصدیق بیک بار مختلف عناصر کو جدا رکھتا ہے اور یہ پہچانتا ہے کہ یہ عناصر ایک مجموعی کل کے ہیں اس کے لئے فعل تحلیل درکار ہے کہ ان کو معلوم کرے اور علیحدہ رکھے ؛

تحلیلی اور ترکیبی تصدیق کے امتیاز میں کانٹ نے ایسی تصدیق کا امتیاز نہیں کیا جس میں ایک فعل تحلیل ہو ان تصدیقوں سے جن میں صرف ایک فعل ترکیب ہو ۔ جو کچھ اس نے درحقیقت کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس تصدیق کو جس میں محمول جز معرف (حد) واقع ہوا اس تصدیق سے جدا کر دیا ہے جس میں محمول جز معرف نہ ہو ۔ کیونکہ اس کے ذہن میں درحقیقت صرف وہ تصدیقیں تھیں جس کا موضوع عام ہو ۔ یا کسی طرح اگر اس کا امتیاز شخصی تصدیقات میں لگایا جا سکے تو یہ اس حد تک ہے کہ ایک مخصوص شے موضوع میں عام حد سے موسوم کی جائے یا وہ تصور جس کے تحت میں وہ لائی گئی ہے ۔ یہ جسم ممتد ہے تحلیلی ہے اور یہ جسم بھاری ہے ترکیبی ہے اس لئے

کہ اول کا محمول تصریحی ہے اور دوسرے کا محمول مزیدی ہے بہ نسبت تصور جسم
کے۔ تاہم اگر ہم خاص تجربے کی طرف نظر کریں جو کہ اس تصدیق کی بنا ہے یہ
جسم بھاری ہے تو ہم کو تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ تصدیق اس چیز کو تحلیل کرتی ہے جو کہ
بطور ایک عین مجموع کے دیا ہوا ہے پس اگرچہ تصدیق ترکیبی ہے جہاں تک
کہ محمول کو تصور موضوع سے تعلق ہے لیکن تصور کے معروض جسم سے اس کا
جو تعلق اور نسبت ہے وہ تحلیلی ہے۔ ایسی تصدیقوں کو اس وجہ سے تصدیقات
تحلیلی حسی کہا گیا ہے اگرچہ وہ کانٹ کے کافی معنے سے موکد ترکیبی ہیں اس لیئے
کہ مبنی ہیں اس اجتماع پر جو کہ متکثر عناصر کا از روئے تجربہ ایک معروض میں ہوا ہے
نہ اس نسبت پر مبنی ہونا جو کہ موضوع اور محمول میں تعقل کے لیئے ضروری ہے
کیونکہ تعقل بواسطہ عینیت ہوا ہے، لہذا اس کا انکار بلا تناقض غیر ممکن نہیں ہے۔

کانٹ اس امتیاز کے پیدا کرنے کے لیئے ٹھیک اس ضرورت
کے مسئلے کی طرف متوجہ تھا جو کہ بعض تصدیقات میں ہوتی ہے ہماری عقل ان
کو سچا سمجھتی ہے بغیر اس کے کہ متواتر تجربے سے رجوع کی جائے۔ اس کی تحلیلی
تصدیقات یہ ضرورت رکھتی ہیں کیونکہ وہ تحلیلی ہیں مسئلہ یہ ہے کانٹ کہتا ہے
کہ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ترکیبی تصدیقات کو یہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ جس حد تک
کہ ان تصدیقات سے صرف اشیاء میں وصفوں کا اجتماع بیان ہوتا ہے جو کہ ان اشیاء
میں پائے جاتے ہیں اور باہم گرجدا گانہ ہیں ان میں ضرورت کی کمی ہے خواہ ہم ان
کو ترکیبی کہیں خواہ تحلیلی[1]۔ لیکن کانٹ کی یہ رائے ہے اور صحیح ہے کہ بعض تصدیقات
ایسے ہیں جن میں ضرورت حمل کا تعقل کرتے ہیں بغیر اس کے کہ ربط کو عینیت کے
واسطے سے ملاحظہ کریں۔ وہ ایسے تصدیقات ہیں جیسے ۵ + ۷ = ۱۲، دو خط مستقیم سے
جگہ نہیں گھر سکتی (یعنے ان میں حمل کے ساتھ ضرورت بھی موجود ہے)۔

اس کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے ان تصدیقات کے بارے میں جن میں
محمول موضوع کے تصور میں بطور اضمار شامل ہے اور ان سے بھی بلا تناقض انکار
غیر ممکن ہے پس وہ تصدیقیں از روئے تصور ضروری ہیں۔ کیا یہ صرف اس واقعہ کی

---

(۱) ترکیبی عناصر کی ترکیب سے تحلیلی کل مجموع کی تحلیل کے اعتبار سے ۱۲ مصنف

وجہ سے ہے کہ ہم نے بعض عناصر کو انتخاب کرکے موضوع کے تصور میں داخل کر دیا ہے جن کے ہم وہاں منکر نہیں ہو سکتے بغیر اس کے کہ خود غلط ہوں؟ جب ہم معرف کی بحث کر رہے تھے کہ بعض اوقات ہم ازخود بعض عناصر کو مقرر کرتے ہیں جو کہ کسی تصور کے معرف میں داخل کیے جائیں۔ اور اگر معرف کا ہمیشہ یہی حال ہے تو یہ ظاہر ہوگا کہ کانٹ کی تحلیلی تصدیقات ضرورۃً صحیح ہیں صرف اس لیے کہ ہم نے اُن تصدیقات کے موضوع کو خاص معنے عطا کیے ہیں۔ دوسری جانب اگر عناصر معرف کے ازخود نہیں انتخاب کیے گئے بلکہ شے معرف کے ساتھ خود بخود اس کا تعلق دیکھا گیا کہ اس کی ماہیت میں اس کا اجتماع ہے پس وہ تحلیلی تصدیق ہے جو جزو تعریف کو ایک تصور پر حمل کرتی ہے پس یہ تصدیق بھی جائز ہے کہ اسی بصیرت کے لحاظ سے جو کہ جداگانہ وصفوں کے ضروری اجتماع کے باب میں ہے اس کو بھی ویسا ہی قرار دیں جیسا کہ اس ترکیبی تصدیق کو قرار دیتے ہیں جو تجربی نہیں ہے۔ ہم ایک مثال فرض کرتے ہیں ایسے موضوع کی جس کی تعریف میں عناصر خود بخود(۱) رکھ دیئے گئے ہیں ایلیمنٹری ایجوکیشن ایکٹ ۱۸۷۰ء میں ابتدائی اسکول ایک اسکول یا صیغہ اسکول کا ہے جس میں ابتدائی تعلیم خاص جز اس تعلیم کا ہے جو وہاں دی جاتی ہے اور کوئی اسکول یا صیغہ اسکول اس میں داخل نہیں ہے جس میں فی راس طالب علم فیس جو تعلیم کے لیئے لی جاتی ہے ۹ پنس ہفتہ وار سے زائد ہو(۲) یہ کہنا کہ ابتدائی اسکول وہ ہے جس میں ۱۰ پنس سے کم فیس ہفتہ وار ہر طالب علم سے لی جائے ایک تحلیلی تصدیق بنانا ہے جو اس رائے کے مطابق ہو جو محکمہ تعلیم ۱۸۷۶ء میں قرار دی گئی ہے۔ لیکن صرف اس وجہ سے کہ یہ ازخود قرارداد سے طے ہوا ہے کہ جو ۱۰ پنس یا زائد فیس لیتا ہو وہ ابتدائی نہیں

---

(۱) خود بخود اس لیے نہیں کہ کوئی داعی نہیں موجود ہے بلکہ اس لیے کہ کوئی ضرورت موجود نہیں ہے ۱۲ مصر

(۲) انگلی منطق میں اس قسم کی تعریف کو لفظی تعریف کہتے ہیں بہ مقابلہ تعریف ازروئے حقیقت یا حقیقی کے مثلاً عدالت خفیفہ ایک محکمہ ہے جہاں ۵۰۰ تک کے سادہ قرضے کے مقدمات طے کیے جاتے ہیں لفظی تعریف کی مثال ہے۔ انسان حیوان ناطق ہے تعریف بالحقیقت یا حقیقی تعریف ہے مصنف نے بھی یہی اصطلاح قرار دی ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ۱۲

ہے نہ یہ کہ ہم کو کوئی علم اس کا حاصل ہے کہ جس اسکول میں اس سے زائد فیس لی جائے وہ ابتدائی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر میں کہوں کہ شکل وہ ہے جس کے اضلاع ہوں یہ اس وجہ سے سچ نہیں ہوا ہے کہ ہم نے قرارداد کرلی ہے کہ جس میں ضلع نہ ہوں اس کو شکل نہ کہنا بلکہ اس لیئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ خطوں کو جوڑ کر ایک شے بنانے کے لیئے یہ ضرور ہے کہ شکل یوں بنے؟

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض تصدیقات جن کو کانٹ نے تحلیلی کی قطار میں رکھا ہے ان میں از روئے بصیرت وہی ضروری اجتماع عناصر کا ایک وحدت میں ہو جیسا کہ ان ترکیبی قسم کی تصدیقات میں پایا جاتا ہے جس پر کانٹ کی خاص نظر تھی یعنے وہ ترکیبی تصدیقات جو مکرر تجربات پر مبنی نہیں ہیں بلکہ ان کی بنا ضرورت کے مفہوم ہونے پر ہے جب کہ بعض وہ تصدیقات ہیں جو اسلیئے سچی ہیں کہ ہم نے لفظوں کو خاص معنے میں استعمال کیا ہے۔ نہ کوئی تصدیق خالصاً تحلیلی ہے نہ ترکیبی۔ پس اس کا (کانٹ کا) امتیاز ان حدود سے بخوبی نہیں ادا ہو سکا۔ بہرطور ہم یہ حدود اختیار کریں تصریحی مزیدی یا موسع تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے تمام تحلیلی تصدیقات تصریحی ہیں یعنے وہ جو موضوع کے تعقل میں شامل ہے اس کی تصریح کر دیتے ہیں۔ لیکن اس میں کلام ہے کہ اس کی تمام ترکیبی تصدیقات موسع ہیں یا نہیں ہیں سوائے شخصی تصدیقات کے جو کہ تجربہ حال کی تحلیل کرتی ہیں خارج کی جائیں۔ نہ حد تصریحی کسی عنوان سے ان پر صادق آتی ہے جہاں عناصر موضوع از خود رکھ دیئے گئے ہیں وہاں ان تصدیقات پر صادق آتا ہے جہاں عناصر ہمارے تعقل میں ایک حقیقی وحدت اجتماع سے پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا یہاں جس کا پہلے ذکر کیا ہے یعنے وہ جن میں قرارداد معنے کی رو سے سچی ہیں جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا ایسی تصدیقات کو لفظی کہہ سکتے ہیں اور حقیقی کو اُن کا مقابل قرار دیتے ہیں جن کا صدق ان معنوں پر موقوف نہیں جو معنے ہم نے لفظوں کو بخشے ہیں بلکہ وہ تصدیقات جو کوئی بات شے کی ماہیت کے بارے میں بیان کرتی ہیں خواہ جو کچھ ان تصدیقات میں بیان ہو وہ ضروری ہو۔ اس صورت میں خواہ وہ تحلیلی ہوں خواہ ترکیبی باعتبار اس معنے کے جو کانٹ کے اختیار کیئے ہوئے

ہیں ۔ یا محض واقعے کے تجربے پر موقوف ہوں اس صورت میں کانٹ ان کو ترکیبی کہتا ۔ اس سے یہ ذمہ ہم پر نہیں عائد ہوتا کہ ہم تمام تعریف (حد) کو لفظی سمجھتے ہیں بلکہ صرف اس قدر کہ اگر کوئی تعریف جو کہ باعتبار مسمی تعریف ہے ایسے عناصر رکھتی ہو جو محض قرار داد سے لے لئے گئے ہیں جیسے ابتدائی اسکول کی تعریف جس کو ہم نے اوپر بیان کیا تھا تو اس صورت میں تصدیق لفظی ہے ۔ بجائے دیگر اگر ہم چاہتے ہوں کہ یہ امتیاز تصدیقات میں ہو کہ وہ جن میں محمول موضوع کی تعریف کا جزء ہے اور وہ جنمیں ایسا نہیں ہے تو اول کو ہم ذاتی اور دوسرے کو عرضی کہیں گے ۔[1] اصطلاح ذاتی کو وسعت دیکے وہ صورتیں اس میں داخل ہو سکتی ہیں جو کہ وضعی ہوں اور بعض ذاتی تصدیقات اس قانون پر مبنی ہوں گی جو تناقض سے مانع ہے جب کہ دوسری تصدیقات میں وہی تصور ضروری اتصال عناصر کا شامل ہو گا جو کہ ایک واحد بنا پر تصدیقات کانٹ ضروری ترکیبی تصدیقات سے پیدا کرتی ہیں ۔ یعنے بعض ان تصدیقات سے لفظی ہوں گی اور بعض حقیقی ۔ اصطلاح عرضی اگر عرض اس معنے میں لیا جائے جو کہ ارسطاطالیس کے فقرہ جو کہ "بالذات عرضی" ایک قسم کے قابل استدلال شامل ہوں تو یہ کانٹ کے تمام ترکیبی تصدیقات پر حاوی ہو گا خواہ وہ تجربے پر مبنی ہوں جو کہ اس حد تک جو ہمارے ملاحظے میں آسکتے ہیں اور طرح بھی ہو سکتی ہیں یا اس بصیرت پر ان کی بنا ہو جو تصورات کے ضروری تعلق پر ہے ۔[2] یہ ملاحظہ ہو گا کہ تین متقابل تقسیمیں تحلیلی و ترکیبی ذاتی و عرضی لفظی و حقیقی مساوی ہم معنے نہیں سمجھی جا سکتیں کیونکہ نہ وہ تقسیمیں ایک

---

(۱) وضعی یا قرار دادہ یعنے وہ جس کی ہم تعریف کر رہے ہیں کوئی شے ہماری مقرر کردہ ہے یا وہ جسے ہم تعریف کہتے ہیں ایک تصریح فطری کی ایک اصطلاح یا مصالحت ہے حقیقی معنوں میں تعریف کی کوئی تعریف وضعی نہیں ہو سکتا اشیا وہی ہیں جو کہ وہ اصل فطرت میں ہیں ۔

(۲) کانٹ کی اصطلاح میں خواہ ترکیبی ثانوی (نظری) ہوں خواہ اولی بدیہی ۔

ہی اصل تقسیمی پر مبنی ہیں نہ وہ جامع اور مانع ہیں؛
دو از روئے تقابل غیر اہم قسمیں تصدیقات کی قبل ختم ہونے اس باب کے بیان کی جا سکتی ہیں۔ اول استثنائیہ دوسری حصریہ۔ استثنائیہ تصدیق وہ ہے جو اپنے محمول بہ سے موضوع کے اطلاق کا ایک جز مستثنیٰ کر دیتی ہے۔ حصریہ وہ ہے جو محمول کے مصداق کو موضوع پر محصور کر دیتا ہے۔ جیسے الیجا کی فریاد میں "میں خود ہی صرف چھوڑ دیا گیا ہوں"، یہ ظاہر ہے کہ ایک مفروضہ کل میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا خواہ محمول کا ایقاع ایک ہی جز پر ہو یا سب سے انتزاع ہو صرف ایک جز سے ایقاع ہو؛
جمیلہ صرف بہادروں کے سزاوار ہیں اس کے وہی معنے ہیں جو کہ شاعر نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے؛
کوئی سوائے بہادروں کے جمیلہ کے قابل نہیں ہیں مدرسین زمانۂ متوسط نے ان تصدیقات[۳] اور بعض اور صورتیں تصدیقات کی مختلطات میں داخل کی ہیں یعنے وہ تصدیقات جن کے معنے کی تصریح صرف ایک سے زیادہ تصدیقوں سے ہی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ تصدیق کوئی سوائے بہادروں کے حسینوں کے قابل نہیں ہیں۔ اس میں دو تصدیقیں

---

(۱) ٹھیک ٹھیک وہ جو دوسری طور سے موضوع ہوتا جب وہ مستثنیٰ ہو گیا تو پھر اس کو جز و تصدیق نہیں کہہ سکتے صریحاً اب موضوع کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا ۱۲ مصر

(۲) استثنا کی تعریف میں قدیم کتب میں لکھا ہے کہ مستثنیٰ وہ ہے کہ اگر استثنا نہ کی جاتی تو مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہ میں شامل ہوتا مثلاً میرے پاس سب اہل قوم آئے مگر رئیس قوم مع خاندان نہیں آئے ظاہر ہے کہ قوم میں رئیس قوم اور اس کا خاندان بھی داخل ہے اگر استثنا نہ ہوتا تو یہ بھی آنے والوں میں شامل سمجھے جاتے ۱۲۔

(۳) یہ تقسیم اس طرح کتب قدیمہ میں ہے اور وہ زیادہ تر واضح ہے کہ قضیۂ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں یا وہ مانعۃ الجمع والخلو ہو جیسے عدد یا زوج ہے یا فرد یا مانعۃ الجمع ہو فقط مثلاً

ضمناً شامل ہیں بہادر حسینوں کے قابل ہیں اور جو بہادر نہیں ہیں حسینوں کے قابل نہیں ہیں غیر محدود تصدیق بھی مختلط ہے کیوں کہ اگر میں کہوں پارلیمنٹ اجلاس نہیں کرتی ہے تو ضمناً میری مراد ہے کہ پارلیمنٹ اجلاس نہیں کرتی ما سوا اس کے علاوہ کسی اور حالت میں ہے ؟

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ یہ شے یا درخت ہے یا پتھر یا مانعۃ الخلو ہو فقط مثلاً زید یا دریا میں ہے یا غرق نہیں ہوا۔ پہلا قضیہ جب کہ مانعۃ الجمع و الخلو ہے حقیقیۃً کہلاتا ہے ۱۲۔

ہم نے باب گذشتہ میں ملاحظہ کیا کہ تمام تصدیقات کیفیت کے اعتبار سے یا ایجابی ہیں یا سلبی اور کمیت کے لحاظ سے یا کلی سمجھے جا سکتی ہیں یا جزئی۔ یہ پچھلی تقسیم صحت کے ساتھ صرف اُن تصدیقات پر ٹھیک آتی ہے جنکا موضوع حد عام ہو اور اس واسطے شخصی تصدیقات پر درست نہیں آتی لیکن اس مقصد کے لیئے جس سے اُن کو کلی تصدیق کے ساتھ شمار کر سکتے ہیں یہ تقسیم مستغرق یا محصور[1] ہے۔ مقاصد زیر بحث یہ ہیں کہ حدود کی تقسیم محدود ہو جائے مع اُن امور کے جو اُن سے متعلق ہیں ایک حد کو مستغرق کہتے ہیں جب کہ اُس کا استعمال اُس کے پورے اطلاق کے ساتھ ہو یا وہ کل جسپر یہ صادق آتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ تصدیق شخصی کا مصداق شخص واحد ہے اور تصدیق اُسی کا حوالہ دیتی ہے۔ موضوع کلی تصدیق کا عام ہے اور اُس کے مصداق کے افراد کا کوئی شمار کیوں نہو لیکن چونکہ تصدیق کلی ہے اس لیئے اُن سب پر جاری ہو سکتی ہے۔ پس شخصی اور کلی تصدیق دونوں میں موضوع جن پر صادق آتا ہے اُس سب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں موضوع مستغرق ہے اور کسی تصدیق میں حدود کے استغراق پر نظر کرنے میں

---

[1] واضح ہو کہ لفظ انگریزی دسٹری بیوٹڈ کا ترجمہ منقسم ہے لیکن منطق عربی کی اصطلاح مستغرق ہے بعض مترجمین محصور بجائے مستغرق لکھتے ہیں یہ غلط ہے اس لیئے کہ جزئیہ بھی منطق میں محصور ہے ‘‘ ھ

ہم شخصیہ کو کلیہ کے ساتھ ایک ہی طبقے (قطار) میں رکھتے ہیں۔
چونکہ ہر تصدیق کے لیئے کمیت اور کیفیت دونوں ضروری ہیں اور ہر لحاظ سے دو قسمیں (متبادلیں) کھلی ہوئی ہیں۔ تصدیق کی چار قسمیں دونوں اعتباروں کو ملانے سے ہوجاتی ہیں۔ ایجابی تصدیق یا کلی ہوگی یا جزئی۔
منطق میں ان چار حروف سے تعبیر کرتے ہیں۔
موجبۂ کلیہ ا۔ موجبۂ جزئیہ ی۔ سالبۂ کلیہ ع۔ سالبۂ جزئیہ و۔ پس موجبۂ دو تصدیقیں کلیہ ا اور ی جزئیہ ہیں۔ سالبہ دو تصدیقیں ع کلیہ اور و جزئیہ ہیں۔ تمام کلی تصدیقات یعنے ا اور ع کے موضوع مستغرق ہوتے ہیں جزئی تصدیقات کا موضوع مستغرق نہیں ہوتا۔ تمام سلبی تصدیقات کا محمول مستغرق ہوتا ہے کسی ایجابی تصدیق کا محمول مستغرق نہیں ہوتا اس لیئے کہ:۔
موجبۂ کلیہ (ا) میں موضوع مستغرق اور محمول غیر مستغرق ہے۔
سالبۂ کلیہ (ع) میں موضوع مستغرق اور محمول بھی مستغرق ہے۔
موجبۂ جزئیہ (ی) میں موضوع غیر مستغرق اور محمول بھی غیر مستغرق ہے۔
سالبۂ جزئیہ (و) میں موضوع غیر مستغرق اور محمول مستغرق ہے۔
یہ نہایت ضروری ہے کہ تصدیقات کی ان صفات سے واقف ہو بلکہ انکی مزاولت ہوجائے۔
ابھی بیان ہوا تھا کہ جس حد کو اُس کے پورے مصداق کے لیئے استعمال کریں وہ مستغرق ہے مثلاً حد کتاب مستغرق ہے جبکہ قضیئہ بحوالہ تمام کتب کے مستعمل ہو اور غیر مستغرق ہے جبکہ کسی قضیئے میں تمام کتابوں کی طرف حوالہ نہو یہ ظاہر ہے کہ قضئیہ کلیہ کتب کے بارے میں خواہ ایجابی ہو خواہ سلبی سب پر حکم کرتا ہے۔ مثلاً

کل کتابیں چھاپنے سے پہلے لکھی جاتی ہیں۔
کوئی کتاب قبل ۱۴۵۰ء کے نہیں چھاپی گئی۔
بعض کتابیں بغیر شیرازہ بندی شائع کی جاتی ہیں۔
بعض کتابیں کبھی نہیں شائع ہوئیں۔

ان قضایا سے ظاہر ہے کہ موضوع کلی قضایا کا مستغرق اور جزئی قضایا کا غیر مستغرق ہے۔ اس کے لیئے مزید توضیح کی ضرورت نہیں ہے دو احتیاطیں بہر صورت بطور تنبیہ لکھی جاتی ہیں :-

(۱) موضوع قضیئے کا پوری موضوع حد ہے۔ اگر میں کہوں کہ تمام زمانہ متاخر کی کتابیں قابل انتقال چھاپے کے حرفوں سے چھاپی جاتی ہیں موضوع اس قضیئے کا کتابیں نہیں ہے بلکہ زمانہ متاخر کی کتابیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ میری یہ تصدیق تمام کتابوں کے بارے میں نہیں ہے مگر کل زمانہ متاخر کی کتابوں کے بارے میں ہے پھر بھی مستغرق ہے۔ لیکن اس قضیئے میں جواب لکھا جائیگا غیر مستغرق ہے۔ بعض کتابیں ڈھلی ہوئی تختیوں سے چھاپی جاتی ہیں مین ایک حد عام مثلاً کتاب کو بعض قیود سے تخصیص کرسکتا ہوں مگر پھر بھی وہ عام ہی رہتی ہے (مثلاً زمانہ متاخر کی کتابیں۔ وہ کتابیں جو الزیوز نے لیڈن میں چھاپی ہیں) اور یہ حدود مستغرق یا غیر مستغرق دونوں کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن اسمائے اشارہ یا اور لفظیں جو اُس کی عمومیت کو فنا کردیتی ہیں (مثلاً وہ کتاب وہ کتابیں وہ پہلی کتاب جس کا میں مالک ہوا) پچھلی صورت میں حد ایک لقب ہوجاتا ہے اور اسلیئے شخصی ہے یا (مثل اُن کتابوں) کے ایک مجموعۂ افراد ہے اور قضیہ کلیات کے طبقے (قطار) میں چلا جاتا ہے۔ لیکن حد عام جس کی تخصیص اسم اشارہ سے یا اور کسی طرح ہوئی ہو لقب کسی خاص فرد کا قرار دیا جائے وہ مستغرق نہیں ہوتا کیونکہ حوالہ اُن سب کی جانب نہیں ہے جن پر ان کا مصداق ہے لہذا کتاب غیر مستغرق ہے لیکن یہ کتاب مستغرق ہے اس قضیئے میں یہ کتاب دوبارا جلد بندی جاسکتی ہے کیونکہ کتاب اور کتابوں کے لیئے مستعمل ہوسکتی ہے لیکن یہ کتاب صرف اُسی کتاب کے لیئے مستعمل ہوچکی جس کتاب کی جانب میرا اشارہ ہے جب تک یہ ہے وہی کتاب مطلوب ہے نہ کوئی اور۔

(۲) جب ہم حدود کے استغراق کا بیان کرتے ہیں تو ہم ضرورۃً تصدیقات پر اطلاق کے اعتبار سے نظر کرتے ہیں نہ کہ مراد کے اعتبار سے اور بیشک ہمارا حوالہ بالآخر متعدد افراد اشیاء کی جانب ہے کلیات کے درمیان جو اتصال ہے

اُس کی جانب حوالہ نہیں ہے - ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ ایک تصدیق میں افراد کا حوالہ ہوسکتا ہے لیکن ضروری نہیں ہے اور ایسی تصدیق میں جو خصوصیت کے ساتھ کلی ہے اُس میں کوئی خاص تعقل افراد کا نہیں ہوتا - اس قول میں کہ مثلث کے زاویے برابر دو قائمے کے ہوتے ہیں میں جملہ افراد مثلثات کی جانب حوالہ نہیں کرتا جو کبھی موجود رہی ہیں یا جو موجود ہوسکتی ہیں - میں اُس ہیئت کا تعقل کرتا ہوں جو تمام مثلثات میں مشترک ہے اور یہ ہیئت از بسکہ امر واحد اور یکساں ہے تمام مثلثات میں پس صیغہ[1] واحد سے اس کو بول سکتے ہیں لہذا ہوسکتا ہے کہ یہ کہنا غلط معلوم ہو کہ ایسی تصدیق اپنے موضوع کو مستغرق کر دیتی ہے اگر استغراق کے یہ معنے ہیں کہ اُس حد کا استعمال اُن سب کے لیئے ہو جن پر یہ حد صادق آتی ہے - کیونکہ تصدیق مذکور میں حد مثلث کو اُن افراد کے حوالے سے جن پر یہ حد صادق آسکتی ہے میں نے نہیں کہا ہے - لیکن یہ اس معنے سے صحیح ہے کہ جس کسی خاص مثلث کو تم فرض کرو میری تصدیق سب پر درست آئیگی - ہم کو اس خیال سے بچنا چاہیئے کہ ہر کلی تصدیق میں ہم تمام مختلف افراد کا تعقل کرتے ہیں جن پر حد موضوع محمول ہوسکتا ہے لیکن ہم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری تصدیق اُن سب پر درست آتی ہے ؛

استغراق محمول کا کسی تصدیق میں عموماً موضوع کی تقسیم کی طرح فوراً نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ اطلاق محمول کا طبعی طریقے سے ہمارے سامنے نہیں ہے ضابطہ یہ ہے کہ قضایائے سلبیہ میں محمول مستغرق ہو جاتا ہے ایجابیہ میں نہیں ہوتا خواہ وہ کلی ہوں خواہ جزئی دونوں کا یہی حال ہے ؛

---

(۱) میں اس کا انکار نہیں کرتا کہ تصدیق کے بنانے کے وقت ایک استحضاری مثلث کا تصور لازمی ہے ۱۲ مع

معنف کا اشارہ اُس مذہب کی جانب ہے جس کے ماننے والے تصوریں کہلاتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہر چند تصور عام کا ہو لیکن تصور کرتے وقت ایک صورت کا استحضار ضروری ہے جس کو عندالذہن حاضر کرکے ہم عام پر کوئی حکم لگا سکتے ہیں ۱۲-

کل واعظ نیکی کی ستائش کرتے ہیں بعض اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ یہ دیکھنا سہل ہے کہ یہاں ایک صورت میں میں کل کا حوالہ دیتا ہوں اور دوسری صورت میں بعض کا منجملہ اُن کے جن پر حد واعظ صادق آسکتی ہے۔ پس موضوع ایک صورت میں مستغرق اور دوسری صورت میں غیر مستغرق ہے۔ لیکن محمول کا کیا حال ہے؟ اس وجہ سے یہ مستغرق یا غیر مستغرق نہیں ہے کہ جملہ واعظوں یا بعض واعظوں کا حوالہ ہے۔ کیونکہ کسی حد کا مستغرق ہوتا یا غیر مستغرق ہونا اس پر موقوف ہے کہ اپنے ہی اطلاق کے کل یا بعض کی طرف حوالہ دینے کے لئے مستعمل ہوا ہو نہ کہ موضوع کے اطلاق سے جس پر یہ محمول ہے۔ اب دیکھو کہ حد ستائش کنندہ نیکی یا عامل نیکی کے اطلاق میں شامل ہے ہر وہ چیز جو نیکی کی ستائش یا نیکی کے عمل کے لیے کہی جا سکتی ہے ممکن ہے کہ واعظ ایسا کریں (یعنے نیکی کی ستائش کریں یا نیکی کو عمل میں لائیں) لیکن اور لوگ بھی ایسا کر سکتے ہیں (یعنے ستائش یا عمل) گو کہ وہ واعظ نہوں۔ پس یہ لوگ بھی محمول کے اطلاق میں داخل ہیں۔ لیکن جو اس طرح داخل ہیں وہ واعظوں پر محمول نہیں ہے۔ اس تصدیق میں کہ لا ء ہے میں ء کو لا پر حمل کرتا ہوں لیکن میں ء کو ض پر بھی حمل کر سکتا لا اور ض دونوں ء کے اطلاق میں داخل ہیں یا اُن میں جن پر ء صادق آتا ہے لیکن جب میں ء کا ایجاب کرتا ہوں تو میں اُس کے پورے اطلاق پر ایجاب نہیں کرتا کیونکہ اُس صورت میں جب میں کہوں کہ لا ء ہے میری یہ مراد ہوگی کہ یہ لا اور ض ہے اور اس کہنے میں کہ ض ء ہے میری یہ مراد ہوگی کہ ض لا ہے۔ پس محمول کا استعمال اپنے کامل اطلاق پر نہیں ہوا ہے یعنے غیر مستغرق ہے؛

ایجابی تصدیق کے محمول کا تعقل فی الواقع بالاطلاق نہیں ہوتا موضوع جس پر اس کا حمل ہوا ہے اُس کے اطلاق کا ایک جز ہے لیکن محمول میں اس اعتبار سے کہ وہ مقابل موضوع کا ہے میں ایک ہیئت (عنوان) یا وصف کا تعقل کرتا ہوں جو کہ موضوع سے متعلق ہے۔ بہت سی مشکل جو کہ مسئلہ استغراق حدود کے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ اس لیئے پیدا ہوتی ہے کہ اُس حد کو غیر مستغرق

دو طرح سے کہتے ہیں ایک وہ کہ جس میں تصریح کے ساتھ جزء اطلاق کا حوالہ ہوتا ہے دوسری وہ جس میں جزء اطلاق کی تصریح بالکل نہیں ہوتی پہلے معنے کے لحاظ سے موضوع تصدیق کا غیر مستغرق ہے اس تصدیق میں بعض واعظ نیکی پر عمل کرتے ہیں یہاں میں تصریحاً اپنے بیان میں جزو اطلاق کا حصر کر دیتا ہوں یعنے وہ جس پر حد واعظ کا اطلاق ہے۔ محمول ایجابی تصدیق کا دوسرے معنے سے غیر مستغرق ہے۔ جب میں کہتا ہوں کل واعظ نیکی کی ستائش کرتے ہیں اگرچہ یہ سچ ہے کہ واعظین سب کے سب بھی صرف ایک جز محمول کے اطلاق سے ہیں تاہم مین محمول میں اُس کے اطلاق کا تعقل ہی نہیں کرتا بلکہ مراد کا تعقل کرتا ہوں۔ حد کے اطلاق میں تمام متبادل انواع یا مختلف افراد شامل ہیں جنمیں حد کی حقیقت کا ظہور ہوا ہے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ محمول میں متبادل انواع اسی موضوع کے ہوں یا یہ کہنا کہ اُس کے مختلف افراد اتنے ہیں۔ بیضوی ایک قطع مخروطی ہے اطلاق محمول قطع مخروطی کا متزائد مکافی اور (ناقص) بیضوی ہے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ بیضوی یہ سب ہیں مین یہ کہنا نہیں چاہتا کہ یہ بیضوی ہے۔ میں عنوان یا مشترک ہئیت کا تعقل کرتا ہوں جو سب میں پائی جاتی ہے یعنے محمول کو مراد کے لحاظ سے استعمال کرتا ہوں پھر بھی یہ ایک جز محمول کے اطلاق کا ہے جس کا اس تصدیق میں حوالہ دیا گیا ہے فلہذا اس تصدیق میں حد غیر مستغرق کہی جاتی ہے اگرچہ محمول میں اطلاق کا ہرگز لحاظ نہیں کیا جاتا۔

سلبی تصدیق میں۔ بجائے دیگر۔ محمول کا انکار اُس کے پورے اطلاق کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ قیصر اولوالعزم نہیں ہے سیکڑوں صورتیں اولوالعزمی (حوصلہ مندی) کی نوع انسان میں ہیں لیکن جب مین قیصر کی اولوالعزمی کا انکار کرتا ہوں تو میں ان سب کا انکار کرتا ہوں تمام اس سے کہ خواہ تصدیق کلی ہو خواہ جزئی ہو۔ کوئی مسلمان موت سے نہیں ڈرتا۔ خواہ میں اُن مختلف صورتوں پر نظر کروں جو خوف مرگ کی ہوتی ہیں یا اُن افراد کا لحاظ کروں جن میں یہ خوف ظاہر ہوا ہے اگر میں محمول کو موضوع مسلمان سے سلب کروں تو میں اُن تمام صورتوں کا انکار کرتا ہوں جو خوف مرگ

نے اختیار کی ہیں یا اس سے انکار کروں کہ مسلمان اُن افراد سے ہیں جن میں
یہ خوف ظہور پذیر ہوا ہے لیکن بعض بحری جانور ذوی الفقرات نہیں ہیں
ان جانوروں سے صرف اس کا میں انکار نہیں کرتا کہ وہ کتے یا بلیاں یا پیں (چوڑے
منہ کی ایک مچھلی) یا سالمن نہیں ہیں جو ذوی الفقرات کے اطلاق کا ایک
جز ہیں بلکہ ذوی الفقرات ہونے کی ہر صورت سے اُن کے بارے میں
انکار کیا گیا ہے۔ سلبی تصدیق میں محمول کا بالکلیہ انکار کیا جاتا ہے ایجابی تصدیق
میں موضوع ضرورۃً محمول کے اطلاق کا جز ہوتا ہے۔ سلبی تصدیق میں ضرورۃً
موضوع محمول کے اطلاق کا جز نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ موضوع محمول کے
اطلاق کا جز نہیں ہے یہ کہنا ہے کہ محمول کا پورے اطلاق کے ساتھ انکار
کیا گیا ہے۔

لیکن یہاں پھر ابتداً محمول کے (معنے) مراد میرے ذہن میں ہیں۔
جب میں کہتا ہوں کہ بروٹس ایک معزز انسان ہے۔ وہ شخص صرف
جس کا حوالہ دیا گیا ہے بروٹس ہے گو کہ وہ سب معزز انسان ہیں جنھوں
نے قیصر کو قتل کیا جب میں کہتا ہوں قیصر اولوالعزم نہ تھا ضرور نہیں ہے
کہ میں کسی اور کا تعقل کرتا ہوں جو اولوالعزم تھا یہ ایک وصف ہے جس کا
میں ایک صورت میں (اقرار) کرتا ہوں اور دوسری صورت میں انکار
قطع نظر اس کے اگر میں ایجابی تصدیق میں محمول کے اطلاق پر توجہ کروں تو
بھی میں کل پر حکم نہیں کر سکتا۔ اور نہ صرف جز پر حکم کرنا چاہتا ہوں یعنے اُسی
تصدیق کے موضوع پر وہ جس پر میں سلبی تصدیق میں حکم لگاتا ہوں اگر میں
موضوع کے اطلاق پر توجہ بھی کروں تو میں سب کا انکار کروں گا سائکلوائڈ[1]
(تدویرہ) قطاع مخروطی نہیں ہے۔ اگر مجھکو یاد ہے کہ قطوع مخروطی میں زائد
مکافی ناقص (بیضوی) داخل ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تدویرہ (سائکلوائڈ) نہ

---

[1] ایک خط مستقیم پر دائرے کے حرکت کرنے سے جو شکل بیضوی نما پیدا ہوتی ہے
اُس کو تدویرہ کہتے ہیں۔

زائد ہے نہ مکانی نہ ناقص یعنے بیضوی؛

ہم سلبی تصدیق میں ابتدائً محمول کے اطلاق کا تصور نہیں کرتے لیکن اگر ہم اس کا تصور کریں بھی تو ہم کو بالکلیہ انکار (انتزاع) کرنا ہوگا۔ ورنہ ہماری تصدیق کے وہ معنے نہوں گے جو کہ ہمارا مقصود ہے کہ یہ معنے ہوں۔ پس محمول مستغرق ہے۔ دسواں نہیں رقص کرتا۔ ہم اُن کا تصور نہیں کرتے جو کہ رقص کرتے ہیں لیکن ریچھ بھی ناچتے ہیں اور اس وجہ سے محمول کے اطلاق میں داخل ہیں اگر محمول کا انتزاع کامل اطلاق کے ساتھ نہ ہو تو قضیے کے صدق کے ساتھ اس کا توافق ہوگا کہ دسویں ریچھ ہیں اور اگر محمول صرف خرسی جز اطلاق کے حوالے سے استعمال ہو تو قضیے کے یہ معنے ہونگے کہ دسویں ریچھ نہیں ہیں؛

شیردہ
ذوی الفقرات
سانپ

[بعض اوقات دوائر کے نقش سے موضوع اور محمول کے اطلاق کو تعبیر کر کے حدود کا استغراق بیان کیا جاتا ہے۔ جمع کرو شیردہ کو ایک دائرے میں اور سانپوں کو دوسرے میں اس صورت میں اگر کوئی سانپ شیردہ نہیں ہے تو سانپ شیردہ رقبے سے خارج واقع ہوں گے اور اگر بعض ذوی الفقرات شیردہ نہیں ہیں تو کچھ حصہ ذوی الفقرات رقبے کا کل شیردہ رقبے سے خارج واقع ہوگا درانحالیکہ اگر بعض ذوی الفقرات شیردہ ہیں تو کچھ حصہ ذوی الفقرات رقبے کا شیردہ رقبے کے کل یا صرف جز پر منطبق ہوگا اور اگر سب شیردہ ذوی الفقرات ہیں تو شیردہ رقبہ بالکلیہ ذوی الفقرات رقبے کے اندر داخل ہوگا۔ لیکن جملہ اعتراضات جو اس شکل میں ایک بڑی قسم کو ایک چھوٹی قسم سے منطقی نسبت کے اظہار پر ہیں بعینہ استغراق حدود کو اس طرح تعبیر کرنے پر بھی ہوں گے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قضیۂ سالبہ سانپ شیردہ نہیں ہیں تمام سانپوں کو کل قسم شیردہ سے خارج کرتا ہے نہ صرف اُس کے ایک جز مثلاً انسان سے

لیکن ہم کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایک قسم کوئی رقبہ ہے جس میں ضلعے کٹے ہوئے ہیں وہ جن کو انواع کہتے ہیں یا ایک مجموعہ ہے جس میں انواع ترکیبی اجتماعات ہیں]

جس شخص کو اس کا تحقق ہو جائے کہ محمول کسی قضیئے کا اطلاق کے ساتھ نہیں متصور ہوتا اُس کو معلوم ہوگا کہ مسئلہ کمیت (تقدیر) محمول میں کوئی صدق نہیں ہوسکتا لیکن اس مسئلے کی ممتاز مصنفوں نے حمایت کی ہے منجملہ سر ولیم ہیملٹن ہیں جو اس کے موجد ہیں اور اسٹینلی جیونس لہذا شاید اس پر نظر کرنا مناسب ہو۔ نہایت سہولت سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ یہ مسئلہ جھوٹا ہے اور ذی شعور طالب علم جو اتفاقاً پیچ در پیچ اصطلاحات میں جو اس پر مبنی ہیں اولجھ کر ٹھوکر کھائے اس بات کو معلوم کرے کہ اس مسئلے کی بنا ایک بے فائدہ اصل ہے یاد کرنے کی صعوبت سے محفوظ ہو کر خوش ہوگا۔

تقدیر محمول سے مراد ہے کہ جس طرح قضیئے کے موضوع کے ساتھ کمیت کی علامت لگائی جاتی ہے اسی طرح محمول کے ساتھ بھی لگائی جائے۔ اس طرح بجائے چار صورتوں کے (موجبہ کلیہ ا موجبہ جزئیہ ی سالبہ کلیہ ع سالبہ جزئیہ و) کے آٹھ ہو جائیں گی۔[1]

یو	کل لا کل ؛ ہے	کل نظام عضوی کل فانی ہیں۔
ا	کل لا بعض ؛ ہے	کل انسان بعض فانی ہیں۔
ے	بعض لا کل ؛ ہے	بعض فانی کل انسان ہیں۔
ی	بعض لا بعض ؛ ہے	بعض انسان بعض تیز رفتار ہیں۔
ع	کوئی لا کوئی ؛ نہیں ہے	کوئی سانپ کوئی شیر دہ نہیں ہے۔
ہ	کوئی لا بعض ؛ نہیں ہے	کوئی انسان بعض شیر دہ نہیں ہیں۔
و	بعض لا کوئی ؛ نہیں ہے	بعض ذوی الفقرات کوئی شیر دہ نہیں ہیں
او	بعض لا بعض ؛ نہیں ہے	بعض شیر دہ بعض ذوی الفقرات نہیں ہیں

[1] تقدیر یا عدم تقدیر طرفین سے قضیے کی آٹھ صورتیں ممکن ہیں:۔
موجبۂ محصور الطرفین موجبہ محصور الموضوع موجبۂ غیر محصور الطرفین موجبہ محصور المحمول سالبہ محصور الطرفین سالبہ محصور الموضوع سالبہ غیر محصور الطرفین سالبہ محصور المحمول۔

اس طریق بیان کی حمایت میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ جیسے وہ قضایا جنکے محمول کے ماقبل کل ہے اور اُس کی مطابقت سے وہ قضایا جن کے محمول کے ماقبل بعض ہے ان کے معنے ایک ہی نہیں ہیں اور ہم کو ضرور جاننا چاہیئے کہ ہم کیا معنے لیتے ہیں جب ہم حکم کرتے ہیں تو ہم کو اُسکا اظہار بھی چاہیئے۔ اگر یہ صورت ہو تو یہ مشبک تعجب کی بات ہے کہ کسی زبان نے اُس کو ظاہر نہیں کیا اور نہایت اطمینان کے ساتھ حکم کیا جا سکتا ہے کہ ان قضیے کی آٹھوں صورتوں سے کوئی بھی اُس معنے کو نہیں ظاہر کرتا جو کہ تصدیق بناتے وقت ہمارا مقصود ہوتا ہے (اگرچہ بعض اُن میں سے پورٹ منٹو[1] (دست بقچہ) کے انداز سے اُس معنے کو ظاہر کرتے ہیں جو دو تصدیقوں کے بنانے کے وقت ہمارا مقصود ہوتا ہے) اور اس کا سبب کہ کیوں ہم اپنے قضیے میں نہ ظاہر کریں کہ ہم کل مراد لیتے ہیں یا بعض یہ ہے کہ ہم اِن دونوں سے ایک کو بھی مراد نہیں لیتے نہ کل نہ بعض۔

فرض کرو قضیہ ا (موجبۂ کلیہ) یہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کل آ د ہے ہم کو بتایا گیا ہے کہ ہم اسے اسی طرح کہیں کل آ بعض د ہے کل انسان بعض فانی ہیں، وہ کون[2] سے فانی ہیں؟ گھوڑے؟ کھیت کی گھانس؟

---

[1] پورٹ منٹو (دست بقچہ) کے انداز سے مصنف کی یہ مراد ہے کہ جس طرح ہم اپنے کل اسباب کو ایک دست بقچے میں بند کر دیتے ہیں اسی طرح اِن قضایا کے بنانے والے چاہتے ہیں کہ افراد موضوع و محمول کا حصر کر دیا جائے مصنف کا یہ اعتراض بہت ہی وقعت رکھتا ہے کہ کسی زبان میں اس قسم کے قضایا طبیعی طور سے موجود نہیں ہیں اگر یہ طریقہ عمدہ ہوتا تو ہم کو زبانوں میں اس کے طبیعی نمونے ملتے جب کہ ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ طریقہ طبیعی طور سے غیر مقبول واقع ہوا ہے ۱۲۔

[2] مقصود یہ ہے کہ فانی کے اطلاق میں گھوڑے بھی ہیں گھانس بھی ہے اور اسی طرح ہزاروں اشیا فانی ہیں جب ہم نے کہا کل انسان بعض فانی ہیں تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ انسان فانی کے اطلاقات میں سے کس میں داخل ہے یہ بڑا نقص ہے فانی کے اطلاق بھی داخل ہیں پس لامحالہ یہی جزء اطلاق مراد ہوگا تو قضیے کا ماحصل یہ ہوا کہ کل انسان بعض انسان ہیں یا کل انسان کل انسان ان میں سے کوئی صورت معناً درست نہیں ہے ۱۲۔

ظاہر ہے کہ یہ نہیں بلکہ صرف انسان تاہم قضیے کے یہ معنے مشکل سے ہو سکتے ہیں کہ کل انسان انسان ہیں قضیہ انسان کے بارے میں کچھ ہم کو بتاتا ہے کیا اُن کے بارے میں ؟ کہ وہ مرجاتے ہیں قضیہ یہ نہیں بتاتا کہ مرنے والوں میں کونسی قسم انسان ہیں۔ ہم پہلے ہی جانتے ہیں کہ وہ انسان ہیں لہذا محمول میں اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے ؛

لیکن اس قول میں کہ کل انسان کل فانی ہیں اور اس قول میں کہ کل انسان بعض فانی ہیں فرق ہے پہلے کے ضمناً یہ معنے ہیں کہ دونوں حدیں محصور ہیں یعنے اور کوئی فانی نہیں ہے سوائے انسان کے دوسرا یعنے انسان فانی ہیں لیکن ایک غیر معین سلسلہ اشیاء کا بلیاں کتے گھوڑے گدھے وغیرہ انسان کے سوا ایسے ہی ہیں کیا اس فرق کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے ؟

بلاشک ضروری ہے لیکن اس کے لئے ایک اور قضیئے کی ضرورت ہے کل انسان فانی ہیں۔ بعض فانی انسان نہیں ہیں۔ اس بات کی معرفت کیلئے کہ انسان مرجاتے ہیں ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے کہ اور کوئی قسم بھی مرجاتی ہے۔ اگرچہ جب ہم یہ کہتے ہوں کہ انسان مرجاتے ہیں ہم یہ بھی جانتے ہوں (کہ اور قسمیں حیوان کی بھی مرجاتی ہیں) لیکن اس تصدیق کا کہ انسان مرجاتے ہیں وہ کوئی جز نہیں ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان مرجاتے ہیں ہم ماورا مضمون اُس قضیے کے بہت سی باتیں جانتے ہیں مثلاً آفتاب درخشاں ہے ہمارے پیروں میں درد ہے۔ لیکن کوئی بھی یہ نہ مانے گا کہ ازبسکہ ہم تصدیق بناتے وقت ان امور کو جانتے ہیں لہذا تصدیق میں اس کو داخل کرنا چاہیئے۔ اس کے سوا کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس تصدیق کے وقت کہ انسان مرجاتے ہیں یہ واقعہ کہ اور مخلوقات بھی داخل کیئے جائیں جو مرجاتے ہیں صرف اس لیئے کہ ہم یہ جانتے ہیں۔ کل انسان بعض فانی ہیں ایک تصدیق نہیں ہے بلکہ ایک دست بقچے کے انداز کا قضیہ ہے۔ دو تصدیقیں ایک جملہ (جو نحوی اعتبار سے جملۂ واحد ہے) میں بیان ہوئی ہیں ؛

یہ سچ ہے کہ بعض تصدیقات میں ہم صراحتاً موضوع اور محمول دونوں

سے محصور ہونے کا تعقل کرتے ہیں۔ تحدید (تعریف) میں ضرور ایسا کرنا چاہیئے
مومنٹم حاصل ضرب مادہ اور سرعت کا ہے دولت وہ ہے جو تبادلے میں قیمت
رکھتی ہو۔ ان صورتوں میں یہ ہمارے تعقل میں داخل ہے کہ مادہ اور سرعت کو
ضرب دینے سے مومنٹم ہوتا ہے یا وہ جو تبادلے میں قیمت رکھتی ہے دولت
ہے لیکن ایسی تصدیقیں اس صورت سے کہ کل لا کل ء ہے کما حقہ نہیں
بیان ہوتیں۔ ہم تمام افراد مومنٹم یا تمام نمونے دولت کے نہیں تعقل کرتے
بلکہ مومنٹم اور دولت ان میں سے ہر ایک کو ایک شئے واحد سمجھتے ہیں۔ پھر
اس صورت سے کہ کل لا کل ء ہے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لا اور ء
مختلف چیزیں ہیں حالانکہ تمام قوت تعریف کی یہ ہے کہ یہ حکم کیا جائے کہ
موضوع اور محمول معرف (بالفتح وہ شئے جس کی تعریف کیگئی) اور معرّف
(بالکسر) دونوں ایک ہی ہیں ؂

ایسے قضایا میں جن کی حدوں کا محصور ہونا معلوم ہے مثلاً کل
متساوی الاضلاع مثلثیں متساوی الزوایا ہوتی ہیں لیکن یہ تعریف (تحدید)
نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان کو بھی اسی صورت کل لا کل ء ہی سے
بیان کرنا چاہیئے اور یہ کہنا چاہیئے کہ کل مثلثیں متساوی الاضلاع کل
متساوی الزوایا ہیں۔ لیکن اس سے ٹھیک مفہوم دوسرے قضیئے کا نہیں ظاہر
ہوتا کیونکہ ہم نے مانا کہ بیان دعوے کرتے وقت ہم جانتے ہیں کہ حدیں
محصور ہیں لیکن ہمارا مقصود یہ ہے کہ مثلث کے دو وصفوں کے لازم ملزوم
ہونے پر حکم لگایا جائے۔ اس سے یہ نتیج ہوتا ہے کہ ہر مثلث جس میں
ایک وصف پایا جاتا ہے دوسرا بھی پایا جاتا ہے لیکن وہ جس سے ایک
وصف کا ظہور ہوتا ہے ایک علحدہ طبقہ مثلثوں کا نہیں ہے اُن مثلثوں سے
جس سے دوسرا وصف ظاہر ہوتا ہے۔ کمیت کی علامت محمول کے
ماقبل رکھنے سے جس طرح موضوع کے ماقبل رکھی گئی ہے ہم تصدیق کے
ذریعے سے یہ ظاہر کرانا چاہتے ہیں گویا کہ ایک حد کے اطلاق کا دوسرے
حد کے اطلاق پر ایجاب کیا گیا ہے (اور اگر ہم افراد کا لحاظ کریں) تو یہ

ایک حد کے مصداق میں جو افراد داخل ہیں اُس کا ایجاب دوسری حد کے مصداق کے افراد پر کیا گیا ہے۔ لیکن[1] یہ یا محال ہے اگر افراد مختلف ہوں یا تکرار بیجا ہے اگر افراد بعینہ وہی ہوں؛

کل کسی محمول کا جز نہیں ہوسکتا الّا جہاں (جیسے مثلاً یہ سب حواری ہیں) موضوع مجموعی ہو۔ اگر یہ تصدیق کلی کہ کل جاندار چیزیں تولید مثل کرتی ہیں تو پھر یہ ہر جاندار شئے پر صادق آئیگا لہذا میں پر بھی صادق آئیگا۔ اگر میں داخل کرسکتا ہوں تکمیل کے ساتھ میں کو بھی محمول میں تو اُس وقت میں یہ صحیح ہوگا کہ میں تکمیل کے ساتھ تولید مثل کرتے ہیں۔ لیکن میں کل کو محمول میں نہیں داخل کرسکتا کیوں کہ اُس صورت میں چونکہ کل جاندار چیزیں کل وہ چیزیں ہیں جو کہ تولید مثل کرتی ہیں پس کل وہ چیزیں ہوں گی جو کہ تولید مثل کرتی ہیں اور یہ باطل ہے۔ محمول تصدیق کا کلی افرادی کی حیثیت سے ہر چیز پر جو کہ موضوع میں داخل نہ ہے ایجاب کیا جاتا ہے لیکن وہ محمول جس کی کمیّت کل سے بیان کردیجائے وہ صرف کلی مجموعی کی حیثیت سے موضوع پر صادق آتا ہے۔ کوئی متساوی الاضلاع مثلث کل متساوی الزوایا مثلثیں نہیں ہے تو کل متساوی الاضلاع مثلثیں کس طرح ہوسکتی ہیں؛

قضیئے کے معنے صرف یہ ہیں کہ کل متساوی الاضلاع مثلثیں متساوی الزوایا ہیں اور بالعکس۔ اور جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے یہ دست بقچے کی وضع کا قضیہ ہے اور تصدیق واحد نہیں ہے۔

یو موجبۂ (محصور الطرفین) صورت قضیئے کی فی الجملہ بسط کے ساتھ بیان کی گئی کیونکہ یہ ایک طور سے سلسلۂ ہٰذا کے عمدہ ارکان سے ہے۔ تصدیقات کلیہ جن کے حدود محصور ہیں اُن تصدیقات سے فرق

---

[1] جب ہم نے کہا کل لا کل د ہے دو حال سے خالی نہیں یا تو جو لا ہے وہی د ہے اس صورت کل لا کل د ہے کے معنے ہوئے کل لا کل لا ہے یہ تکرار بیجا ہے یا د مختلف ہے لا سے یعنے غیر لا اس صورت میں کل لا کل د ہے کہ معنے ہوئے کل لا غیر لا ہے یہ محال ہے ۱۲۔

رکھتی ہیں جن کے حدیں محصور نہیں ہیں اور اُن سے ایک اہم قسم تصدیقات
کی نکلتی ہے۔ اور ان کا کوئی خاص ذکر تصدیقات کی اس رباعی تقسیم
(ا ع ی و) میں نہیں ہے۔ یہ بالکل غلط بیان کیا گیا ہے کہ ارسطاطالیس
نے ان تصدیقات کے بارے میں فروگذاشت کی۔ بلکہ برخلاف اسکے
ارسطاطالیس نے علوم میں ان کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ اس مفروضہ تسامح
کے علاج کے لئے مسلۂ تقدیر محمول ہمارے سامنے ایک بالکل غلط تحلیل
پیش کرتا ہے جس کے فساد کو خود ارسطاطالیس نے واضح کردیا تھا[۱]۔ اس
تحلیل میں حدود کے مفہوم کا بالکل لحاظ نہیں کیا گیا یہ دعویٰ کرکے کہ موجودہ
تقسیم قضایا میں جو نقص ہے اسکی تکمیل کی جائیگی خود اہم اختلاف کو نظرانداز
کردیا۔ ہم نے دیکھا کہ اس صورت کے قضیے کل لا د ہے سے دو[۲] قسم کی
تصدیقیں تعبیر کیجاتی ہیں جو کہ عقلاً مختلف ہیں۔ یا اس اعتبار سے کہ کلیت حقیقتہً
مراد ہو لا باعتبار لا ہونے کے د ہے یا صرف تعداد مقصود ہو یعنے وہ
افراد جن پر لا صادق آتا ہے د ہیں۔ یہ امتیاز خواہ کلی تصدیقات میں ہو

---

(۱) انسان کلی ہے۔ جب میں کہتا ہوں کل انسان حیوان ہیں، تو میں ایک کلی پر کلیتہً حمل
کرتا ہوں جب میں کہتا ہوں بعض انسان گورے ہیں تو میں ایک کلی پر جزئی یا بطور جزء کے
حمل کرتا ہوں ارسطاطالیس الفاظ مذکورۂ بالا کے بعد کلام کو اسطرح جاری کرتا ہے کہ محمول
مثل موضوع کے کلیتہً نہیں لیا جاسکتا (یعنے نہ کلی کی حیثیت سے بلکہ اپنے کامل اطلاق کے
ساتھ) لیکن اُس کلی کی صورت میں جو کہ محمول ہے یہ صحیح نہیں ہے کہ کلیتہً حمل کیا جائے
کیونکہ ایجاب درست نہیں ہوسکتا جو کہ محمول کے ساتھ اطلاقاً کلیت لگائی جائے جیسے
کل انسان کل حیوان ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر انسان کل حیوان ہیں۔ بلکہ
وصف کا جملہ عموماً نہ چاہیئے میری مراد ہے مثلاً حیوان کو بالکلیہ انسان پر
یا علم کو بالکلیہ موسقی پر بلکہ صرف موضوع کی پیروی کی جائے جیسا کہ ہمارے
مقدمے سے واضح ہے کیونکہ دوسری صورت بے فائدہ اور غیر ممکن ہے جیسے
کل انسان کل حیوان ہیں یا عدالت کل نیکی ہے۔

جس کی حدیں محصور ہیں (یو) یا نہیں ہیں (ی) اس مسئلے میں ملحوظ نہیں رہا بلکہ بجائے ان کے دو قسمیں پیش کی جاتی ہیں جو ہمارے مقصود کو محمول کے ساتھ کمیت کی علامت لگا کے غلط بیان کرتی ہیں۔

موجبۂ جزئیہ کے دفعیہ کے لئے مختصر بیان کافی ہوگا۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ بجائے بعض لا د ہے کے یا تو کہا جائے بعض لا بعض د ہے بعض لا کل د ہے اول کو لیجئے بعض لا بعض د ہے۔ ہم فوراً یہ سوال کریں گے کون سے لا کون سے د ہیں اور اس کا صرف یہی جواب ہے کہ وہ لا جو د ہیں وہی وہ د ہیں جو لا ہیں۔ بعض بونے والے کھیت کاٹنے والے ہوتے ہیں اگر اس کے یہ معنے ہیں بعض بونے والے بعض کھیت کاٹنے والے ہوتے ہیں اس کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ بونے والے جو کھیت کاٹتے ہیں وہی کھیت کاٹنے والے ہیں جو بوتے ہیں دوسری صورت بعض لا کل د ہیں۔ بعض حیوان کل سور ہیں (کیونکہ اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ سب اُن میں سور ہیں جیسے ہم کہہ سکتے ہیں بعض خاندانوں میں سب بھنگا دیکھتے ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ تمام ارکان بعض خاندانوں کے بھنگا دیکھتے ہیں) کون سے جانور سب سور ہیں؟ بلاشک وہی جو خود سور ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ قضیے کے یہ معنے ہیں کہ سوائے سور کے اور حیوانات ہیں تو پھر حقیقی موضوع تصدیق کیلئے یہ ہوگا کہ اور حیوانات ہیں (جو کہ سور نہیں ہیں) نہ وہ جیسا کہ اس صورت کا مزعوم ہے وہ حیوانات جو کہ سور ہیں۔ اور اگر کہا جائے اس قضیے کے یہ معنے ہیں کہ کل سور حیوان ہیں اور بعض حیوانات سور نہیں ہیں تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ دو قضیے ہیں جنکی ایک جلے میں بندش ہوئی ہے۔ تصدیق کیا ہے اور اور تصدیق کی ہئیت کیا ہے یہ سوال ہمارے تعقل پر عود کرنے سے تحقیق ہوتے ہیں نہ کہ لفظی تفضح سے جن کو ہم اُن کے اظہار کیلئے مقرر کریں۔ یہ تعقل کرنا کہ کل سور حیوان ہیں اور بعض حیوان سور نہیں ہیں یہ دو بار حکم لگانا ہے نہ کہ ایک بار گو کہ ہم اس کو ایک دُہری تصدیق کو اس صورت

میں لکھدیں بعض حیوان کل سُور ہیں۔

سلبی تصدیق کو کمیت محمول فاسد کر دیتی ہے۔ سالبۂ کلیہ کی دو صورتیں تجویز ہوئی، ہیں کوئی لا کوئی د نہیں ہے اور کوئی لا بعض د نہیں ہے پہلی قائم رہسکتی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھ چکے ہیں اگر لا ء نہیں ہے تو یہ کوئی صورت یا قسم ء کی نہیں ہے۔ دوسری ہم کو حیرت میں ڈال سکتی ہے۔ یہ لا سے بعض جزو اطلاق ء کو انتزاع کرتی ہے سُور مثلاً حیوان کا جزو اطلاق ہے اور بھیڑیاں سُور نہیں ہیں لہذا بھیڑیاں بعض حیوان نہیں ہیں لیکن یہ اُنکے حیوان ہونے کے لئے بالکل درست ہے پس کوئی لا بعض د نہیں ہے کل لا ء ہے کہ ساتھ درست ہے اور جو اس کے معنے ہیں وہ یہ ہیں کہ بعض ء لا نہیں ہیں خواہ کوئی لا ء ہو خواہ نہو یہ مشتبہ رہجاتا ہے۔ سالبۂ جزئیہ باقی رہجاتا ہے بعض لا کوئی د نہیں ہے اور بعض لا بعض ء نہیں ہے۔ پھر پہلا قائم رہیگا لیکن دوسرے کے معنے کیا ہیں؟ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ بعض لا ہر گز ء نہیں ہیں جیسے بعض حیوان ہر گز سُور نہیں ہیں بلکہ کچھ اور ہیں (جیسے بھیڑیں یا گائیں) کیونکہ یہ صورت بعض لا کوئی ء نہیں ہے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ بعض ء کے (افراد) میں جو کہ بعض لا کے (افراد) سے جداگانہ ہیں یعنے گو کہ بعض لا ء ہو لیکن وہ ہر ء نہیں ہیں۔ بعض قاتل نہیں پکڑے جاتے معنے رکھتا ہے لیکن بعض قاتل بعض پکڑے جاتے نہیں ہیں اگر اس کے کچھ معنے ہیں تو یہ ہیں از بسکہ مچھلیاں اور کرکٹ کے گینند بھی پکڑے جاتی ہیں اور بعض قاتل وہ نہیں ہیں اسطرح کہ اگر قضیۂ کاذبہ ہو تو وہ مچھلیاں اور کرکٹ کے گیند اور ہر چیز جو کبھی پکڑی جاتی ہے۔ یہ نقیض محال تصدیق کی ہے بعض لا کل ء ہے۔ لیکن چونکہ وہ تصدیق کبھی نہیں بناتے اس لیئے ہم کو اُس کے نقض کرنیکی بھی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم یہ وہ صورتیں تصدیق کی ہیں جن کے اب تک فرو گذاشت[1] کرنے پر محمول کی تقدیر کرنے سے منطق ہی کو مردود کیئے دیتے ہیں۔

---

[1] ہم بعض صورتیں پیش کرتے ہیں جن کو صاحبان کمیت محمول نے

پس آٹھوں صورتوں میں تصدیقات کی جن کے محمولات کی تقدیر
کی گئی سوائے ع و و (سالبۂ کلیہ سالبہ جزئیہ) کے سب فاسد ہیں اور
اُن کی ترجمانی اس طرح کی جاتی ہے کہ ناواجب زور محمول کی حیثیت
اطلاق پر پڑتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی تصدیق کے محمول کے ماقبل
کل یا بعض علامت کیت لگائیں تو ہم پر پابندی عائد ہوتی ہے کہ ہم
مختلف افراد (یا انواع) جو محمول کی صفت کے ہیں اُن کا تعقل کریں
نہ کہ محض صفت یا کُلی کا۔ ہم اس کے پابند ہیں کہ محمول کے اطلاق کا لحاظ
رکھیں اور یہ ہم درحقیقت نہیں کر سکتے۔ ہم ایک حد کے اطلاق کو دوسری
حد کے اطلاق پر حمل نہیں کر سکتے۔ اگر ایک مجموعہ افراد کا یا انواع کا کسی تصدیق کا
موضوع ہو تو دوسرا مجموعہ اُس کا محمول نہیں ہو سکتا۔ کل "لا بعض د ہے"
بے معنی ہے بعض د کے یہ معنے ہم کو بتائے گئے ہیں کہ لا جماعت ر کا جُز
ہے لیکن کون جُز لا ہے؟ فرض کرو کہ جماعت د کے دو جز ہیں لا اور
ص اس کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ لا پہلا جُز ہے یہ کہنا جھوٹ
ہے کہ دوسرا حصہ ہے؛

[اس پر یہ اصرار کیا گیا ہے کہ تصدیق دو جماعتوں کے اطلاق کا مقابلہ
کرتی ہے۔ کل "لا کل د ہے" کے یہ معنے ہیں کہ جماعت لا جماعت د کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) فروگذاشت کیا ہے اگر اطلاق د کا ف ق ر ہو تو یہ تصدیق کہ
کوئی لا کوئی د نہیں ہے کے یہ معنے ہوں گے کہ کوئی لا نہ ف ہے نہ ق ہے نہ ر لیکن
اجزائے اطلاق جداگانہ لیئے گئے ہیں وہ ملا کے کیوں نہ لیئے جائیں؟ اس صورت میں
کوئی "لا کل د نہیں ہے" جس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی لا نہیں ہے ف نہ ق نہ ر۔ اسی طرح
بعض لا نہیں ہیں کل د کو لے سکتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ یہ صورتیں غیر مفید
ہیں۔ اور اسی طرح یہ ایجابی کل "لا کل د ہے" اور بعض لا کل د
ہے کے مشابہ ہیں لیکن یہ اُن پر صادق ہونے کی فضیلت
رکھتے ہیں۔ سعہ

موجود ہے (وجودی معیت رکھتا ہے)۔ کل لا بعض ء ہے کے یہ معنے ہیں کہ جماعت لا جماعت ء میں داخل ہے اور جماعت ء اُس کے ماسوا بھی ہے۔ لیکن جب جماعت لا اور جماعت ء وجودی معیت رکھتے ہیں تو وہ دو جماعتیں کیوں ہیں؟ ٹھیک ٹھیک اطلاق میں لینے سے (جیسا کہ مسئلہ تقدیر محمول کا منشا ہے) جماعت لا اور جماعت ء عام ہئیت نہیں ہے جس کا تحقق اشیاء کثیرہ میں ہوا ہے بلکہ اشیاء کا مجموعہ ہے جس میں یہ ہئیت متحقق ہوئی ہے۔ اگر جماعت لا اشیاء ہیں جن میں عام ہئیت لا کا تحقق ہوا ہے اور ء کا تحقق بھی انھیں اشیاء میں ہوا ہے تو پھر ایک ہی جماعت ہے اور ایک مجموعہ اشیاء ہے۔ اور دو جماعتوں میں مقابلہ نہ ٹھیرا۔ تو پھر آخر کار ایک جماعت لا ہے اور اس پر ء حمل کیا گیا ہے لہذا ہم ء کو اطلاقاً نہیں لیتے۔ اور اگر جماعت لا جماعت ء میں داخل ہے اس کے کیا معنے ہیں؟ فرض کرو کہ تمام افراد ء ایک جگہ جمع کیئے گئے اور لا کے افراد بھی اس انبوہ میں پائے جاتے ہیں تو جب ہم نے کہا کہ کل لا افراد بعض ء افراد ہیں تو ہم یہ معنے لیں گے کل لا، (افراد) ء کے انبوہ میں داخل ہیں تو پھر "ہمارا محمول ء نہ رہا بلکہ ء کے انبوہ میں داخل ہوا" رہا۔ ہم کو چاہیئے کہ اس کی کمیت بتائیں اس لیئے کہ کلیہ یہ ہے کہ تمام محمول کمیت کے ساتھ ہوں اب ہم کو یہ بتانا پڑے گا کہ وہ جو انبوہ ء میں داخل شدہ ہے اُس میں سے سب کے سب یا ایک حصہ ہمارا محمول ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک حصہ ہے۔ اب ہماری تصدیق اس طرح چلے گی۔ کل لا بعض اشیاء ہیں جو کہ جماعت ء میں داخل ہیں (یا ء کے افراد کے انبوہ میں)۔ لیکن داخل شدہ کونسی چیزیں ہیں؟ مثل سابق خود لا کے افراد۔ اگر یہ جواب نہ تسلیم کیا جائے اور کہا جائے بعض کے معنے ہیں "داخل در جماعت" اب ہماری یہ جدید تصدیق اس طرح چلے گی کل لا داخل در جماعت اشیاء میں ہیں کہ داخل ہیں جماعت ء میں اب یہ کثیر الالفاظ محمول ہوا اور اس کی بھی کمیت

بیان ہونا چاہیئے اور اس طرح کہنا چاہیئے کل لا بعض اشیا ہیں جو اشیاء کی جماعت میں داخل ہیں جو کہ جماعت ء میں داخل ہیں۔ وہلم جراً الی غیر النہایہ۔ تم ایک جماعت پر دوسری جماعت کے کل یا بعض کو حمل نہیں کر سکتے تم دو جماعتوں کے اطلاق کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ مثلاً جب ہم کہیں کہ مذکر بچے مونث بچوں سے شمار میں زیادہ ہیں اس صورت میں ایک جماعت دوسری جماعت پر حمل نہیں کی گئی ہے مونث بچوں میں مذکر داخل نہیں ہیں اور نہ وسعت میں زیادہ۔ تم ایک جنس کو نوع پر حمل کر سکتے ہو اور جنس بمقابلہ نوع کے زیادہ تر اطلاق رکھتی ہے۔ لیکن جنس کے اطلاق کو تم نوع پر حمل نہیں کرتے نہ اس کے کسی جز پر۔

یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ تقدیر محمول پر بحث کرتے میں ہم نے ایسی غلطیوں پر تضیع اوقات کی جو کسی طرح قابل اعتنا نہ تھیں اس میں شک نہیں کوئی درحقیقت یہ تصور کرے گا کہ علمی تصدیق سے ایسی لغویات مراد ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ تصدیق دو حدوں کے اطلاق کا مقابلہ ہے اور موضوع کو ایک جماعت میں داخل یا اُس سے خارج کیا جاتا ہے اور جماعت سے اُن کی مراد متعدد اشیا یا اقسام اشیاء ہے۔ ایسی رایوں میں یہ محالات ضمناً داخل ہیں جو روشنی میں لائے گئے۔ اور وہ رسم حدوں کی نسبت کا غذ پر بذریعۂ دوائر اضافی مقام کے تعبیر کرنے کا ہے۔ ایک دائرہ دوسرے دائرے کے باہر یا ایک دوسرے کے اندر یا ایک قطاع دائرہ کا مشترک ہونا۔ جس سے ہم کو تصدیق کے مفہوم کے بارے میں غلط فہمی ہوتی ہے وہ بھی انھیں لغویات کے انداز میں ہے جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے۔ تقسیم حدود

لہ مذہب مختار یہ ہے کہ ہر تصدیق میں موضوع کا اطلاق لیا جاتا ہے اور محمول کا مفہوم لیکن ایک مذہب یہ بھی ہے کہ طرفین از روئے اطلاق یا مصداق لیئے جاتے ہیں یعنی کل افراد لا افراد ء سے ہیں اب اس پر مصنف نے نظر کی ہے ۱۲

(جیساکہ ہم کو قیاس کے جانچنے میں اکثر کرنا پڑے گا) کے باب میں یہ بہت ہی اہم ہے کہ یہ نہ خیال کیا جائے کہ حدود تصدیق کے سب ازروئے اطلاق لیئے گئے ہیں اور ہم حدود کے مصداق کو ایک دوسرے پر منطبق کیا کرتے ہیں۔ مثلاً تقدیر محمول کی سر سبزی ایسے غلط خیال پر اور کماحقہٗ جانچ اس مسئلہ کی اسباب ضرر سے محفوظ رہنے کی ایک عمدہ تدبیر ہے[۱] اب ہم قضایا یا تصدیقات کے تقابل پر نظر

---

[۱] اسقف اعظم ٹامسن نے (قوانین تعقل ۱۸۷ - ۱۸۹) اگرچہ مسئلہ تقدیر محمول سے تعرض نہیں کیا لیکن تصدیق سالبہ غیر محصور المحمول سالبہ غیر محصور الطرفین کوئی "لا بعض ر نہیں ہے" "بعض لا بعض د نہیں ہے" کو اس بنیاد پر خارج کر دیا ہے کہ سلبی حمل کی یہ واقعی صورت نہیں ہے گو کہ قابل تصور ہو۔ یہ متصور نہیں ہوتا کہ کوئی شخص کہے کوئی چڑیا بعض حیوان نہیں ہیں یعنے فہرست زیر بحث کی صورت اور نہ ایسی تصدیق فی الواقع مذکور ہوتی ہے کیونکہ اس میں صرف ایک نمائشی سی ہے اور قوت سلب کی نہیں ہے۔ گو یہ سچ ہے مگر یہ بیان ہم کو انھیں حدود سے اور تصدیقوں کے وضع کرنے کو مانع نہیں ہے جو ایجابی صورت کی ہیں۔ کل چڑیاں بعض حیوان ہیں یہی صحیح ہے۔ اگرچہ ایسی سلبی تصدیق تصور کیجا سکے لیکن غیر مفید ہے۔ اور یہی سمجھ کے انسانوں نے اپنی روزمرہ کی گفتگو سے اور منطقیوں نے اپنے رسائل منطقیہ سے ایسی تصدیقوں کے مردود ہونے کا اعلان عام کر دیا ہے لیکن غیر منیر ہونا ایک سلبی تصدیق کا جس کی دونوں حدیں جزئی ہوں اس سے بھی زیادہ واضح ہے کیونکہ بعض "لا بعض د نہیں ہے" ایسی تصدیق ہے لا اور د کے مصداق کچھ ہی کیوں نہوں لہذا یہ تصدیق ہر صورت میں پہلے ہی سے مانی ہوئی ہے پس جزئی تصدیق کے وضع کرنے میں تحصیل حاصل کے سوا کیا فائدہ ہے۔ مثلاً میں نمک طعام کی ترکیب کی تعریف (حد) میں یہ کہوں نمک طعام کلورائڈ سوڈیم ہے[۲]۔ میرے اس قول سے دوسرے کو

[[۲] یہاں دو تصدیقوں کا مقابلہ ہے ایک نمک طعام سوڈیم کلورائیڈ ہے دوسری بعض نمک طعام بعض سوڈیم کلورائیڈ نہیں ہے یعنے اس نمکدان میں جو کلورائڈ ہے اُسکے سوا ملتانی نمک کا پہاڑ بھی کلورائڈ سوڈیم ہے یہ نمکدان کا نمک ملتانی پہاڑ نہیں ہے ۱۲]

کون مانع ہے کہ وہ نہ کہے کہ بعض نمک طعام بعض سوڈیم کا کلورائڈ نہیں ہے"

کرتے ہیں وہ قضایا جن کے موضوع اور محمول وہی ہوں لیکن اُن میں کیف یا کم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیونکہ کہنے والا یہ معنے لے سکتا ہے کہ نمک طعام اس نمکدانی میں کلورائیڈ سوڈیم [مرکب کلورائین گیس اور سوڈیم فلزی عنصر کا کھانے کا نمک ہے جو عام استعمال میں ہے] یہاں نہیں ہے۔ اس قسم کی تصدیق بالکل جعلی (کھوٹی) ہے دو وجہوں سے۔ یہ کسی چیز کا سلب نہیں کرتی کیونکہ یہ کسی طریقۂ ایجابی کو مانع نہیں ہے۔ یہ کسی بات کا فیصلہ نہیں کرتی چونکہ اسکا صدق پہلے ہی سے مانا ہوا ہے دونو تصوروں کے باب میں چاہیئے وہ کوئی سے تصور کیوں نہوں قابل تصور طریقوں کی فہرست میں یہ دونوں جگہ پانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اس جلے میں قابل تضحیک مائیت عہ اور آو کی نہایت عمدگی سے ظاہر کردگئی ہے اور یہ کہنا کہ یہ صرف نمائشی ہیں اور اُن میں قوت سلب کی نہیں ہے بالکل درست ہے۔ لیکن یہ سلبی تصدیقیں کس طرح ہوسکتی ہیں؟ سلبی تصدیق ایک فعل تعقل کا ہے جو سلب کا موجب ہوتا ہے نہ کہ ایک جملہ جو صرف کاغذ پر سلبی دکھائی دیتا ہو۔ یہ ملاحظہ ہوسکتا ہے کہ ہم ہی صرف نہیں کہہ سکتے بعض نمک بعض کلورائیڈ سوڈیم نہیں ہے بلکہ مثل اُسکے یہ بھی سچ ہے کہ بعض نمک [یعنے اس نمکدان کا نمک پنساری کی ہانڈی کا نمک نہیں ہے ۱۲] بعض نمک نہیں ہے یعنے اس کے یہ معنے ہوئے کہ یہ ٹکڑا نمک کا وہ دوسرا ٹکڑا نہیں ہے۔ یہ نہایت کامل طریقہ حل کرنیکا ہے۔ صرف تقدیر محمول کی اس میں نہیں ہے یہ سچ ہے کہ افراد میں تمیز کرنا علیحدہ امر عقلی ہے اور ایک صفت کا کسی موضوع سے سلب کرنا اور امر عقلی ہے۔ یہ فرق علامت کے ذریعے سے تعبیر کرنیکی عام صورت میں "لا، نہیں ہے" نظر سے بچ جاتا ہے۔ یہ فرق سیاق سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ ہم تعلقات افراد کے نہ اس طرح تعقل کرتے ہیں نہ تصدیق کرتے ہیں جسطرح کلیات کے تعلقات کا یا ایک موضوع کے اوصاف کا تعقل اور اُس کے بارے میں تصدیق کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ ایک طرح کا مجاز ہے کہ ہم تمام ممکنہ تصدیقوں کو چار صورتوں میں داخل کر لیتے ہیں۔ مجاز اسمیں یہ ہے کہ ہم افراد واشخاص سے وہی سلوک کرتے ہیں جو کلیات سے کرتے ہیں۔ اسکو ذہن میں رکھنا مناسب ہے کہ صورت تصدیق کی حقیقۃً مختلف ہے (اگرچہ تفریق مادہ کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے جیساکہ ابھی کہا گیا تھا۔ کیونکہ پھر ہم کہتے ہیں صورت اور مادہ ٹھیک ٹھیک جدا نہیں کیئے گئے جیساکہ ظرف اور جیلی جو اُس ظرف میں بھری ہوئی ہے۔ اس کی صورت یکساں ہوتی ہے خواہ حدود جزئی ہوں خواہ کلی) تاہم بعض مقاصد مسئلہ قیاس (سولوجسموس) کی بنا پر ہم اس فرق کی طرف اعتنا نہیں کرتے۔ لیکن حقیقی اختلاف تصدیقات کا محمول کی کمیت ظاہر کرنے سے نہیں پہچانا جاتا۔ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ بجائے توضیح صحیح ہیئت تعقل کے سیدھی سادی تصدیقوں کو بھی توڑ مروڑ کے غلط کر دیتا ہے۔ ۱۲

یا دونوں کے اعتبار سے فرق ہو ایک دوسرے کے مقابل کہلاتے ہیں چار صورتیں ا ع ی و قضایائے چار طرح کے تقابل کے مقتضی ہیں :-

(۱) ا ۔ ع انمیں کیف کا اختلاف ہے اور دونوں کلی ہیں ان میں تقابل[1] تضاد ہے (ایک دوسرے کا ضد ہے) ہر بات ارسطاطالیس کی فلسفہ میں سچ ہے کوئی بات ارسطاطالیس کی فلسفہ میں سچ نہیں ہے یہ قضیئے ایک دوسرے کی ضد ہیں

(۲) ی ۔ و اُن میں کیف کا اختلاف ہے دونوں جزئی ہیں بعض امور ارسطاطالیس کے فلسفے میں سچے ہیں بعض امور ارسطاطالیس کے فلسفے میں سچے نہیں ہیں ان کو (داخلتان) تحت التضاد کہتے ہیں :-

(۳) ا ۔ و ع ۔ ی ان میں کیف اور کم دونوں میں اختلاف ہے ۔ انکو متناقضین کہتے ہیں ۔ مثلاً ہر امر ارسطاطالیس کے فلسفے میں سچ ہے ۔ بعض امر ارسطاطالیس کے فلسفے میں سچ نہیں ہیں کوئی مسلمان موت سے نہیں ڈرتا بعض مسلمان موت سے ڈرتے ہیں :-

(۴) ا ۔ ی ۔ ع ۔ و اُن میں باعتبار کمیت اختلاف ہے کیف کا اختلاف نہیں ہے اُن کو (داخلتان) تحت التقابل کہتے ہیں ۔ متضاد اور متناقض

---

[1] ضدین وہ ہیں جو کسی میزان میں ایک دوسرے سے انتہائی بعد رکھتے ہیں جیسے سفید و سیاہ روشنی کی میزان میں بلند ترین پست ترین ارتفاع یا عرض وغیرہ کی میزان میں کمیت کی میزان میں ضدین ایک دوسرے سے انتہائی دوری پر ہیں ایک حکم کرتا ہے کل کے صدق پر دوسرا کل کے کذب پر ۔ مفہوم تناقض کا تخصیص کے ساتھ تصدیقات سے تعلق رکھتا ہے حدود سے تعلق نہیں رکھتا ہے ۔ اگرچہ بعض اوقات حدود پر بھی اُس کو استعمال کرتے ہیں ا اور لا ۔ ا کبود اور ناکبود وغیرہ کو حدود متناقض کہتے ہیں ۔ لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ بعض لا ۔ ا کوئی حد نہیں ہے ایجابی مضمون کا ہونا ضروری ہے ۔ قدیم کتب منطقیہ میں اُس کو منشاء انتزاع کہتے ہیں مثلاً انسان اور لا انسان میں منشاء انتزاع انسان ہے جبکہ منشاء انتزاع موجود نہو کسی انکار وجود سے خارج یا ذہن میں اُس وقت متناقضین نہیں بن سکتے دیکھو کتاب منطق بریڈلے صفحہ ۱۱۹ جس میں کہا گیا ہے کہ جملہ حدود جس میں تباین یا تنافی ہے اون کو متضاد سمجھنا چاہیئے مثلاً کبود اور سرخ منطق میں تضاد کو محض تباین کہنا چاہیئے ۔

حدود عام استعمال میں ہیں اگرچہ کبھی متساوی سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ تحت التقابل اور تحت التضاد کی نقشۂ[1] ذیل سے معلوم ہوگی جو کہ قدیم سے چلا آتا ہے :۔

ا موجبۂ کلیہ متضادین ع سالبۂ کلیہ

داخلان تحت التقابل متناقضین متناقضین داخلان تحت التقابل

ی موجبۂ جزئیہ داخلتان تحت التضاد و سالبۂ جزئیہ

ی (موجبۂ جزئیہ) کو ا موجبۂ کلیہ کے اور و (سالبۂ جزئیہ) کو ع سالبۂ کلیہ کے تحت میں رکھا ہے اسی سبب سے کہ تنویع میں ہم نوع کو جنس کے تحت میں رکھتے ہیں جس حد کا اطلاق کشادہ ہے اُس کو تنگ کے اوپر رکھتے ہیں ا اور ی ع اور و تحت التقابل کہلاتے ہیں کیونکہ ہر زوج میں ایک دوسرے کے ماتحت ہے۔ ی و تحت التضاد کہے جاتے ہیں کیونکہ وہ متضادین کے تحت میں ہیں یعنے ا اور ع کے جو اُن کے کلیہ ہیں :۔

یہ قابل لحاظ ہے کہ قضیۂ کلیہ کے نقض کے لیئے خواہ موجبہ ہو خواہ سالبہ صرف اس قدر ضروری ہے سلب جزئی یا ایجاب جزئی ثابت کیا جائے ہر بات ارسطاطالیس کے فلسفے میں سچی ہے اس کی تردید اُس کے فلسفے میں کوئی بات جھوٹی دکھا دینے سے ہو سکتی ہے کوئی امر ارسطاطالیس کے فلسفے میں سچا نہیں ہے اس کی تردید کسی امر کو سچا ثابت کر دینے سے ہو سکتی ہے۔ اس قضیے کی

---

[1] یہ لوح اسی طرح منطق کی قدیم کتب مثلاً شیخ کی کتاب منطق الشفا میں اور محقق طوسی کی منطق التجرید میں موجود ہے البتہ ا ی ع و علامتیں جدید ہیں ۱۲۔

تردید کل انسان جھوٹے ہوتے ہیں اس قول سے ہوتی ہے' نہ کل' نہ اس قول سے کل نہیں'۔ لیکن بلاشک بڑے میں چھوٹا داخل ہے ہم ایک قضیے کی تردید اس کی ضد سے کیا کرتے ہیں یا اسی طرح تناقض کے ثبوت سے۔ لہذا عام بول چال میں کہا جاتا ہے کہ ہم نے نقض کیا جبکہ ہم ایسا قضیہ پیش کریں جس کا صدق اُس سے منافات رکھتا ہو خواہ متضاد ہو خواہ تناقض اور چونکہ متضادین میں زیادہ غلطی کا الزام ہے بہ نسبت تناقض کے (کیونکہ اگر کوئی شخص مجھ سے کہے کہ تمام حیوانات تعقل کرتے ہیں تو میں اُس کو یہ جواب دوں کہ کوئی جانور تعقل نہیں کرتا تو اس میں زیادہ غلطی کا الزام ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کہوں بعض حیوان تعقل نہیں کرتے) پس ایک معنے سے نقض کا مفہوم اس میں زیادہ تکمیل کے ساتھ ہے۔ یہ مناسب ہے کہ ا اور ع کی نسبت اور اُن کے جزئیہ ی اور و کے ساتھ نسبت کے لئے جداگانہ لفظ ہوں مگر منطق میں دوسری نسبت کے لئے لفظ تقابل تناقض پر حصر کیا ہے اگر کسی قضیے کا صدق[1] مفروض ہو تو ہم کو فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ مقابل قضیوں سے کون صادق ہے اور کون کاذب اور اس اطلاع کی بنیاد پر کون مشکوک رہجاتا ہے۔ کیونکہ متضادین میں سے دونوں سچے نہیں ہو سکتے ہیں پس اگر ا کا صدق مفروض ہے ع کا جھوٹا ہونا ضروری ہے اور بالعکس: لیکن ہو سکتا ہے کہ دونوں جھوٹ ہوں کیونکہ یہ ضرور نہیں ہے کہ کل بچے ناگوار ہوں نہ یہ کہ کوئی بھی ناگوار ہو پس اگر ایک کا کذب معلوم ہو تو دوسرا مشکوک رہتا ہے۔ تناقضین میں دونوں سچے نہیں ہو سکتے اور دونوں جھوٹے بھی نہیں ہو سکتے۔ پس اگر ا ع ی یا و کا صدق مفروض ہو تو و ی ع یا آ بہ ترتیب جھوٹے ہوں گے اور بالعکس۔ تحت التقابل قضایا میں دونوں سچ ہو سکتے ہیں یا دونوں جھوٹے

---

[1] اس تفصیل کو ان کلیوں کے تحت میں لانے سے طالب علم کو کمال سہولت ہوگی۔ یہ تین کلیے ہیں۔ (۱) جزئی تابع ہے اپنے کلی کا صدق میں (۲) کلی تابع ہے اپنے جزئی کا کذب میں (۳) تناقضین میں اگر ایک سچ ہو تو دوسرا جھوٹ ہوگا اور اگر ایک مشکوک ہو تو دوسرا بھی مشکوک ہوگا۔

یا جزئی سچ اور کلی جھوٹ ہوسکتا ہے۔ لیکن جزئی جھوٹ نہیں ہوسکتا جبکہ اُس کا کلی سچ ہو کیونکہ کل میں جزو داخل ہے پس اگر ا یا ع کا صدق مفروض ہو تو ی یا و سچے ہیں اور ی یا و کا کذب مفروض ہو تو ا اور ع بھی کاذب ہیں لیکن ا یا ع کا کذب مفروض ہو تو ی۔ اور و مشکوک رہتے ہیں اور اگر ی اور و کا صدق مفروض ہو تو ا اور ع مشکوک رہتے ہیں تحت التضاد قضایا سے دونوں کاذب نہیں ہوسکتے کیونکہ اس صورت میں اُن کے کلیے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں دونوں سچے ہوں گے۔ لیکن وہ دونوں (ی و) سچے ہوسکتے ہیں ٹھیک اُسی طرح جیسے متضادین سے دونوں جھوٹے ہوسکتے ہیں۔ اس لیے اگر ی کا کذب مفروض ہو تو و صادق ہوگا اور بالعکس لیکن ی کا صدق اگر مفروض ہو تو و مشکوک رہے گا اور بالعکس ؛

دو متضاد یا دو متناقض قضیوں میں ایک کو بہ مقابلہ دوسرے کے پیش کرسکتے ہیں یعنے ایک کا ہم انکار کریں اور دوسرے کو اُس کی جگہ پیش کریں اور دو تحت التقابل قضیوں میں ہم جزئیہ مقابل میں کلیے سے پیش کرسکتے ہیں (یعنے بر خلاف اُس کے)۔ اگر کسی نے کہا کہ بعض حیوان تعقل کرتے ہیں تو ہم اُس کے جواب میں نہیں کہہ سکتے نہیں بلکہ کل تعقل کرتے ہیں مگر جو وہ کہے کہ کل حیوان تعقل کرتے ہیں تو ہم جواب میں کہیں نہیں بلکہ بعض تعقل کرتے ہیں۔ تحت التضاد قضایا میں سے ایک کو دوسرے کے خلاف نہیں پیش کرسکتے۔ بعض حیوان تعقل کرتے ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہیں بلکہ بعض تعقل نہیں کرتے یا اگر وہ کہے بعض حیوان تعقل نہیں کرتے تو ہم کہیں نہیں جھوٹ ہے بلکہ بعض تعقل کرتے ہیں یہ جواب درست نہیں ہیں بیشک ہم اس بیان پر کہ بعض حیوان تعقل کرتے ہیں یہ جواب دے سکتے ہیں ہاں مگر بعض تعقل نہیں کرتے یا اگر وہ بیان کرے بعض حیوان تعقل نہیں کرتے تو ہم کہہ سکتے ہیں ہاں مگر بعض تعقل کرتے ہیں۔ ان صورتوں میں جزئی قضیہ بعض تعقل کرتے یا بعض تعقل نہیں کرتے ہیں جو قضیہ تحت التضاد اس کے مقابل کہا جائے وہ اُس کے خلاف نہیں ہے۔ بعض تعقل کرتے ہیں یا بعض

تعقل نہیں کرتے بلکہ کلیوں کے خلاف میں کل حیوان تعقل کرتے ہیں" یا کوئی حیوان تعقل نہیں کرتا" کیونکہ خوف ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم نے کلیے کو تسلیم کرلیا ہے جب ہم اس کو تسلیم کرلیں کہ بعض تعقل کرتے ہیں یا بعض تعقل نہیں کرتے۔ اس لیئے اس پر اصرار کیا گیا ہے کہ ہم کو نہ چاہیئے کہ تحت التضاد قضیے کو معارض کہیں۔ یا اُن کو تقابل کی فہرست میں داخل کریں۔ اگرچہ ان میں تعارض نہیں ہے لیکن بالجملہ تقابل ضرور ہے لہٰذا ان کو اس فہرست میں ہمیشہ داخل رکھا گیا ہے۔ کسی قضیے کا صدق یا کذب مفروض ہو تو جس عمل سے ہم اس کے مقابل قضایا کے صدق یا کذب یا مشکوکیت کا تصور حاصل کرتے ہیں وہ قطعاً صوری ہے۔ قضیے کے مادے کو اُس میں کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ بلکہ محض صدق وکذب کے اعتبار سے اُس کا ضروری تعلق قضایا کے کیف و کم سے ہے جن کے موضوع اور محمول ایک ہوں۔ اور چونکہ سوائے اس کے قضیہ مبحوث عنہ صادقہ ہے یا کاذبہ اور کسی قسم کے علم کی باقی تین[۳] قضیوں کی نسبت ضرورت نہیں ہے لہٰذا اس استدلال (اگر اس کو استدلال کہہ سکیں) کو استدلال بلا واسطہ کہتے ہیں :۔

---

[۱] ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ بعض ہیں اور بعض نہیں یہ قضیے درحقیقت مقابل یا معارض نہیں ہیں بلکہ ان میں لفظی تقابل ہے دیکھو کتاب انالوطیقیہ ۱۲ مصم

استدلال ایک عقلی طریق عمل ہے جبکہ ایک تصدیق یا زیادہ تصدیقوں سے ابتدا کر کے ایک اور تصدیق جو کہ پہلی تصدیق یا تصدیقوں سے ضرورۃً پیدا ہوتی ہے تمام ہو اس پچھلے قضیے کو بالنسبت اُس تصدیق یا اُن تصدیقوں کے جس سے یا جنسے عمل شروع ہوا تھا نتیجہ کہتے ہیں ضرور ہے کہ یہ تصدیق اُس یا اُن کے مقابلے میں جدید تصدیق ہو بالفاظ جدید اصلی بیان کو ادا کرنا استدلال نہیں ہے مثلاً ترجمہ استدلال نہیں ہے۔ اکثر جدید تصدیق دو تصدیقوں کے وضع کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ گویا کہ اُن دونوں سے جو کچھ نکل سکے اُس کا نکالنا۔ لیکن چند نتائج جو کہ بظاہر دو تصدیقوں کو ملا کر رکھنے سے نہیں بلکہ صرف ایک ہی تصدیق میں دونوں حدوں کی باہمی نسبت سے نکلتے ہیں۔ اس کو استدلال بلا واسطہ کہتے ہیں صرفی معنوں کے لحاظ سے (بمقابلہ قیاس یا (سولوبسموس) یہ نتیجہ بغیر استعمال حد اوسط کے نکلتا ہے: یا اور کبھی عام لفظوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفروضہ تصدیق سے دوسری تصدیق نکالتے ہیں۔ بغیر کسی اور واسطہ کے ہمارا ذہن ایک سے دوسری تصدیق کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ باب گذشتہ کے آخر میں کہا گیا تھا کہ جب ہم ایک قضیہ مفروضہ کے صدق یا کذب سے اُس کے چند متقابل قضیوں کے صدق یا کذب یا مشکوکیت پر استدلال کرتے ہیں تو ہم عمل استدلال بلا واسطہ کام میں لاتے ہیں۔ اب ہم دوسری صورتیں استدلال بلا واسطہ کی ملاحظہ کریں گے

جن میں عکس تحصیل یا عدول اور عکس نقیض خاص صورتیں ہیں ؛۔
اگر کسی قضیے کا محمول موضوع بنایا جائے اور بالعکس تو کہا جائے گا کہ اُس کا عکس کیا گیا۔ اُس کا کیف (ایجاب سلب) بحال رہتا ہے: جیسے کوئی سچا مسلمان سور کا گوشت نہیں کھاتا اس کا عکس یہ ہوگا جو شخص سور کا گوشت کھاتا ہے سچا مسلمان نہیں ہے۔ اصلی قضیے کو معکوس کہتے ہیں اور اس جدید قضیے کو عکس۔ کس قضیے کا کس طریقے سے عکس ہو سکتا ہے یہ قضیے کی صورت ا ع ی و پر موقوف ہے: کیونکہ عمل عکس نا درست ہے جب تک کہ اس ضابطے کے موافق نہ ہو:۔
کوئی حد جو قضیہ معکوسہ میں محصور یا مستغرق نہیں ہے وہ عکس میں بھی محصور یا مستغرق نہیں ہو سکتی۔ قضیۂ ا کا عکس ساتھ تقیید کے ہوتا ہے: ع اور ی کا عکس بسیط (غیر مقید) ہوتا ہے اور و کا عکس نہیں ہو سکتا جب تک کہ محصلہ سے معدولہ نہ بنایا جائے ؛۔
قضیے کا عکس بسیط اُس صورت میں ہوتا ہے جبکہ کمیت عکس اور معکوس کی ایک ہی ہو۔ قضیہ سالبۂ کلیہ ع میں دونوں حدیں مستغرق ہوتی ہیں قضیۂ موجبۂ جزئیہ ی۔ میں دونوں حدیں غیر مستغرق ہوتی ہیں لہذا عکس بسیط موضوع اور محمول میں باہم جگہ کے بدلنے سے کوئی حد جو پہلے سے مستغرق نہیں ہے وہ مستغرق نہیں ہو جاتی۔ اسطرح ع میں کوئی لا ء نہیں ہے کا عکس کوئی ء لا نہیں ہے ہی رہتا ہے کوئی وکیل پادری نہیں ہے کوئی پادری وکیل نہیں ہے۔ کوئی حقیقی شاعر میکالے کی مثنوی کی قدر نہیں کرتا۔ جو شخص میکالے کی مثنوی کی قدر کرتا ہے حقیقی شاعر نہیں ہے۔ کوئی سانپ اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتا کوئی شیر دہ جانور سانپ نہیں ہوتا۔ چیدم نام شخص جھوٹا پٹ نہیں ہے جھوٹا پٹ چیدم نہیں ہے :۔
اب دیکھو ی بعض ء لا ہے بعض لا ء ہے مثلاً بعض ہیرے سیاہ ہوتے ہیں بعض سیاہ پتھر ہیرے ہوتے ہیں۔ بعض ہمیشہ بہار بوٹیاں شگفتگی سے پھول لاتی ہیں۔ بعض شگفتگی سے پھول لانے والی بوٹیاں ہمیشہ بہار ہیں۔

بعض فتوحات زیادہ مہلک ہوتی ہیں بہ نسبت شکست کے۔ بعض امور زیادہ مہلک بہ نسبت شکست کے فتوحات ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک قضیے کا عکس مقید یا بالعرض ہوا جب کہ قضیہ خود کلیہ ہو اور اُس کا عکس جزئیہ ہو۔ قضیہ موجبہ کلیہ میں آ کا حمل کل لا پر ہوتا ہے لیکن دوسرے موضوعات ف ق د سے بھی اس کا اتصال ہو سکتا ہے لہذا ضرور نہیں ہے کہ ہر شئے جو آ ہو وہ لا ہو ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض آ لا ہے۔ اصطلاح تقسیم کے موافق موضوع مستغرق ہے اور محمول غیر مستغرق ہے۔ اگر ہم صرف تبدیل مقام کر دیتے ایک کی جگہ پر دوسرے کو رکھ دیتے تو۔ اصلی محمول قضیہ کلیہ کا محمول ہوکر مستغرق ہو جاتا۔ کیونکہ کل گلاب پت جھڑے ہوتے ہیں تو اس کا عکس یہ ہوتا کل پت جھڑے درخت گلاب ہیں پس ہم کو چاہیئے کہ اُس حمل میں جو کہ اصلی پت جھڑے محمول کا موضوع گلاب پر ہے قید لگا دیں اسی لیئے ایسا عکس عکس مقید کہلاتا ہے اس وجہ سے موجبہ کلیہ آ کا عکس موجبہ جزئیہ ی ہو جاتا ہے کل لا د ہے بعض د لا ہے ہوگا۔ کل انسان فانی ہیں۔ بعض فانی انسان ہیں۔ کل رومن پادری مجرد رہتے ہیں۔ بعض مجرد رہنے والے رومن پادری ہیں۔ کل مثلث متساوی الساقین کے قاعدے پر کے زاویے مساوی ہوتے ہیں۔ بعض مثلث جن کے قاعدے پر کے زاویے متساوی ہوں مثلث متساوی الساقین ہوتے ہیں ؛

اخیر مثال میں مہندس یہ چاہیں گے کہ عکس بسیط کیا جائے اور اسطرح کہیں کہ ہر مثلث جس کے قاعدے پر کے زاویے مساوی ہوں مثلث متساوی الساقین ہے۔ ایک مہندس کی حیثیت سے وہ غلطی نہیں کرتا لیکن اُس کی تصحیح کے لیئے صرف علم جیومطریہ کی ضرورت ہے محض منطق سے کام نہیں چلتا۔ عکس میں ہم کو صرف قضیے کی صورت کا لحاظ کرنا ہوتا ہے پس یہ دیکھنا ہوگا کہ ازروئے صورت کیا عکس ہوتا ہے خواہ ا ہو خواہ ع خواہ ی خواہ و۔ اس اعتبار سے یہ قضیہ کہ کل مثلث متساوی الساقین کے قاعدے پر کے زاویے برابر ہوتے ہیں اس قضیے سے کہ ہر مثلث متساوی الساقین

کے تینوں زاویے ملکے دو قائمے کے برابر ہوتے ہیں کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ منہدس جانتا ہے کہ اس اخیر قضیے سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ کل مثلث جس کے تینوں زاویے ملکے برابر دو قائمے کے ہیں مثلث تساوی الساقین ہیں پس اسی طرح پہلے قضیے سے بھی از روے منطق یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہر مثلث جس کے قاعدے پر کے زاویے برابر ہوں وہ مثلث تساوی الساقین ہے۔اس قضیے کی صورت کل لا د ہے کا صرف یہی عکس درست ہے کہ بعض د لا ہے۔ اس عکس کے لیئے کہ کل د لا ہے ہم کو معلوم ہونا چاہیے کہ لا اور د سے ہر ایک دوسرے کے لیئے ضروری ہے۔ اوران دونوں کی اضافت کوئی امر عرضی نہیں ہے۔ یہ مقصود اس سے نہیں حاصل ہوتا کہ ایک کا حمل دوسرے پر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اضافت محمول کی طرف موضوع کے عرضی بھی ہو سکتی ہے اور ذاتی بھی۔ کم از کم عرضی ضرور ہوگی پس قضیے کی محض صورت سے ہم کو صرف اسی قدر حق حاصل ہے کہ محمول کو موضوع پر بالعرض حمل کریں قضیہ اگو اس طرح عکس کریں کہ گویا د ایک عرض ہے لا کا۔ اس سے زیادہ کا ہم کو حق نہیں ہے اسی وجہ سے عکس تقییدی کو عکس عرضی کہتے ہیں۔ اگر د لا کا عرض ہو اور منطبق ہو اُس فرد موضوع لا پر تو لا محمول ہوگا اُسی فرد پر جس میں د کی ہیئت کا انطباق ہوا ہے ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ بعض د لا[1] ہے۔

---

[1] بلکہ اگر یہ بھی معلوم ہو کہ محمول موضوع کے لیئے ذاتی ہے تو ہم کو عکس عرضی ہی کرنا چاہیئے اگر محمول جنس ہو مثلاً کل انسان حیوان ہیں کا عکس بعض حیوان انسان ہیں۔ ہم حیوان کو انسان کا عرض نہیں کہہ سکتے لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بالعرض ہے کہ ایک حیوان انسان ہوا اس معنے سے کہ جو شرایط تکوین حیوان کے لیئے ضروری ہیں چاہیئے کہ اُس کا انطباق اُن خاص شرائط کے ساتھ ہو جو خلق انسان کے لیئے ضروری ہیں اس صورت میں حیوان انسان ہوگا۔ لفظ انطباق بہت مناسبت نہیں رکھتا (نہ اسی وجہ سے اضافت انسان کی ساتھ حیوان کے عرضی کہی جاتی ہے)

سالبۂ جزئیہ میں (و) میں موضوع غیر مستغرق اور محمول مستغرق ہوتا ہے اگر یہاں تبدیل مقام کر دیں تو موضوع سالبہ کے محمول ہونے کی وجہ سے عکس میں مستغرق ہو جائیگا حالانکہ قضیہ اصلیہ میں غیر مستغرق ہے اور چونکہ قضیہ سالبہ کا محمول مثل موضوع قضیئے کے علامت جزئیت لگا کے مقید نہیں ہوسکتا پس قضیہ و کا عکس نہیں ہوسکتا۔ مگر صرف سلب حد میں لگانے (یعنے قضیے کو معدولہ بنانے) سے اس عمل کو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ جب ہم علامتوں کا استعمال کرتے ہیں اور بعض "لا د نہیں ہے" سے تجاوز کر کے بعض د لا نہیں ہو جانے کو منع کرتے ہیں تو اس کے معنے کا تحقق کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ دونوں قضیے معاً صحیح ہوں مثلاً بعض فری میسن آزادانہ خیال رکھتے بعض آزاد خیال رکھنے والے فری میسن ہوتے ہیں لیکن گو کہ بعض لا د نہیں ہے اور بعض د لا نہیں ہے۔ دونوں معاً سچے ہوں لیکن ہم ایک صورت سے دوسری صورت پر تجاوز کرنے کے مجاز نہیں ہیں اور یہ ایسی مثال ہے جیسے کہ اخیر میں دیگئی ہے اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے واضح ہوسکتا ہے (جس میں دونوں قضیئے صادقہ ہیں) ایک دوسرے کے ساتھ۔ مثلاً بعض انسان عیسائی درویش نہیں ہیں بعض عیسائی درویش انسان نہیں ہیں صورتاً دونوں قضیے (بعض فری میسن آزاد خیال نہیں ہیں اور بعض انسان عیسائی درویش نہیں ہیں یکساں ہیں۔ اسی وجہ سے عکس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیونکہ صرف ذہن میں اُن شرائط کو جو کہ حیوان کی تکوین کے لیئے ضروری ہیں اُن شرائط سے جو کہ کسی خاص نوع کی تکوین کے لیئے ضروری ہیں علٰحدہ کر سکتے ہیں۔ مستقل سلسلے میں انطباق نہیں ہوتا جبکہ ایک سلسلہ حوادث کا ایک گاڑی کو ایسے نقطے پر لائے جہاں سیلاب نے ظفرات (ریل کی پٹری) کو بہا دیا ہو اور اُس کا نتیجہ ریلوے ناگہانی عرض ہو لیکن استعمال دونوں صورتوں میں متماثل ہے ۱۲
اس موقعے پر اردو میں لفظ اتفاق زیادہ مناسب ہے ۱۲

پہلی صورت میں بھی نا درست ہے کیونکہ پچھلی صورت میں نا درست ہے بے شک یہ غیر ممکن ہے کہ قضیوں کے عکس میں حدود کو مثل علامات کے استعمال کریں اور معکوس پر محض ضابطہ استغراق حدود پر عمل کریں بغیر اس کے کہ حدود کے مفہوم پر نظر کی جائے۔ قضیۂ سالبہ کلیہ ع میں جبکہ دونوں حدیں اسم خاص ہوں تو عمل عکس سے ایک مختلف احساس ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ جس قضیے میں موضوع حد عینی عام ہوا اور محمول اسم صفت ہو۔ کسی جج کو امور تمدن میں دخل دینے کا حق نہیں ہے اس قضیے سے جب اُس قضیے کی طرف کہ کوئی شخص جو امور تمدن میں دخل دیتا ہے جج نہیں ہے انتقال ذہن ہوتا ہے تو ہم کو مختلف احساس ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ چیدم "چھوٹا پٹ نہیں ہے" سے انتقال ذہن "چھوٹا پٹ چیدم نہیں ہے" کی جانب ہوتا ہے۔ یہ کہنا کوئی شخص جس کو تمدن میں دخیل ہونے کا حق ہے جج نہیں ہے فطرت کے خلاف ہے البتہ یہ کہنا موافق فطرت کے ہے کہ جو شخص تمدن میں دخیل ہوتا ہے اُس کو جج ہونے کا کوئی حق نہیں لیکن یہ قضیہ اصل قضیے کا عکس نہیں ہے یہ دونوں قضیے فطرت کے موافق ہیں چیدم "چھوٹا پٹ نہیں ہے" "چھوٹا پٹ چیدم نہیں ہے"۔ خواہ ہم ایک کا ذکر کریں خواہ دوسرے کا۔ کیونکہ ذہن کی نسبت دو شخصوں کے ہر فرد کی جانب یکساں ہے۔ اور ایک دوسرے سے تمیز کرنا بالکل ایک ہی سی بات ہے۔ لیکن ہمارے حقوق حیثیت پر موقوف ہیں نہ بالعکس۔ لہذا یہ بالکل طبیعی بات ہے کہ اگر ایک شخص خاص حیثیت رکھتا ہے تو بعض حقوق اُس کے لیئے ممنوع ہوں لیکن جو شخص وہ حقوق رکھتا ہے اُس کے لیئے حیثیت کا ممنوع ہونا طبیعی[1] نہیں ہے۔ اُس کی اور مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں۔ وہ قضیہ جس کی دونوں حدیں شخصی ہوں موجبۂ کلیہ ا ہے لیکن اس کا

---

[1] طبیعی کی جگہ اس محل پر ہم لوگ عادت کہتے ہیں ۱۲-

عکس بالعرض نہیں ہوسکتا۔ چیدم ڈراپٹ ہے اس کا عکس صرف یہ ہوسکتا
ہے ڈراپٹ چیدم ہے (اورنگ زیب عالمگیر ہے عالمگیر اورنگ زیب
ہے) اگر موضوع شخصی ہو اور محمول نہ ہو تو عکس محض صوری ہوگا مگر اُسکے
کچھ معنے نہوں گے سحبان فصیح تھا اس کا عکس یہ ہوتا ہے ایک فصیح
آدمی سحبان تھا۔ گو ہم اس کو لکھ دیں لیکن پچھلا قضیہ بعینہ وہی معنے
رکھتا ہے جو کہ پہلے قضیئے کے ہیں ہم سحبان کو ایک فصیح آدمی پر حمل
نہیں کر سکتے کیونکہ وہ کلی ہے اور یہ شخصی جزئی حقیقی۔ پھر دیماستھنیس
اور سسرو بڑے خطیب اگلے زمانے کے تھے ہو جاتا ہے بڑے خطیب
اگلے زمانے کے دیماستھنیس اور سسرو تھے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بعض
خطیب اگلے زمانے کے دیماستھنیس اور سسرو تھے اس صورت
میں قضیئے کے معنے بدل جاتے ہیں تفضیل کل گھٹ کے تفضیل بعض
رہجاتی ہے۔ بعض انسان عیسائی ہیں درست ہے بعض عیسائی انسان
ہیں نادرست۔ بول چال کے لحاظ سے مذہب صرف انسانوں ہی
سے متعلق ہوسکتا ہے ہم ایک وصف پر جزءاً ایسے موضوع کو جس کا
تصور مقدم ہے حمل نہیں کرتے۔ ایک مشکل اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب
قضیہ کلیہ نہو لیکن محمول کی وسعت کا کوئی تخمینہ دیا گیا ہو جس انداز سے
وہ موضوع کو مخصص کرتا ہو مثلاً ایسے الفاظ کے استعمال سے جیسے اکثر
یا چند مثلاً اکثر بڑے آدمی نسباً مجہول ہیں۔ اس کا عکس یہ ہونا چاہیئے بعض
مجہول النسب اکثر بڑے آدمی ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی اس طرح کلام نکریگا
کیونکہ اندازہ اکثر تعلق رکھتا ہے بڑے آدمیوں سے اطلاق کے اعتبار
سے پس اس کا حمل مجہول النسب پر نہیں ہوسکتا۔

یہ کہنا لغو ہے کہ عکس محض صوری حل ہے ہم کو چاہیئے کہ قضایا اُسکے
قواعد کی پابندی سے عکس کیئے جائیں ا ع یا ی کے لحاظ سے
منطق ہمارے تعقل کی نفس الامری حقیقت اور اُس کے طریق عمل
سے بحث کرتی ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے تعقل پر محض

صورت تصدیق کی بدون لحاظ مفہوم کے حاکم نہیں ہو سکتی تو تکلف محض کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ عکس قضایا کو صورتاً یاد کر لینا چاہیے علامتوں کے ساتھ بجائے حدود کے۔ لیکن جب حقیقی حدود بجائے علامات کے آئیں تو اُن کا اثر تصدیق پر ضرور ہوگا اور عکس کے عمل میں اُن سے بحث کرنا ہوگی۔ مثلاً علامات لا اور ی قضیہ کوئی لا ی نہیں ہے میں بجائے حدود کلیہ[1] کے ہیں لیکن ضرور نہیں ہے کہ نفس الامری حدود کلیہ ہوں۔ یہ اس لیے نہیں کہا جاتا کہ عکس کی مجرد اور صوری بحث کی قدر کم کر دی جائے وہ اپنے حدود میں درست ہے بلکہ اس لیے کہ اس واقعہ پر زور دیا جائے کہ صورت اور مادہ (یا صورت یا سیاق) تعقل کا ایک دوسرے سے علٰحدہ کر کے قابل بحث نہیں ہیں جیسے شیر برنج اور اُس کی طشتری۔ جو ایک مطمح نظر سے صورت ہے وہ دوسرے نقطۂ نظر سے مادہ ہے اور ایک ہی صورت مختلف قسم کے سیاق کی بعینہ یکساں نہیں ہوتی اُسی طرح جیسے ایک جنس بالنسبت مختلف انواع کے۔ اس واقعہ کی اہمیت کی وجہ سے اس کی تکرار قابل عفو ہے: مع ہذا منطق کے متن میں مثل دوسرے علوم کے ہم کو چاہیے کہ کامل افراد مثالی پر غور کریں اس عام اجازت کے ساتھ کہ موضوع کو صناعی طریقے سے بسیط بنا لیا ہے۔

عدول و تحصیل: عکس میں موضوع اور محمول کے مقام ایک دوسرے سے

---

[1] ہماری قدیم منطق کی کتابوں میں علامات کو نہ کلی کہا ہے نہ جزئی بلکہ ا کو موضوع کی علامت اور ب کو محمول کی علامت قرار دیا ہے عام اس سے کہ وہ کلی ہوں یا جزئی۔ پس بیان قضیۂ موجبہ کلیہ کا یہ ہوا کل موضوع محمول جس کو یوں نہ کہا اس طرح کہا کل آ ب بلکہ انگریزی تصانیف میں بھی یہ طرز اب اختیار کیا گیا ہے S بجائے موضوع کے اور P بجائے محمول کے فرض کرتے ہیں ۱۲ھ

بدل دیئے گئے ہیں اور کسی طرح تغیر نہیں ہوا ہے اور قضیئے کا کیف بعینہ
باقی رہتا ہے۔ عدول[1] میں حدود کے مقام تبدیل نہیں کیئے جاتے لیکن
قضیئے کے کیف میں تبدیلی ہوتی ہے اور بجائے محمول کے اُس کے
نقیض کو رکھتے ہیں۔ بجائے قضیۂ موجبہ یا سالبہ اُس کے مساوی قضیہ
سالبہ یا موجبہ کو جس کا کیف مقابل قضیۂ اصلیہ کے ہو وضع کرتے ہیں
محمول کو سلبی صورت میں لا کے: یہی عدول ہے: جیسے موجبۂ کلیہ ا
کل ا۔ د ہے۔ ع کوئی ا غیر د نہیں ہے کل زاویہ قائمہ برابر ہوتے
ہیں کوئی زاویہ قائمہ نابرابر نہیں ہیں بارکش راضی ہے بارکش ناراض نہیں ہے
سالبۂ کلیہ ع کوئی ا د نہیں ہے ہو جاتا ہے موجبۂ کلیہ ا کل ا لا غیر د
ہے کوئی کتا مجاز نہیں ہے کل کتے ممنوع ہیں لیر مجنوں نہیں ہے لیر
غیر مجنون ہے:

موجبۂ جزئیہ ی بعض ص د ہے د (سالبۂ جزئیہ) بعض ص لا۔د نہیں
ہے بعض دوڑ سڑک کی ہموار ہے ہو جاتا ہے بعض دوڑ سڑک کی ڈھال
نہیں رکھتی ہے :

سالبۂ جزئیہ و بعض ص د نہیں ہے ہو جاتا ہے بعض ص لا د ہے
بعض حکیمانہ نظریات معنے نہیں رکھتے بعض حکیمانہ نظریات لا یعنی ہیں
بعض قازیں سفید نہیں ہیں بعض قازیں ناسفید نہیں ہیں :۔

---

[1] بنا بر اصطلاح قدیم کے قضیۂ معدولہ اُس کو کہتے ہیں جس کی ایک حد یا دونوں
حدوں میں علامت نفی جز حد واقع ہو اس کی تین صورتیں ممکن ہیں ۱ حرف نفی جزو
موضوع ہو جیسے کل لا۔ ا ب ہے جیسے کل لا۔حی جماد ہے اُس کو
معدولۃ الموضوع کہتے ہیں یا جز محمول ہو جیسے کل ا لا۔ ب ہے جیسے کل جماد
لا حی ہے یا دونوں کا جزو ہو اُس کو معدولۃ الطرفین کہتے ہیں۔ جیسے کل
لا۔ ا لا۔ ب ہے جیسے کل لا حی لا عالم ہے اور جس قضیئے میں حرف نفی
جزو حد نہ ہو اُس کو محصلہ کہتے ہیں ۱۲ :۔

قضیۂ مفروضہ کے انقلاب کا ایک اور طریقہ عکس اور عدول کو ترکیب دینے سے پیدا ہوتا ہے۔ طریقہ عدول کرنے اور پھر عکس کرنیکا عکس معدول کہلاتا ہے اور جو نتیجہ اس طرح حاصل ہو اس کو دوبارہ عکس کرنے سے۔ اس عمل میں عدول پھر عکس پھر عدول؛ عکس نقیض کہتے ہیں:۔

تمام صورتیں قضایا کی سوائے ی کے عکس معدول ہو سکتے ہیں۔ اس کے نہونے کی یہ وجہ ہے کہ موجبۂ جزئیہ معدولہ ہوکے سالبۂ جزئیہ ہو جاتا ہے اور سالبۂ جزئیہ کا عکس ممکن نہیں ہے۔ یعنیہ جس وجہ سے سالبۂ جزئیہ کا عکس نہیں ہو سکتا ہے موجبۂ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں ہو سکتا؛

عکس بالانتزاع سے:۔

موجبۂ کلیہ سالبۂ کلیہ ہو جاتا ہے کل ص د ہے ہو جائیگا کوئی ص غیر و نہیں ہے .:. کوئی غیر د ص نہیں ہے کل تیزاب ہلدی کے رنگے کاغذ کو سرخ کر دیتے ہیں۔ جو چیز ہلدی سے رنگے کاغذ کو سرخ نہ کر دے تیزاب نہیں ہے؛

سالبۂ کلیہ موجبۂ جزئیہ ہو جاتا ہے کوئی ص د نہیں ہے کل ص غیر د ہے بعض لا د ص ہے .:. کوئی محرکات سے تغذیہ نہیں کرتا کل محرکات غیر مغذی ہیں .:. بعض اشیا جو غیر مغذی ہیں محرکات ہیں؛

سالبۂ جزئیہ موجبۂ جزئیہ ہو جاتا ہے بعض ص د نہیں ہے .:. لہذا بعض لا د ص ہے۔ بعض بحری جانور ذوی الفقرات نہیں ہیں بعض بحری جانور غیر ذوی الفقرات ہیں۔.:. بعض غیر ذوی الفقرات بحری جانور ہیں بعض اشیاء جو حیات کے لیئے ضروری ہیں بازار میں قیمت نہیں رکھتیں بعض اشیاء جو بازار میں قیمت نہیں رکھتیں حیات کے لیئے ضروری ہیں صرف یہی طریقہ ہے جس سے سالبۂ جزئیہ کا عکس ہو سکتا ہے۔

عکس نقیض[1] میں:۔

---

[1] اکثر عکس نقیض کو عکس انتزاعی سے جداگانہ نہیں تمیز کرتے ۱۲ مص واضح ہو کہ منطقیین عرب میں عکس انتزاعی جدید طریقہ عکس نقیض کا ہے اور جس کو مص نے عکس نقیض کہا ہے اُس کو قدیم طریقہ عکس نقیض کہتے ہیں ۱۲۔

موجبۂ کلیہ موجبۂ کلیہ ہوجاتا ہے: کل ص د ہے ∴ کوئی لا-د ص نہیں ہے ∴ کل غیر د غیر ص ہے کل عرب مہمان نواز ہیں کل وہ جو غیر مہمان نواز ہیں غیر عرب ہیں ؛

سالبۂ کلیہ سالبۂ جزئیہ ہوجاتا ہے کوئی ص د نہیں ہے بعض لا-د لا ص نہیں ہے کوئی نامہربان آدمی خوش نہیں ہوتا بعض وہ جو خوش نہیں ہیں بے مہر ہیں۔

سالبۂ جزئیہ سالبۂ جزئیہ ہی رہتا ہے۔ ∴ بعض غیر د ص ہے بعض غیر د ص نہیں ہے بعض مصلح حامی آزادی نہیں ہیں ∴ بعض جو حامی آزادی نہیں ہیں غیر مصلح نہیں ہیں (یعنے اصلاح کے مخالف نہیں ہیں)

جب یہ عمل علامتوں میں ادا کیئے جائیں تو سمجھا جاسکتا ہے کہ کل تصدیقات پر جاری ہوسکتے ہیں۔ لیکن جب ہم اُن کو عینی نفس الامری پر جاری کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے (جیسا کہ عکس میں معلوم ہوا) کہ ایسا نہیں ہے ۔ سیاق کلام کی مناسبت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس کو ہم نے موضوع پر حمل کیا ہے خود موضوع بنانے کے لائق ہے اور اُس سے ابتدائی کلام کرنا چاہیئے یا یہ کہ کسی سلبی بیان کی ایجابی صورت پر یا ایجابی صورت کی سلبی صورت پر زور دینا چاہیئے ۔ لیکن ان عملوں کا استعمال کسی حدتک زبان کے محاورے اور مجموعۂ لغات سے خصوصیت خاصہ پیدا کرتی ہے ۔ تبدیلی موجبۂ جزئیہ ی کی سالبۂ جزئیہ د میں بالکل مضحک معلوم ہوتی ہے جب ہم علامتوں پر نظر کرتے ہیں لیکن جہاں کہیں دو حدیں موجود ہوں کہ ایک کا ایقاع دوسرے کے انتزاع کے مساوی ہو وہاں یہ عمل صورت علمی میں بالکل موافق طبیعت معلوم ہوتا ہے کوئی شخص اس قضیئے سے کہ پانی کی بھاپ ناتا دیدنی ہے اس قضیئے پر تجاوز نہ چاہے گا کہ پانی کی بھاپ نا دیدنی نہیں ہے بلکہ وہ نہایت سہولت سے (بالطبع) پانی کی بھاپ دیدنی (مبصر) سے بدلی جاسکتا ہے۔

عکس[1] نقیض جس میں شامل ہیں سب عملوں سے زیادہ درجے اور دو مرتبہ عدول کرنا پڑتا ہے ممکن ہے کہ بظاہر طریق بیان اس کا بہت زیادہ خلاف طبیعت اور بہت کم طبیعت کے موافق ہوگا کیونکہ عدول سے غیر محدود حدود مثل لا ص لا ء داخل ہو جاتے ہیں اور غیر محدود حدود عموماً بول چال میں اچھے نہیں معلوم ہوتے پس جب تک ہم ایسی کوئی حد جو کہ صورتاً غیر محدود نہیں ہے بیان میں نہ داخل کریں تو نتیجہ نہایت عجیب اور موہوم سا معلوم ہوگا لیکن ہم دیکھ سکتے ہیں کہ عمل عقلی کا جو عکس نقیض میں شامل ہے ایک عام طریق ہے (اگرچہ طرز عبارت کسیقدر بدنما معلوم ہو۔ اگر ہم تصدیقات شرطیہ کی جانب سے اس پر نظر کریں۔ اگر یہ مفروض ہو کہ کل عاشق رشک کرنے والے ہوتے ہیں ممکن ہے کہ استدلال کیا جائے کہ کل وہ جو رشک کرنے والے نہیں ہیں غیر عاشق ہیں۔ کوئی شخص اس مقصد کو اس عبارت میں ادا نہ کرے گا۔ لیکن قضیۂ اصلیہ اگر وہ درحقیقت کلیہ ہے اور ایک ضروری تعلق محمول اور موضوع کا ظاہر کرتا ہے تو اس میں یہ قضیہ شامل ہے کہ اگر کوئی عاشق ہے تو وہ رشک کرنے والا ہے پس جو رشک کرنے والا نہیں ہے وہ عاشق نہیں ہے اور یہ استدلال نہایت ہی طبعی طور سے عبارت میں ادا ہوا ہے۔ اگر کوئی شئے ص ہے تو وہ ء ہے اگر وہ لا ء ہے تو وہ لا ص ہے۔ ہم یہاں بعینہ وہی استدلال پاتے ہیں جو کہ موجبہ کلیہ کو

---

[1] عربی منطق میں عکس نقیض دو ہیں ایک متقدمین کا اور دوسرا متاخرین کا۔ متقدمین قضیے کے طرفین کا نقیض لیکے عکس کر دیتے تھے یعنے موضوع کو محمول کی جگہ اور محمول کو موضوع کی جگہ رکھ دیتے تھے اس صورت میں کیفیت اور صدق بحال رہتے تھے مثلاً کل انسان حیوان ہیں اس کا عکس نقیض ہوا کل لا حیوان لا انسان ہیں متاخرین صرف محمول کا نقیض لیکے اس کو جزو اول کر دیتے ہیں اور کیفیت کو بدل دیتے ہیں یعنے موجبہ کو سالبہ اور سالبہ کو موجبہ مثلاً کل انسان حیوان ہیں کا عکس نقیض کوئی لا حیوان انسان نہیں ہے اس صورت میں کیف بدلتا ہے اور صدق بحال رہتا ہے ۱۲۔

عکس نقیض سے حاصل ہوتا ہے۔ کل ص د ہے ∴ کل لا د لا ص ہے۔
ہم اسی طرح سالبۂ کلیہ اور سالبۂ جزئیہ کے عکس نقیض کو بھی بیان کر سکتے ہیں
اگر موجہہ یا امکانی ہونا قضیئے کا ہمارے ذہن میں ہے جو کہ قضیۂ جزئیہ کی
جہت ہے۔ کوئی ص د نہیں ہے کے یہ معنے ہیں کہ اگر کوئی شئے ص
ہے تو وہ د نہیں ہے اس سے ہم استدلال نہیں کر سکتے کہ یہ شئے د نہیں
ہے تو وہ ص ہے اگر کسی شخص نے پوری غذا نہیں پائی ہے تو وہ پورا
دن کا کام نہیں کر سکتا لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اگر وہ پورا دن کا کام
نہیں کرتا تو اُس نے ناکافی غذا پائی ہے۔ ایسا ہو یا نہو۔ پس ہم صرف یہ
استدلال کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی شئے د نہیں ہے تو وہ ص ہو یا ص نہو اور یہی معنے
ہیں بعض غیر د غیر لا ص ہے کہ ایک جزئی موجبہ ہونے کے اعتبار سے اسی کے
مثل و سالبۂ جزئیہ کا حال ہے بعض ص د نہیں ہے کے یہ معنے ہیں کہ
اگر کوئی شئے ص ہے تو وہ د ہو یا نہو۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی
شئے د نہیں ہے تو وہ ہو یا نہو ص ؛

[یہ عمل جس کی صورت پر اس باب میں بحث ہوئی ہے استدلال بلا واسطہ کہے
جاتے ہیں لیکن ہم نے دیکھا کہ ان میں سے ایک عدول ہے متحد المعنی قضایا
کے بحث میں اس پر توجہ کی جاتی ہے اور جے اس مل کے سوا اور منطقین
نے بھی اُس کے بارے میں یہی خیال کیا ہے۔ اُس کی رائے کے لحاظ
سے ہم قضایا تساوی المعنی سے بحث کرتے رہے ہیں۔ اس عمل کو استدلال
کہنا نامناسب ہے اور اثنائے تمن میں اُن کو ایک یا دو بار انتقال بات
کہا ہے۔ اس خیال سے اُن کا تعلق زبان (محاورہ) سے زیادہ ہے بہ نسبت
منطق کے۔ ہم کو اس بات پر ضرور غور کرنا چاہیئے کہ اُن میں کسی طرح کا
استدلال بھی شامل ہے یا نہیں ؛

ہم کو ابتداءً دو امر دل میں رکھنا چاہیئے اولاً یہ کہ تمام استدلال میں کچھ
حرکت فکر کی لازمی ہے۔ نتیجہ اس حرکت فکری کا اُس سے مغایر ہونا چاہیئے
جس سے ابتدا کی گئی تھی۔ اگرچہ بداہت استدلال پر اس انکار کی بنا نہونا چاہیئے

کہ یہ استدلال نہیں ہے ثانیاً یہ کہ وہی صورت قضیئے کی ا ح ی و کے معنے مختلف ہوسکتے ہیں اور مختلف تصدیقات ان سے ظاہر کیئے جاسکتے ہیں جو کہ ہم ملاحظہ کرچکے ہیں۔ ی شلاً موجبۂ جزئیہ کے معنے یہ ہوں کہ اوصاف کے توافق پر حکم کرے یا اُن افراد کے بارے میں کچھ بیان کرے جن کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ اگر میں کہوں کہ بعض شہر اپسکوپل (فرقۂ مسیحی) حلقے ہیں۔ یا تو میرے ذہن میں بعض شہر ہوں مثل درہام ونچسٹر ویارک اور میرا حکم اُن کے باب میں ہو یا عموماً میرا ایجاب اس بارے میں ہو کہ ایک شہر کی حیثیت اور حلقے میں ماتحت یا دری کی حیثیت سے توافق ہے۔ صورت اول میں درہام ونچسٹر اور یارک کا بداہتاً تعقل ہے دوسری صورت میں یہ مثالیں ہیں تصدیق کے ثبوت کی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب کوئی قضیہ فرض کیا جائے جو افراد پر حکم کرتا ہے خواہ اُن افراد کا نام لیا جائے خواہ کسی قسم کے بعض یا کل کا اشارہ ہو کہیں گے کہ تاریخی معنے مراد ہیں اور جب یہ قضیہ کسی نسبت پر حکم کرتا ہو خواہ توافق ہو یا ضروری اتصال ہو یا تباین یا ضروری عدم اتصال درمیان کلیات کے ہو تو کہیں گے علمی معنے مراد ہیں۔ ہم کو معلوم ہوگا کہ موجود ہونا استدلال کا بعض اعمال میں جو کہ زیر بحث ہیں قضیئے کے ایک مفہوم سے دوسرے مفہوم میں منتقل ہونے پر موقوف ہے[1]

موجبۂ کلیہ ا کا عکس موجبۂ جزئیہ ی میں جبکہ عکس اور معکوس دونوں تاریخی معنے سے لیئے جائیں یا علمی معنے سے کوئی استدلال نہیں ہے تمام جگالی کرنے والے جانوروں کے کھر پھٹے ہوتے ہیں بعض جانور

---

[1] مصنف کا مقصود یہ ہے کہ قضیئے میں یا ذوات افراد سے مراد ہوسکتی ہے کہ اُن پر کوئی حکم افرادی حیثیت سے کیا جائے یا ذوات کا ذکر اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ وہ ایک کلی کے ماتحت ہیں پس جب افراد بر من حیث افراد حکم ہو تو وہ تاریخی ہے اور جب افراد بر من حیث افراد ایک کلی کے حکم ہو تو وہ حکم علمی ہے ۱۲۔

جن کے کُھر پھٹے ہوئے ہوتے ہیں جگالی کرنے والے ہوتے ہیں اگر پہلے
بیان سے میری یہ مراد ہے کہ مختلف انواع ہیں جن کو بشرط فرصت میں گنا سکتا ہوں
مگر جگالی کرنے والوں کی حیثیت سے (یعنے کل یہ جگالی کرنے والے)
کُھر پھٹے ہوتے ہیں۔ تو مجھکو اس تصدیق کرنے کے وقت یہ ضرور جاننا
چاہیئے کہ وہ کُھر پھٹے انواع کے جانور جگالی کرتے ہیں۔ میرے تخیل کے
موضوعات میں گائیں بارہ سنگھے اور اونٹ وغیرہ ہیں میں حکم کرتا ہوں
کہ وہ کُھر پھٹے ہوتے ہیں لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ سب جگالی
کرنے والے ہیں تو وہ اس نام سے نامزد ہو سکتے ہیں عکس میں بھی میں
اُنھیں جانوروں کے خیال میں ہوں جن کو میں نے کُھر پھٹے کہا تھا جس کا
میں نے پہلے ان پر حکم کیا تھا اور میں حکم کرتا ہوں ایجاب کے ساتھ
کہ وہ جگالی کرتے ہیں جس کی شناخت مجھکو پہلے ہی حاصل ہو گئی تھی۔
یہ سچ ہے کہ میں نے پہلے قضیئے میں کل کہا تھا اور اب بعض کہتا ہوں
اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صورت میں استدلال ہے اس لیئے کہ اس پر
غور کیا گیا ہے کہ کل کے کہنے کا استحقاق نہیں ہے کہ کل کُھر پھٹے جانور
جگالی کرتے ہیں۔ لیکن یقیناً مین یہ پہلے ہی سے جانتا ہوں جبکہ مین کہوں کہ
کل جگالی کرنے والے کُھر پھٹے ہوتے ہیں یہ قضیہ اس قضیئے کے مساوی
نہیں ہے کہ کل کُھر پھٹے جگالی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس کو بمشکل استدلال
کہہ سکتے ہیں کہ ایسے حکم لگانے سے اجتناب کیا جائے جس کی نسبت ہم
جانتے ہوں کہ ایسے حکم لگانے کا ہم کو استحقاق نہیں ہے۔ اور یہ بھی قابل لحاظ
ہے کہ جب میں کہتا ہوں کہ بعض کُھر پھٹے جگالی کرنے والے ہوتے ہیں تو
مین یہ حکم نہیں کرتا کہ بعض نہیں کرتے۔ میں اُن حدود سے تجاوز نہیں کرتا
جن حدود کے اندر مجھے حکم لگانے کا استحقاق[1] ہے۔

---

[1] مقصود یہ ہے کہ موجبۂ جزئیہ کا صدق یعنے سالبہ جزئیہ کا صدق نہیں ہے۔ کیونکہ موجبۂ جزئیہ
کے صدق سے موجبۂ کلیہ کا صدق لازم نہیں آتا بلکہ مشکوک ہے پس نقیض بھی مشکوک ہے یعنے سالبہ جزئیہ

علماً معکوس کا یہ حکم ہے کہ جو جانور جگالی کرتا ہے وہ کھر پھٹا ہوتا ہے اور عکس یہ کہ جس کے کُھر پھٹے ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جگالی کرنے والا ہو اور مین ایک خاصّے کا ضرورۃً دوسرے خاصے سے متصل ہونا نہیں جان سکتا جب تک معلوم نہو کہ دونوں میں توافق ہے یا دونوں ایک فرد میں جمع ہو سکتے ہیں۔ لہذا کوئی حرکت فکری نہیں ہے کسی جدید نظر کی طرف منتقل ہونا نہیں ہے جب ہم پہلے قضیئے سے دوسرے کی جانب گذر کرتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ عکس تقلیدی کرنے میں استدلال ہے۔ پھٹے ہوئے کھر سے جگالی کرنے پر استدلال کرنے میں یہ حق شامل نہیں ہے کہ جگالی کرنے سے کھر پھٹے ہونے پر استدلال کیا جائے تو اس کا وہی جواب ہے جو کہ پہلے دیا جا چکا ہے یہ پہلے ہی سے معلوم ہونا چاہیئے اور اس میں کوئی استدلال نہیں ہے۔ کہ جس چیز پر استدلال کرنے کا ہم کو حق نہیں ہے اُس پر استدلال نہ کیا جائے:۔

لیکن اب یہ فرض کرو کہ قضیہ کل ص ء ہے کا تاریخی مفہوم لیا جائے اور اس کے عکس بعض ء ص ہے سے علمی مفہوم تو اس صورت میں استدلال ہے۔ اگر فی الواقع کل جگالی کرنے والے کُھر پھٹے ہوتے ہیں تو عموماً جگالی کرنا کھر پھٹے ہونے کے ساتھ توافق رکھتا ہے۔ کامل بیان کے ساتھ استدلال یہ ہوگا کہ گائیں بارہ سنگھے اور اونٹ وغیرہ جو کہ جگالی کرتے ہیں گھر پھٹے ہوتے ہیں لہذا جو جانور کھر پھٹا ہوتا ہے ممکن ہے کہ جگالی کرنے والا ہو لیکن یہ استدلال بلا واسطہ نہیں ہے یہ قیاس ہے تیسری شکل میں:۔

اسی طرح اگر معکوس کا مفہوم علمی لیا جائے اور عکس کا مفہوم تاریخی لیا جائے اس سبب سے کہ ہر جانور جگالی کرنے والا کھر پھٹا ہوتا ہے لہذا کوئی جانور جو جگالی کرتا ہے کھر پھٹا ہوگا لہذا ایسے جانور ہوں گے جن میں دونوں خاصّے پائے جائیں پس بعض کُھر پھٹے جانور جگالی کرنے والے ہیں۔ یہ بھی استدلال ہے لیکن بلا واسطہ نہیں ہے کیونکہ یہاں ایک اصل عام کو ہم اُن جزئیات پر جاری کرتے ہیں جو کہ اُس کے ماتحت واقع ہوئے

ژیسا جس طرح قیاس کی پہلی شکل میں کیا جاتا ہے؛؛

موجبۂ جزئیہ کے عکس کے باب میں بھی یہی تصور کرنا چاہیئے اگر بعض ص د ہے تاریخی مفہوم سے یہ حکم کیا جائے کہ بعض چیزیں جو ص ہیں وہ د ہیں تو اُس کے یہ معنے ہیں کہ بعض چیزیں جو د ہیں ص ہیں۔ ایک بیان کا تحقق بعینہ دونوں بیانوں کا تحقق ہے اور ایک سے دوسرے پر گذرنے میں کوئی استدلال نہیں ہے اگر اس کا مفہوم علماً لیا جائے کہ د توافق رکھتا ہے ص سے تو بعینہ اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ ص توافق رکھتا ہے د سے۔ لیکن اگر اس کا تاریخی مفہوم لیا جائے کہ بعض چیزیں جن کا نام لیا جا سکتا ہے اور وہ ص ہیں وہ د بھی ہیں اور عکس میں علمی مفہوم لیا جائے اور عموماً یہ حکم کیا جائے کہ ص توافق رکھتا ہے د سے اس صورت میں استدلال ہے لیکن بلاواسطہ نہیں ہے ہم عموماً یہ حکم کرتے ہیں کہ د ممکن ہے کہ ص ہو کیونکہ فی الواقع بعض جزئیات (افراد) ص اور د دونوں ہیں یہ ص اور د کے مابین جو ایک تعلق ہے اُس سے دوسرے پر استدلال نہیں کیا جاتا بلکہ اس لیے کہ دونوں ایک تیسری حد (افراد مذکورہ) جو کہ موضوع ہے محمول واقع ہوئے ہیں پس ہم ص اور د کے توافق پر استدلال کرتے ہیں۔ ہر طرح اگر معکوس کا مفہوم علمی لیا جائے اور ص اور د کے توافق پر حکم لگایا جائے تو عکس بطور ایک تاریخی بیان کے منتج نہیں ہوتا۔ کوئی امر مانع نہیں ہے کہ وزیر افواج بورڈ تجارت کا صدر مجلس نہو۔ پچھلا عہدہ پہلے عہدے کے ساتھ توافق رکھتا ہے لیکن اس سے یہ استدلال نہیں ہوتا کہ بعض صدر مجلس تجارت وزرائے افواج ہوئے ہیں؛؛

عکس بسیط سالبۂ کلیہ سے اور ہی بات نکلتی ہے۔ اس صورت میں اگر معکوس اور عکس دونوں کا مفہوم علمی لیا جائے تو بظاہر استدلال

سلہ یہ استدلال بھی تیسری شکل میں ہوا نہ کہ استدلال بلاواسطہ ۱۲۔

معلوم ہوتا ہے کوئی ص ، نہیں ہے کوئی د ص نہیں ہے کا مفہوم علمی لیا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اگر کوئی شئے ص ہے تو وہ ، نہیں ہے اگر کوئی شئے ۓ ہے وہ ص نہیں ہے یہ استدلال اُسی طرح کا ہے جو کہ ہم نے موجبۂ کلیہ کے عکس نقیض میں ملاحظہ کیا تھا اور استدلال شرطی میں اس پر پھر نظر کی جائیگی۔ پھر اگر دونوں تاریخی مفہوم سے لیئے جائیں تو بھی استدلال کی وہی صورت ہوگی کوئی پہاڑ انگلستان میں ... ۵ فٹ بلند نہیں ہے ∴ کوئی پہاڑ ... ۵ فٹ بلند انگلستان میں نہیں ہے میں یہاں جیسے موجبۂ کلیہ کے عکس میں اُنھیں افراد پر نظر نہیں کر رہا ہوں بحیثیت موضوع کے (اگر چہ ایک مختلف حیثیت سے جو اُن میں ہے ابتدا کرتا ہوں) معکوس اور عکس دونوں میں۔ مجھے تحقیق ہے کہ اگر کوئی مفروضہ پہاڑ ... ۵ فٹ بلند (مثلاً رگی جس کا ارتفاع مجھکو معلوم ہے مگر اُس کا مقام نا معلوم ہے) انگلستان میں ہوتا تو اُس قضیئے کا نقض ہو جاتا کہ کوئی پہاڑ انگلستان میں ... ۵ فٹ بلند نہیں ہے۔ پس رگی انگلستان میں نہیں ہو سکتا۔ اور اس بیان میں ظاہراً شرطی استدلال شامل ہے۔ لیکن اگر معکوس کا مفہوم تاریخی کیا جائے تو ہم عکس کا علمی مفہوم میں استدلال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بطور امر واقعی کوئی لا نہیں ہے سے یہ منتج نہیں ہوتا جہاں تک کہ ہماری نظر ہے کہ جو چیز ، ہے وہ فرد ۃ لا نہیں ہے۔ اگر کوئی سکھ حقہ نہیں پیتا اور یہ محض ایک بیان واقع ہے درباب ہر فرد سکھ کے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ کوئی حقہ پینے والا کبھی سکھ نہیں ہو سکتا۔ بجانب دیگر معکوس کو علمی معنے سے لو اور عکس کو تاریخی معنے سے تو استدلال موجود ہوگا کیونکہ عکس کا تاریخی معنے سے اُس حالت میں تحقق ہو سکتا ہے جبکہ عکس پر علمی مفہوم سے استدلال ہو چکا ہو اور جو اصل کلی اس طرح حاصل ہو اُس کو تمام واقعی صورتوں پر دی جاری کرنے سے۔ پھر بہر طور اگر معکوس کو علمی مفہوم سے لیں تو واقعی صورتوں پر حکم لگانے میں ناکامیابی ہوتی ہے۔

عملی تحصیل میں استعمال غیر محدود یا عدمی حد لا۔ د کا بجائے د کے محمول میں شامل ہے۔ یہ ہم ملاحظہ کر چکے ہیں کہ عدمی غیر محدود حد کے کوئی معنے نہیں ہوتے جب تک کہ اس کا کوئی وجودی مفہوم موجود نہو لا۔ د سے کوئی اور شئے سوائے د کے مراد ہے[1] ہم ملاحظہ کر چکے ہیں کہ تصدیق منفصل ا یا ب ہے یا ج کے ہمیشہ یہ معنے نہیں ہیں کہ یہ دونوں نہیں ہو سکتا۔ لیکن عدول کا عمل مبنی ہے انفصال پر۔ د اور غیر د تبادل ہیں اور یہ مسلم ہے کہ د کا ایجاب یا سلب کسی موضوع سے کیا جائے تو اُسی کے موافق غیر د کا سلب یا ایجاب ہوگا۔ اِن امور کو ذہن نشین رکھتے ہوئے ہمکو معلوم ہوگا کہ عدول کی مختلف صورتوں میں حقیقی استدلال کے موجود ہونے یا نہونے میں اختلاف ہے اُس معنے کے اعتبار سے جو کہ سلبی حد پر چسپاں کیئے جائیں؛

یہاں کلی اور جزئی قضایا میں تفریق کرنا غیر ضروری ہے اگر ہم سے کہا جائے کہ ص د نہیں ہے اور د اور لا۔ د تبادلین ہیں ایک اُن میں سے ضرور یہاں چسپاں ہوگا اور چونکہ اس قضیئے میں د کا اعلان نہیں ہے پس ضرور ہے کہ دوسرا یعنے لا۔ د ہو۔ اس طرح ہم کو ایک قضیۂ موجبہ دستیاب ہوتا ہے لا غیر د ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا کسی صورت سے قضیۂ سالبہ جو کہ اصلی قضیہ تھا اُن میں اور اِس میں کوئی اختلاف ہے؛

ہم اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ انفصالی تعلیل میں کوئی استدلال ہی نہیں ہے جب اِس طرح احتجاج کرتے ہیں کہ ا یا ب ہے یا ج اور ب نہیں ہے لہذا ج ہے اس میں صاف صاف استدلال ہے۔ اور ہم یہ احتجاج نکر سکتے کہ ا ب نہیں ہے ج ہے جب تک کہ

---

[1] ورنہ حد د سے اور غیر د سے یہ مراد ہوگی کہ حد د کا کسی چیز سے تصدیق میں سلب کیا جاتا ہے ۱۲ مص

ہمارے پاس وہ مقدمہ منفصلہ کہ ا یا ب ہے یا ج ہے دیا ہوا نہوتا۔ لیکن عدول کی صورت میں میرے تباوین دو مختلف وجودی حدیں نہیں ہیں مثل ب اور ج کے بلکہ د اور لا۔د ہیں کیا اس طرح کلام کرنے میں کوئی استدلال ہے کہ چونکہ ص د نہیں ہے یہ لا۔د ہے؟

یہ مسلم ہو سکتا ہے کہ یہ نتیجہ صحیح نہوتا جب تک کہ یہ صحیح نہوتا کہ ص یا د ہے یا لا۔د۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اصل مانعۃ الاوسط کے تابع ہے اگرچہ مقدمہ استدلالی موجود نہو۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کہنے سے کیا مراد ہے کہ ص د نہیں ہے جب تک کہ اُس کو یہ معلوم ہو کہ اس صورت میں یہ غیر د ہے۔ ایسا ہی وہ یہ بھی جان سکتا ہے کہ اس کہنے سے اُس کی کیا مراد ہے کہ ص د ہے جب کہ وہ یہ نہ دیکھتا ہو کہ اس صورت میں یہ ص لا۔د نہیں ہے[1]۔ جب کوئی قضیہ صادق ہو تو اُس کا نقیض کاذب ہے۔ ایک کے صدق سے دوسرے کے کذب تک کوئی واسطہ نہیں ہے نہ کوئی حرکت فکری ہے۔ اس لئے کہ ایک کا صدق بغیر دوسرے کا کذب جانے ہوئے سمجھ ہی میں نہیں آسکتا۔

اگر غیر مقید حد لا د خالصاً عدمی (منفی یا سلبی) ہوتی تو اس کے تسلیم کرنے میں تامل نہوتا۔ لیکن د اور لا۔د عملاً تبادل ہیں خاص قیود کے ساتھ۔ فرض کرو کہ د نیلا رنگ ہے پس غیر د کوئی اور رنگ ہے نیلے کے سوا۔ یا اگر د انگریزی بولنا ہے تو لا د کوئی اور زبان بولنا ہے جو انگریزی نہیں ہے۔ اور اُن میں ایک محمول سے دوسرے محمول تک تجاوز کرنے میں استدلال ہے۔ اور ہم صرف

---

[1] قدیم منطق میں کہا گیا کہ علم نقیضین کا ایک ہی ہوتا ہے یعنے اگر کوئی جانتا ہے کہ انسان کیا ہے تو اُسی حالت میں یہ بھی جانتا ہے کہ لا۔ انسان کیا ہے ۱۲۔

قانون مانعۃ الوسط پر بھروسا نہیں رکھتے۔ شریف خون کبود نہیں ہے
نیلا۔کبود[1] ہے۔ اگر اس سے کوئی اور رنگ لا۔کبود مراد ہے تو ہم کو
ایک اور مقدمے کی ضرورت ہوگی۔ کہ یہ یا کبود ہے یا کوئی اور رنگ
سوائے کبود کے۔ اس طرح ہم ایک معین وجودی محمول سے ایک
اور وجودی محمول کی جانب انتقال کرتے ہیں جس کا تعین اُس سے
کم تر ہے لیکن پھر بھی وجودی ہے ؛

بہر حال اگر لا، کے معنے کوئی متبادل وجودی نہیں ہیں تو کوئی استدلال نہیں
ہے بلکہ ایک ہی قضیہ دو عبارتوں سے ادا کیا گیا ہے (جسکو تساوی
معنے کہیں گے) انجرہ یعنے پانی کی بھاپ دکھائی نہیں دیتی ∴ غیر مبصر ہے
یہ محض ایک عبارت کی جگہ دوسری ہم معنے عبارت کا رکھدینا ہے
نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صرف علامتی صورت میں عدول کو دیکھ کے یہ نہیں
کہا جا سکتا کہ کوئی حقیقی استدلال ہے یا نہیں ہے بلکہ سیاق سے
معلوم ہو سکتا ہے اور اگر کوئی استدلال ہے تو وہ استدلال انفصالی ہے

عدول قضیئہ موجبہ کا ممکن ہے کہ مثل موخرالذکر کے حقیقی عمل
استدلال نہو۔ ہم یہاں (ص د ہے) سے طرف (ص غیر۔د نہیں ہے کے
انتقال کرتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس میں اصلی معنے
کے علاوہ کوئی اور معنے پا سکیں۔ ہم ہمیشہ لا ، کے یہ معنے نہیں لگاتے
کہ متبادلات د کی ترتیب سے کوئی اور متبادل اس کا مفہوم ہو۔ اگر

---

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ غیر کبود میں جملہ رنگ سوا کبود کے داخل ہیں مگر اُس کی
تخصیص نہیں شامل ہے کہ وہ غیر کبود خاص کون سا رنگ ہے؟ زرد یا سرخ وغیرہ اگر غیر کبود
سے خصوصیت کے ساتھ کوئی رنگ مثلاً زرد مراد ہوتا تو ایک اور انفصالی
قضیئے کی ضرورت ہوتی کہ ص زرد ہے یا غیر زرد اور اس طرح یہ سلسلہ کبھی
ختم ہوتا لہذا غیر کبود سے محض کبود کا عدم مراد ہے مگر غیر عدم امر وجودی ہے
عدمی محض نہیں ہے ۱۲۔

کوئی موضوع ہو تو ضرور ہے کہ ایک متبادل ترتیب متبادلات سے اُس کا مظہر ضرور ہو اور ی کا مظہر نہو تو ہم کو یہ یقین نہیں ہو سکتا کہ اور ترتیبات سے کسی اور ایک کا یہ مظہر کیوں نہو۔ اگر کوئی شخص گورنمنٹ کا عہدہ دار ہے اور اُس کا ایسا عہدہ نہیں کہ وہ کابینہ (وزارت) کے مرتبے کا مستحق ہے۔ تو وہ ایسا عہدہ رکھتا ہے جس سے کابینہ کے مرتبے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر وہ ایسا عہدہ رکھتا ہے جو کابینہ کے رتبے کا استحقاق رکھتا ہو تو وہ ایسے عہدے پر بھی فائز ہو سکتا ہے جو کابینہ کے رتبے کا مستحق نہو ٹھیک اسی طرح اگر لا-ی کی ترتیب کل غیر مقید ہے اور اس میں ہر شئے داخل ہے جو علاوہ ی کے ہو تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اگر ص ی ہے تو یہ لا ی بھی نہیں ہے۔ مثلاً ہم ایک قائز یہ سکارنے کو حل کریں تو اس سے ہم ممنوع نہیں ہیں کہ اور کوئی محمول اس پر نہ لگائیں سوا سکارنے کے۔ پس وہ معنے جس کے اعتبار سے یہ کہنا سچ ہے کہ ص لا ی نہیں ہے یہ ہے جس میں ہم کسی متبادل کا انکار نہیں کرتے بلکہ صرف ی کے انکار کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ بعینہ ی کے ایجاب کے مساوی ہے۔ کم از کم یہ ہے کہ اس میں کسی طرح کا استدلال شامل نہیں ہے۔ بہر صورت اگر ہمارے ذہن میں ایک ترتیب متبادلات کی ہو جو ایک دوسرے سے تباین رکھتے ہوں جن میں سے ایک د بھی ہے تو عدول ہم کو ی کے ایجاب سے اور سب

---

[1] ناظر کتاب کو یاد دلایا جا سکتا ہے کہ متبادلات کی ترتیب میں جو کہ ایک وجودی حد کے سلب سے پیدا ہوتی ہے۔ سلبی حد کبھی ایسی ہوتی ہے کہ اُس کا مفہوم شئے واحد ہو۔ غیر کبود میں، تمام رنگ سوا کبود کے داخل ہیں مگر نا آشنائی تمام متبادلات آشنائی پر حاوی نہیں ہے یہ ایک معین درجہ دشمنی پر دلالت کرتا ہے جو کہ اُن لوگوں میں ممکن ہے کہ موجود نہو جو ہم سے آشنائی نہیں رکھتے۔ لیکن اس بحث کو زبان فہمی سے تعلق ہے نہ منطق سے ۱۲-

سے سلب کی طرف لیجاتا ہے اور یہ وہی انفصالی استدلال ہے جس کا نتیجہ اُسی قدر متعین ہو سکتا ہے جس قدر ہمارا علم ء کے تبادلات کا تعین رکھتا ہے۔ لیکن جس حد تک کہ اس میں استدلال ہے تو ایک غیر مقید (مطلق) حد کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں کہیں لا ء حقیقتہً مطلق اور غیر محدود ہے وہ معنے جس کے اعتبار سے عدول ایجابی قضیے کا از روئے منطق درست ہو سکتا ہے وہی معنے ہے جس معنے میں استدلال[1] کا قدم نہو۔

ہماری بحث عکس نقیض کی جہاں تک کہ اُس کا تعلق قضایائے حلیہ سے ہے ہو چکی۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ عکس یا سلب پر طولانی بحث کیجائے۔ عکس سالبہ جزئیہ د کا سلب کے ذریعے سے عدول ہے اور من بعدی کا عکس بسیط عام نتیجہ ہماری بحث کا یہ ہے کہ علامتی صورت سے ان اعمال کے یہ متعین نہیں ہو سکتا ہے کہ آیا اس میں استدلال ہے یا نہیں ہے جہاں استدلال ہے وہ یا ع کا عکس ہے یا عکس نقیض ا کا قسم استدلال سے ہم وہاں بحث کریں گے جہاں شرطی حجت پر بحث ہوگی۔ یا استدلال ع یا و کے عدول میں ہے جس سے ہم وہاں بحث کریں گے جہاں انفصالی احتجاج پر بحث ہوگی یا ا اور ی کے عکس میں ہے یا و کا عکس بذریعۂ سلب اس میں وہ قیاس شامل ہے جس کے مقدمے مضمر (غیر مذکور) ہوں۔

استدلال بلا واسطہ جس حد تک کہ وہ استدلال ہے استدلال کی کوئی جداگانہ قسم نہیں ہے۔ جس حد تک کہ وہ جداگانہ معلوم ہوتے ہیں اور بالتخصیص غیر قابل ایراد ہیں۔ وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ

---

[1] بلاشک اس لئے والس نے عکس نقیض اور عکس بذریعہ سلب میں کوئی فرق نہیں کیا ۱۲۔

قضیئے کے مفہوم سے جو ہمارا مطلوب ہے ایک دوسری حیثیت پیدا کرتے ہیں اگرچہ فکر میں کوئی خاص تحریک نہیں ہوتی نتیجے سے اُس نام کی مناسبت پر جس سے کہ وہ نامزد ہے کچھ شک[له] پیدا ہوتا ہے۔]

استدلال بلا واسطہ جس پر کہ ہم نے غور کیا ہے وہ اس حد میں کم وبیش صوری ہیئت رکھتے ہیں جیسا کہ اس واقعے سے ثابت ہے کہ وہ ایک حد خاص تک بذریعہ علامتوں کے بیان ہو سکے حدودِ عینیہ کے استعمال کی ضرورت نہیں ہوئی۔ بعض قسمیں استدلال کی جن کو بلاواسطہ کہا گیا ہے ایسی ہیں کہ وہ علامتوں سے ہرگز نہیں بیان ہو سکتیں حدود عینی کا استعمال ضروری ہے۔ اُن میں سے ایک کو استدلال بلاواسطہ بالمخصصات کہتے ہیں۔ اس میں ہم ایک ہی صفت کو کسی تصدیق کے موضوع اور محمول دونوں میں اضافہ کرتے ہیں اور نتیجے کو اس عمل کے درست تصور کرتے ہیں اصلی تصدیق کے صدق کی قوت پر۔ مثلاً حبشی ہم سا مخلوق ہے ∴ حبشی دردرسیدگی میں ہم سا مخلوق ہے دردرسیدگی میں ایک اور طریقے کا استدلال ہے بذریعہ تصور مرکب

له شک اس میں پیدا ہوتا ہے کہ آیا اُس کو استدلال بلاواسطہ کہنا مناسب ہے یا نہیں واقعی یہ اصطلاح جدید ہے قدیم منطق میں اس کو یہ فخر نہیں حاصل ہوا کہ استدلال کے پہلو بہ پہلو کتابوں میں جگہ پائے خلاصہ مقصود مصنف کا یہ معلوم ہوا کہ جب تک کوئی حرکت فکری جدید نہو استدلال نہیں کہہ سکتے وجودی اور عدمی حدوں میں جو ایک دوسرے سے ماخوذ ہیں کوئی استدلال نہیں ہے اس لیے کہ علم تناقضین کا واحد ہوتا ہے جو انسان کو جانتا ہے وہ لا انسان کو بھی جانتا ہے خواہ وہ کچھ ہی ہو جب انسان کی کوئی فرد اُس کے سامنے ہو وہ کہے گا یہ انسان ہے جب کوئی پتھر یا درخت اُس کے سامنے ہوگا وہ کہے گا یہ لا انسان ہے یا انسان نہیں ہے ۱۲۔

تصور کے اس میں موضوع اور محمول کسی تصدیق کے ایک طرح سے ایک ہی حد کی تخصیص کرتے ہیں اس طرح سے مرکب تصور پیدا ہوتے ہیں اور یہ مرکب تصور موضوع اور محمول ایک قضئیے کے بنائے جاتے ہیں مثلاً طبعیات ایک علم ہے طبعیات پر جو رسالے ہیں وہ علمی رسالے ہیں۔ عنقریب جو مثالیں مذکور ہیں بعض ان میں صحیح ہیں بعض غیر صحیح ان سے معلوم ہوگا کہ بنا ان کی صحت کی صورت استدلال پر موقوف نہیں ہے:۔

گھوڑا ایک حیوان ہے .:. گھوڑے کا سر ایک حیوان کا سر ہے۔
گھوڑے حیوانات ہیں .:. زیادہ تر تعداد گھوڑوں کی ایک زیادہ تر تعداد حیوانات کی ہے :؛
شارک شیر دہ نہیں ہے .:. تشریح شارک کی تشریح شیر دہ کی نہیں ہے۔
شارک شیر دہ نہیں ہے .:. خوراک شارک کی خوراک شیر دہ کی نہیں ہے۔
شارک کتا نہیں ہے .:. مالک ایک شارک کا مالک ایک کتے کا نہیں ہے ؛

زیادہ مثالیں اس کے ثبوت کے لئے کہ اس قسم کے احتجاج کی صحت بالکلیہ مفہوم پر موقوف ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک معین تعداد ایسی صنفوں کی معلوم کی جائے جس کے تحت میں یہ سب احتجاج آسکیں اگرچہ ایک کلی نظر سے صحیح احتجاج کی صورتوں پر نظر کرنے سے ارسطاطالیس نے سفسطہ کے نقض کے باب میں جو کچھ لکھا ہے خصوصاً وہ جس کو وہ مغالطہ ذات العرض کہتا ہے اُس کے ساتھ منسوب کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اُس کے بیان سے یہ فائدہ ہوگا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو یہ معلوم کرلینا چاہئیے کہ استدلال خالص صوری عمل نہیں ہے۔ یہ کہ حجتیں امریکہ کی گھڑیوں کے اصول پر نہیں بنائی گئی ہیں کہ اُن کے پُرزے باہمدیگر بدلے جاسکیں اس طرح کہ حدود ایک حجت سے لیکے دوسرے حجت میں رکھ دیئے جائیں اور اُس سے استدلال پر

کوئی اثر نہ پڑے اور یہ کہ تتبع استدلال کا مثل تتبع حالات حیات کے بہت کچھ اصناف کے امتحان پر موقوف ہے اگرچہ ایک تعداد ایسی صورتوں کی ہے جو ہر پھیر کے بعینہٖ مختلف قسم کے مفاہیم کے ساتھ آتی ہیں۔ ان سب میں مشہور ترین ایک صورت قیاس (سولوجزم) کی ہے جس کا بیان اب ہم شروع کرنے والے ہیں اکثر یہ سمجھا گیا ہے کہ یہ صورت اُس تمام استدلال کی ہے جو کہ بلا واسطہ نہیں ہے۔ اور یہ جملہ قسم کے مضمون و مفہوم پر جاری ہوسکتی ہے۔ اگرچہ اس کی ماہیت کو بھی بلا لحاظ مواد کے مطالعہ کرنا زیادہ مفید ہوگا بلکہ کسی حد تک یہ بھی حدود کی عینی یا نفس الامری ہیئت سے متاثر ہوتا ہے ؛؛
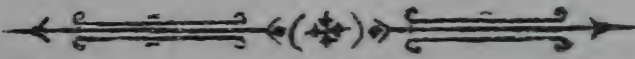
باب یازدہم

قیاس پر ایک عمومی نظر

ارسطاطالیس پہلا شخص ہے جس نے نظریہ (سولوجیموس) قیاس کو نکالا ہے اگرچہ بلاشک (جیسا کہ لوک نے شوخی سے کہا ہے کہ اس کے اتباع کا دعویٰ ہے) وہ پہلا شخص نہیں ہے جس نے قیاسی استدلال کیا ہے۔ قیاس کی یہ تعریف[1] کی سے ہے یعنے ایسا کلام جس میں بعض اشیاء کے وضع کرنے سے ایک اور چیز وضع کی ہوئی چیزوں کے علاوہ ضرورۃً نکلتی ہے اگر وضع کیئے ہوئے کا صدق مسلم ہو۔

یہ تعریف (حد) مانع نہیں ہے۔ اس میں داخل ہیں وہ سب حجتیں جن میں دو قولوں کے سچ ہونے سے تیسرے قول پر ہم استدلال کرتے ہیں سولوجزم (قیاس) کے لغوی معنوں میں بھی یہ مفہوم داخل ہے۔ ہر ایک حجت بقول محاورۂ عام جس میں دو اور دو ملا کے رکھدیں اس سے خواہ مخواہ ایک نتیجہ نکل آتا ہے۔ لیکن لفظ قیاس کو نہ ارسطاطالیس نے خود اور نہ تمام دنیا نے جو اس کے بعد ہوئی ایسے وسیع معنے کے لیئے استعمال کیا قیاس درحقیقت ایک ایسی حجت ہے جس میں دو حدوں کی نسبت مفروضہ سے جو بطور موضوع اور محمول کے ایک تیسری حد کے ساتھ ہو ایک نسبت ضرورۃً نکلتی ہے خود ان دونوں حدوں کے مابین بطور موضوع اور محمول کے۔ مثال سے الفاظ حد کشیدہ کا مطلب اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔ اگر ا

---

[1] عربی میں قیاس کی یہ تعریف ہے قیاس ایک قول ہے بنا ہوا قضیوں سے جب کہ تسلیم کر لیئے جائیں وہ قضیے تو لازم آتا ہے انھیں سے ایک اور قول ۔۱۲۔

برابر ب کے ہو اور ب ج کے برابر ہو تو ا ج کے برابر ہو گا۔ اگر ایک گولی جلد تر چلتی ہے بہ نسبت گھوڑے کے اور گھوڑا جلد تر چلتا ہے بہ نسبت آدمی کے تو گولی جلد تر چلتی ہے بہ نسبت آدمی کے۔ ان مثالوں سے اول میں حدود ہیں ا ب ج اور دوسرے میں گولی گھوڑا آدمی لیکن نسبتیں درمیان حدود کے ایک صورت میں مقدار کے لحاظ سے ہیں اور دوسرے میں سرعت کے لحاظ سے۔ ا اور ب میں موضوع اور محمول کی نسبت نہیں ہے کیونکہ میں یہ نہیں کہتا کہ ا ب ہے بلکہ صرف یہ کہتا ہوں کہ ا مقدار میں برابر ب کے ہے گولی اور گھوڑا موضوع محمول کی نسبت نہیں رکھتے کیونکہ گولی گھوڑا نہیں ہے بلکہ گولی کی نسبت گھوڑے کے ساتھ تیز رفتاری میں ہے نہ اس طریق سے کہ گولی موضوع ہے جس کا محمول گھوڑا ہے۔ بلاشک گولی کا محمول یہ ہے کہ یہ جلد تر چلنے والی ہے بہ نسبت گھوڑے کے اور ا کا محمول یہ ہے کہ وہ برابر ہے ب کے۔ پس وہ جس کا مقابلہ ج سے میں حجت میں کرتا ہوں وہ خود ب ہے نہ وہ جو اس کے برابر ہے وہ جس کو میں کہتا ہوں کہ آدمی سے تیز رفتار تر ہے وہ گھوڑا ہے نہ وہ جو گھوڑے سے تیز رفتار تر ہے۔ ا ب ج گولی گھوڑا آدمی حدود ہیں جن کا میں مقابلہ کرتا ہوں اول کا مقدار میں اور دوم کا رفتار میں اور مفروضہ نسبتوں سے ا اور ج کی جو ہر ایک کو مشترک حد ب کے ساتھ ہیں مقدار کے طریق سے میں ایک نسبت درمیان خود ا اور ج کے استخراج کرتا ہوں مقدار کے طریق سے یا مفروضہ نسبتوں سے جو گولی اور آدمی کو مشترک حد گھوڑے کے ساتھ ہیں رفتار کے طریق سے میں خود گولی اور آدمی کی نسبت کو استخراج کرتا ہوں رفتار کے طریق سے[1]

ممکن ہے کہ کسی حجت کے حدود میں نسبتیں وضع و حمل کے طریق سے ہوں اس صورت میں یہ حجت قیاس ہے۔ ہم بالفعل علامت

---

[1] ک اکبر ط اوسط ص اصغر۔

ک ط ص ایسے حدود کے لئے استعمال کریں گے جن میں ایسی نسبت ہو۔ فرض کرو کہ ک حمل کیا جائے ط پر۔ اور ط حمل کیا جائے ص پر پس ک ضرور حمل کیا جائے گا ص پر۔ مثلاً۔ نقرئی چھاپہ دھوپ میں ماند ہو جاتا ہے اور فوٹو گراف (عکسی تصویریں) جو میں نے خریدی ہیں نقرئی چھاپے ہیں۔ لہٰذا وہ دھوپ میں ماند ہو جائیں گے۔ یہاں وہ حد جو کہ مقدمتین (وہ دونوں قضیے جو پہلے مفروض ہوتے ہیں دونوں مقدمے کہلاتے ہیں اور ان سے نتیجے کا استخراج ہوتا ہے) میں مشترک ہے نقرئی چھاپہ (ط) ہے جو کہ محمول ہے ان عکسی تصویروں پر جو میں نے مول لی ہیں (ص)، اور اس پر محمول ہے دھوپ میں ماند ہو جانا (ک)، پر لہٰذا دھوپ میں ماند ہو جانا (ک)، محمول ہو گا عکسی تصویروں پر جو میں نے مول لی ہیں (ص) پر۔ یا یہ کہ ط ایسا محمول ہو جس کا ایجاب کیا جائے ک سے اور سلب کیا جائے ص سے۔ معاملۂ ڈریفوس میں۔ فرانسیسی محکمہ جنگی نے اکثر باصرار کہا ہے کہ وہ شخص جس نے مشہور بورڈرو لکھا تھا وہ جنرل اسٹاف میں تھا۔ اسٹرہیزی جنرل اسٹاف میں نہ تھا لہٰذا اس نے وہ نہیں لکھا۔ یہاں ط (جنرل اسٹاف میں ہوتا) کا ک (وہ شخص جس نے بورڈرو لکھا) حمل ایجابی ہوا ہے اور ص (اسٹرہیزی) سے حمل سلبی ہوا ہے لہٰذا ک کا سلب کیا گیا ص سے۔ اسٹرہیزی نے بورڈرو نہیں لکھا۔ پھر ہو سکتا ہے کہ ط ایک موضوع ہو جس کے ک اور ص دونوں محمول ہیں ایجاب کے ساتھ یا سلب کے ساتھ پس ک محمول ہو ص پر۔ یا بالعکس۔ گھوڑا مضبوط ہے اور وہ ایک ایسا جانور ہے جو بالکل نباتاتی غذا پر زندگی کرتا ہے۔ لہٰذا ایک جانور جو بالکل نباتاتی غذا پر بسر کرتا ہے مضبوط ہو سکتا ہے یہاں دو حدیں ہیں مضبوط (ک)، ایک حیوان جو بالکلیہ نباتاتی غذا پر بسر کرتا ہے (ص)، دونوں محمول ہیں گھوڑے (ط)، پر اس سے ہم یہ استخراج کرتے ہیں کہ ک مضبوط محمول ہو سکتا ہے (ص) "ایک جانور پر جو بالکلیہ نباتاتی غذا پر زندگی بسر کرتا ہے"

سب بے شک یہ ضرورۃً نہیں ہے اور نہ کلیۃً ہے بلکہ امکاناً بعض صورتوں میں ؛
ان مثالوں سے واضح ہو سکتا ہے کہ حدود کا وضع وحمل کے
طریق سے نسبت رکھنا کیا ہے اور کس طرح سے نسبت دو حدوں کی
ایک تیسری حد کے ساتھ وضع وحمل کے طریق سے خود ان دونوں
حدوں کے درمیان اس نسبت کو ضروری کر دیتی ہے ؛
وہ جس کو یہاں ایک نسبت وضع وحمل کے طریق سے کہا ہے
اسی کو نسبت بہ طریق موضوع اور وصف بھی کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً
مسٹر بریڈلے نے اپنی کتاب منطق مقالۂ دوم میں کہا ہے۔ اور اور جگہ بھی
اگر لفظ وصف استعمال کیا جائے تو اس سے کسی شے کے ساتھ نسبت
حملی تصور کرنا چاہیئے: بعل کا یہ ایک وصف ہے کہ وہ ایک صنم (الٰہ
یا بت پرستوں کا معبود) ہوتا ہے۔ بات کرنا۔ اپنے دشمنوں کو ترغیب
دینا۔ سفر میں ہونا۔ سو جانا۔ جگائے جانے کی ضرورت ہونا۔ پیغمبر رکھنا
بنی اسرائیل سے۔ فلسطینوں کا معبود ہونا۔ جو کچھ اس کے بارے
میں سلب یا ایجاب ہو سکتا ہے وہ ایک وصف ہے جس کا ایجاب
یا سلب کیا گیا ہے۔ وصف کسی مقولے سے ہو۔ مقولہ جوہر سے ہو
(جیسے ہم کہتے ہیں وہ الٰہ سے ہے) یا مقولہ کم یا زمان یا مکان یا حالت
(کیف) یا اضافت وغیرہ سے ہو۔ جو امر ضروری ہے وہ اس قدر ہے
کہ وہ نسبت ہو جو محمول کو موضوع سے ہوتی ہے نہ وہ نسبت جو چچا کو
بھتیجے سے یا کل گذشتہ کو آج کے دن سے ہو۔ یا علت کو معلول سے ہو
یا یہاں کو وہاں سے واسطے کو انجام سے زیادہ کو کم وغیرہ۔ یہ سب
اضافتیں ہیں جو کہ ایک حد کو دوسری حد سے ہوتی ہیں۔ اگر ہم حدوں
سے علٰحدہ علٰحدہ موضوع فکر مراد لیں نہ محض موضوع ومحمول جن ایسی
تصدیق جو ان کی نسبت پر حکم کرتی ہے تحلیل ہو سکے۔ جیسے مثلاً اگر
میں کہوں قدیم مدعی سلطنت چارلس دوم کا بھتیجا تھا۔ وہ اور چارلس
دوم ممکن ہے (کہ اس تصدیق میں) ایسی حدیں کہی جائیں جن میں

ہم جدی ہونے کی نسبت ہے۔ وہ اور چارلس دوم کا بھتیجا ایسی حدیں ہیں جن میں اضافت موضوع اور محمول کی ہے۔ جب میں کہوں کہ اڈنبرا۔ لورپول کے مغرب میں ہے تو اڈنبرا۔ اور لورپول میں اضافت مکانی ہے لیکن اڈنبرا۔ اور لورپول ایسی حدیں ہیں جو موضوع اور محمول کی اضافت سے رکھی گئی ہیں ؎

لفظ کو اس وسیع معنے میں سمجھ کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نظریۂ قیاس نظریۂ استدلال ہے علاقہ[1] موضوع اور محمول کیں ٹھیک اسی طرح جیساکہ

---

(۱) علاقہ سے ایک ترتیب یا نظام کسی خاص مفرد قسم کی نسبتوں کا مراد ہے۔ جیسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فضا (مکان) ایک علاقہ ہے جس میں تمام مادی اشیا ایک دوسرے سے نسبتیں رکھتی ہیں زمان ایک علاقہ ہے جس سے تمام حوادث منسوب ہیں علاقہ موضوع (موصوف) اور وصف میں بہ نسبت مکان اور زمان کے یکسانی کم ہے۔ ایک چیز جو کسی اور چیز سے علاقۂ مکانی رکھتی ہے یا ایک حادثہ جو اور حوادث سے علاقۂ زمانی رکھتا ہے ضرورۃً اور چیزوں اور حادثوں کے ساتھ بھی ایسے ہی علاقے رکھتا ہے۔ لیکن جب ایک حد کسی دوسری حد کے ساتھ علاقہ موضوع اور وصف رکھتا ہے وہ صرف انھیں حدود کے ساتھ ایسا علاقہ رکھ سکتا ہے جن سے کہ دوسری حد اسی قسم کے علاقے رکھتی ہو یعنے علاقۂ موضوع و وصف بشرطیکہ ایسے حدود موجود ہوں اور ان میں سے بھی سب کے ساتھ ایسا علاقہ نہیں ہوسکتا علاقۂ موضوع اور وصف کا گویا کہ بجائے خود ایک مختصر نظام نسبتوں کا ہے جس میں متعدد اجتماعات حدود کے شامل ہیں جو ایک دوسرے سے منسوب ہیں لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ مختلف اجتماعات کے حدود کو باہم گر ربط دیں۔ درآنحالیکہ زمان اور مکان جو متعدد اجتماعات اشیاء و حوادث کو مربوط کرتے ہیں وہ کسی دور کنوں کو مختلف اجتماعوں کے ایک دوسرے سے ضرورۃً مربوط کرتے ہیں۔ لفظ قاطیغوری (مقولہ) بجائے علاقے کے مستعمل ہوسکتا ہے جس معنے سے کہ کانٹ نے اصل ترکیبی یا اصل اضافت کو کہا ہے۔ لیکن یہاں ارسطاطالیسی معنے سے استعمال کیا گیا ہے۔ قسم محمول جس کا تعین بذریعہ اصل یا اصول ترکیب مستعملہ کے ہو۔ اور عموماً متن ہذا میں اسی معنے سے استعمال ہوا ہے۔ اگر کسی معنے سے بغیر اطلاع اس کا استعمال ہوتا تو احتمال خلط کا تھا۔ اور یہ بھی تشویش کا باعث ہوتا اگر اصل

علاقہ موضوع اور محمول میں ہونا چاہیئے۔ یہ یاد رکھنا اہمیت رکھتا ہے کہ لفظ وصف اپنے عام معنے سے وسیع تر معنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ ہم عموماً اس کو مسٹر پک وک کا وصف نہیں کہتے کہ مسٹر پک وک کو ایک بار حوالات ہوگئی تھی۔ یا بیکی شارپ کا یہ وصف کہ انھوں نے جانسن کی لغت کو گاڑی کی کھڑکی سے باہر پھینک دیا تھا اس لفظ میں عموماً افعال یا اتفاقی نسبتیں ایک چیز کی دوسری کے ساتھ داخل نہیں سمجھی جاتیں لیکن موجودہ استعمال میں ہر محمول اس میں داخل ہے اس کے استعمال کا فائدہ یہ ہے کہ یہ ہمارے محمول کے مفہوم کی توضیح کرتا ہے۔ اشیاء میں نسبت مکانی یا زمانی مقدار کی درجے کی قرابت یا علت اور معلول کی نسبت ہو سکتی ہے یہ سب اچھی خاصی متعین معنے کو ہمارے لئے ادا کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں اضافت وضع وحمل کی ہو لیکن سوال یہ ہے کہ محمول کو اپنے موضوع سے کیا نسبت ہوتی ہے؟ یہ نسبت وصف کی ہے۔ ایک ہیئت (صفت) جس سے یہ موصوف ہے یا جو اس سے تعلق رکھتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ محمول ایک وصف ہے تو ہم ایک لفظ کو جو منطقی نسبت رکھتا ہے ایسے لفظ کا قائم مقام کرتے ہیں جو حقیقی نسبت رکھتا ہے۔ کبود جنطیانہ کا ایک وصف ہے حقیقتہً اور دائماً اور محمول صرف اسی صورت میں ہے جب کہ یہ تصدیق وضع کی جائے کہ جنطیانہ کبود ہے یہ سچ ہے کہ نظریۂ قیاس میں ہم وصفوں سے اسی حد تک بحث کرتے ہیں جس حد تک کہ وہ محمول کیئے جائیں۔ مگر ہم محمولات کو اوصاف ہی تصور کرتے ہیں؛ [۱]

یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ قیاس تمام استدلال کی اصل (صورت شالی)

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ بحث کو ترک کر کے اس کے معانی کے تفاوت کی بحث چھیڑ دیجاتی ۱۲ مصر

[۱] مصنف نے یہاں محمول اور وصف کا فرق بتایا ہے جو بہت اہم ہے وصف موصوف میں پایا جاتا ہے عام اس سے کہ اس کا بیان ہو یا نہ ہو محمول وہی وصف ہے جب کہ حمل کیا جائے موصوف پر ایک تصدیق کے ذریعے سے اس صورت میں موصوف کو موضوع اور وصف کو محمول کہیں گے ۱۲ م۔

ہے سوا اس استدلال کے جس کو بلا واسطہ کہتے ہیں۔ اس واہم کے دفع کرنے میں مسٹر بریڈلی (اپنی کتاب منطق میں) سے زیادہ کسی نے کام نہیں کیا ہے اگرچہ مثل ایسے شخص کے جس کو بت شکنی کا جوش ہو وہ اس کے درپے ہوگئے اسی جوش نے شاید اس واقعے پر زیادہ بحث کرنے سے باز رکھا کہ قیاس کی صورت استدلالی اکثر واقع ہوا کرتی ہے۔ لیکن بالفعل ہمارا مقصد یہ ہے کہ قیاس کے نظریئے کے صوری پہلو سے موانست پیدا کی جائے۔ صحت اور تکمیل اس نظریئے کے ساتھ ایسی دست و گریباں ہے کہ منطقیوں نے اس پر بحث کرتے میں کسی حد تک ایک صناع کی ایسی دلچسپی لی ہے اور حقیقت علمی کو کبھی کبھی توضیح کی سلاست پر نثار کردیا ہے۔

غرض قیاس کی یہ ہے کہ درمیان دو حدوں کے ایک اضافت بہ طریق وضع وحمل قائم کی جائے بذریعہ ان اضافتوں کے جو ان دونوں کو ایک تیسری حد کے ساتھ ہو۔ لیکن وہ تصدیق جن میں وہ دونوں حدیں موضوع اور محمول ہوں کلی ہوں یا جزئی ایجابی ہوں یا سلبی۔ مزید آں ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مختلف طریقے ہیں جن سے وہ دونوں حدیں جو نتیجے میں واقع ہوتی ہیں اس تیسری حد مشترک سے نسبت رکھ سکتی ہیں وہ دونوں اس تیسری حد پر محمول ہوں یا یہ ان دونوں پر محمول ہو یا ایک تیسری حد پر محمول ہو اور تیسری حد دوسری پر محمول ہو لہٰذا ایک نہایت عام مسئلہ ہمارے سامنے ہے جو کہ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے موضوع کی جگہ ص اور محمول کی جگہ ک اور تیسری حد یا اوسط کی جگہ ط لکھیں جس کی نسبتیں ان دونوں کے (ص ک) ساتھ ص اور ک کی نسبتوں کو معین کریں گی۔ دونوں مقدموں کی کمیت اور کیفیت کیا ہونا چاہئیے جن میں ص اور ک بہ ترتیب ط کے ساتھ منسوب ہوں اور ط کی ان دونوں سے کیا نسبت ہو موضوع ہو یا محمول ہو ص اور ک کا تاکہ نتیجے میں ایک قضیہ چار صورتوں

ا ع ی و سے متعین ہو سکے؟ بالفاظ دیگر کون سی صورت مقدمتین کی یہ ثابت کرے گی کہ کل ص ک ہے، کوئی ص ک نہیں ہے، بعض ص ک ہے، بعض ص ک نہیں ہے، ان میں ص اور ک کی ط کے ساتھ کیا نسبتیں ہوں گی؟ یا اس طرح کہ کونسی نسبتیں ص اور ک کی موضوع محمول کے طریق سے ساتھ ط مشترک کے یکے بعد دیگرے کونسی نسبتیں موضوع محمول کے طریق سے درمیان خود ص اور ک کے قائم کریں گی؟ یہ سوال ہے جو نہایت تجریدی صورت سے پیش کیا گیا ہے نظریہ قیاس کا صوری حصہ جس کا جواب ہے کہ

باب دوازدہم

ضروب واشکال قیاس

(الف) وجہ تسمیہ ا۔ ہر قیاس میں دو قضیے ہوتے ہیں جن کے صدق کو تسلیم کرنے سے ایک اور قضیے پر استدلال ہوتا ہے یا اُن دونوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اس پچھلے قضیے کو نتیجہ کہتے ہیں اور پہلے دونوں قضیوں کو دونوں مقدمے کہتے ہیں ؛

یہ کہا گیا تھا کہ وہ صادق تسلیم کیے جاتے ہیں عام اس سے کہ حقیقت میں صادق ہوں یا کاذب جو نتیجہ اِن سے نکلتا ہے وہ ہمیشہ یکساں ہوا کرتا ہے فقط یہ بات ہے کہ اگر وہ دونوں سچے ہونگے تو نتیجہ سچا ہوگا اور اگر جھوٹے ہونگے تو نتیجہ غالباً جھوٹا ہوگا۔ لہٰذا ہم قیاس کے نظریۂ صوری میں مقدموں یا نتیجے کی سچائی سے غرض نہیں رکھتے صرف صحت استدلال سے غرض ہے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اگر مقدمے تسلیم کر لیئے جائیں تو اُن سے کیا پیدا ہوگا جس کا صدق تسلیم کرنا ہوگا۔ اگر استدلال صحیح ہو تو کوئی شخص جو مقدموں کے صدق کو تسلیم کریگا وہ نتیجے کے صدق کا انکار نہیں کرسکتا فرض کرو کہ ایک شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ معاہدے کی آزادی میں مزاحمت

---

[1] یہ ضروری نہیں ہے کہ جھوٹ ہو کیونکہ ہم ملاحظہ کریں گے۔ کہ دو جھوٹے مقدموں سے سچا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ لیکن نتیجہ جو صحت کے ساتھ جھوٹے مقدموں سے نکالا جائے اس میں مستدل کی نادانی شامل ہے اگرچہ استدلال کی ناواقفی نہو مقصود مصنف کا یہ ہے کہ کیوں جھوٹے مقدمے تسلیم کیئے گئے ۱۲۔

کرنا فاسد ہے اور یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ قوانین ازدواج معاہدے کی آزادی کی مزاحمت کرتے ہیں تو اُس کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ قوانین ازدواج فاسد ہیں؛

نظریۂ قیاس پر یہ طعن کیگئی ہے کہ اس میں صرف صحت استدلال کا لحاظ کیا جاتا ہے نتیجے کے صدق کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ ہم کو ایسے ضابطوں کی ضرورت ہے جن سے یہ متعین ہوسکے کہ قضیہ حقیقتہً سچا ہے ہم کو ایسے ضابطون کی حاجت نہیں ہے کہ جن سے معلوم ہو کہ صرف اس صورت میں سچا ہے اس مفروض پر کہ اور قضیے سچے ہیں۔ یہ شکایت کیجاتی ہے کہ نظریۂ قیاس منطق توافقی ہے اکثر جو کچھ اس سے ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے ضابطے وضع کرے جس سے یہ حکم کرسکے کہ بعض احکام باہم دگر موافقت رکھتے ہیں یا نہیں منطق توافقی کے مقابل بعض مصنفوں نے منطق حقیقی کو تجویز کیا ہے اور استقراء کے نام سے اس کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ دریافت ہوگیا کہ طرق استقراء جو مقدمات کی صحت کے امتحان کے لیئے تھے جن سے مسلۂ قیاس یہ تفحص کرسکے کہ کیا استدلال ہوسکتا ہے اُن میں بھی وہی نقصان ہیں جو خود قیاس میں ہیں کیونکہ وہ بھی اعمال استدلال ہیں جن میں مقدمات سے نتائج نکالے جاتے ہیں۔ اُن سے نتیجے بھی اُسی حالت میں سچے ہوں گے جبکہ مقدمات سچے ہوں۔ اس کے دریافت کرنے میں کہ مقدمات سچے ہیں یا نہیں ہیں وہ ناقابل پائے گئے اور یہ ٹھیک اُس نقطے پر جبکہ مباحثات نہایت سرگرم تھے؛

واقعہ یہ ہے کہ جس حد تک کہ استدلال کی مقررہ صورتیں پیدا کی جائیں اور اُن صورتوں پر تجریدی نظر کیجائے۔ خواہ وہ قیاس کی صورتیں ہوں خواہ نہوں۔ ضرور ہے کہ ہم مقدمات کے صدق سے قطع نظر کریں کیونکہ استدلال کی مجرد صورت کے بیان میں ہم علامات کو بھی بجائے حدود

سلہ جیساکہ مل نے اپنے طرق استقراء کے بیان میں کیا ہے اگرچہ اُسکی علامتیں ناکافی ہیں مصر

کے استعمال کر سکتے ہیں۔ یعنے ہم کو اس استفسار کی زحمت اُٹھانے سے غرض نہیں ہے کہ حدود بالتخصیص کیا ہیں۔ پس ہم کو یہ ہرگز مقصود نہیں ہے کہ مقدمہ جن میں اُن حدوں کو مربوط کیا ہے سچا ہے یا نہیں ہے پس مقدمات مفروض کے ہوتے ہوئے نتیجہ ضرورۃً نکلتا ہے ہو سکتا ہے کہ نتیجہ جھوٹا ہو اگر مقدمے جھوٹے ہیں۔ پس وہلۂ اول میں مقدمات کا دیا جانا بھی ضرور نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ اُن کی طلب ہو؛

فرض کرو کہ ایک شخص نے یہ مان لیا ہے کہ جو چیز اقبال اور استغنا کی مزاحمت کرے وہ بد ہے اور یہ بھی مان لے کہ عام نظام وظیفہ خواری کا بڑھاپے میں سرکاری خرچ پر اقبال اور استغنا کا مانع ہے اُس کو بطور نتیجہ ضرور ماننا پڑے گا کہ یہ نظام وظیفہ خواری بد ہے۔ یہاں اور ایسے شخص کو وہلۂ اول میں نتیجہ جو اُس کے سامنے ہے وہ اُس کو تسلیم کر لے گا کہ مقدمات مفروضہ کا یہ نتیجہ ہے۔ لیکن یہ فرض کرو کہ ایک شخص مشکوک ہے کہ آیا وظیفہ خواری کا جو نظام منجانب سرکار مقرر ہے وہ بُرا ہے یا اچھا ہے اور اُس کو ایک جانب یا دوسری جانب (یعنے نقیضین سے ایک کا ثبوت مطلوب ہے۔ اور اُس کا کوئی دوست یہ ثبوت جو اوپر مذکور ہوا پیش کرے جس سے ثابت ہوا کہ بد ہے۔ اُس کے لیئے صورت اول میں نتیجہ بطور ایک سوال یا مسئلے کے تھا جس کے بارے میں اُس کو یہ معلوم کرنا تھا کہ ایجاب کیا جائے یا سلب ایسے شخص کے لیئے قیاس ایک طریقۂ ثبوت پیدا کرنے کا ہے نہ کہ طریقۂ استنتاج؛

صورت مقدمات میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جن سے مخصوص نتیجے کا تعین ہو خواہ مقدمتین پہلے معلوم ہوں اور نتیجہ پیدا کیا جائے یا نتیجہ

---

[1] یہاں مصنف نے مطلوب اور نتیجے کا فرق ضمناً بتایا ہے جو بہت عمدہ ہے جب کوئی قضیہ ہمارے سامنے ہو اور ہم یہ چاہتے ہوں کہ وہ ثابت ہو جائے یا اس کا نقیض اس صورت میں قضیۂ مذکورہ یا اُس کا نقیض مطلوب ہے اور جب استدلال سے وہ یا اُس کا نقیض ثابت کیا جائے تو وہ نتیجہ ہے۔ مطلوب کا ذکر علم مناظرہ میں آتا ہے منطق سے اُس کو تعلق نہیں ہے ۱۲۔

بطور ایک مسئلہ پیدا ہوا ہو اور مقدمتین اس کے تعین کے لیئے دریافت کیئے جائیں۔ اور ہر صورت میں مقدمتین بطور مفروض دیئے ہوئے ہیں تاکہ تسلیم کر لیئے جائیں اور اسی دلیل میں ثابت نہیں کیئے گئے ہیں[1] لیکن وہ ہمیشہ دیئے ہوئے (مفروض) نہیں ہوتے اسطرح کہ اُن سے استدلال کی ابتدا کیجائے۔ ہماری فکر کبھی مقدمات کی تلاش میں مشغول ہوتی ہے تاکہ وہ جس کا یقین یا ظن ہے ثابت کیا جائے اور کبھی مقدمات کا ملاحظہ کیا جاتا ہے کہ اُن سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اسی لیئے ارسطاطالیس نے مسئلہ اور مقدمہ اصطلاحیں مقرر کیں۔ اُس کے نزدیک نتیجے پر کوئی شئے جس کو ثابت کرنا ہے کی حیثیت سے نظر کیجائے اور مقدمتین پر اس شئے کی حیثیت سے جو اُس کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے۔ لہذا ارسطاطالیس نے یہ استفسار کیا کس قسم کے مقدمے مختلف اقسام نتائج (ا ع ی و) کے ثبوت کے لیئے درکار ہیں؟ نہ کہ مختلف ضروب مقدمات سے کس قسم کے نتیجے نکلتے ہیں؟ لیکن جب اُس نے اپنے سوال کا جواب دیا اور یہ بتایا کہ اس قسم کے مقدمات مختلف اقسام نتائج کے لیئے درکار ہیں تو یہ ممکن ہو گیا کہ اور لوگ اس واقعے پر اولاً منتخب مقدمات نظر کریں ان لوگوں کے لیئے مقدمات اس قسم کی چیزیں ہیں کہ اگر وہ دئے ہوئے (مفروض) ہوں تو ان سے ایک خاص قسم کے نتیجے کا نکلنا ضروری ہے۔ نہ کہ ایسی چیزیں کہ ایک خاص صورت کے مسئلے کا ثبوت مقصود ہو تو ایسے مقدمے درکار ہوں گے۔

۲۔ مقدموں کو بہ ترتیب مقدمۂ کبرے و صغرے کہتے ہیں یہ تسمیہ حجت کے حدود کے ساتھ درست کر لیا گیا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہر قیاس

---

[1] بلکہ اکثر مقدمات کا اثبات بھی مطلوب ہوتا ہے یہاں تک کہ ایسے مقدموں تک پہنچ جائیں جو پہلے ثابت ہو چکے ہوں اور اب مسلم ہوں یا خود بدیہی ہوں ہر حال میں استدلال کی انتہا بدیہیات ہیں۔۱۲

میں تین حدیں ہوتی ہیں دو وہ جو نتیجے کا موضوع اور محمول ہوتی ہیں اور ایک وہ جس سے ان دونوں کو ربط دیتے ہیں موضوع اور محمول کے طریق سے ہر ایک مقدمے میں موضوع اور محمول نتیجے کو بہ ترتیب حد اصغر اور حد اکبر کہتے ہیں اور وہ جو دونوں مقدموں میں مشترک ہوتی ہے حد اوسط کہلاتی ہے کبریٰ وہ مقدمہ ہے جس میں حد اکبر واقع ہو اور صغریٰ وہ ہے جس میں حد اصغر واقع ہو۔ مثلاً اس قیاس[ف] میں۔

کل عضوی نظام فانی ہیں
انسان ایک عضوی نظام ہے
∴ انسان فانی ہے

فانی حد اکبر ہے اور کل عضوی نظام فانی ہیں کبریٰ ہے حد اصغر انسان ہے صغریٰ انسان عضوی نظام ہے۔ عضوی نظام حد اوسط ہے۔

یہ ملاحظہ ہوگا کہ ہر حد قیاس میں دو مرتبہ آتی ہے حد اکبر اور حد اصغر اپنے اپنے نام کے مقدموں میں اور نتیجے میں حد اوسط دونوں مقدموں میں آتی ہے نتیجے میں نہیں آتی۔

قیاس کی مثالیں دینے میں کبریٰ کو پہلے لکھا کرتے ہیں لیکن روزمرہ بول چال میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں کیا جاتا اور نہ یہی ضروری ہے کہ کبریٰ پہلے ہی لکھی جائے منطقی مثال میں۔ کبریٰ کے دریافت کرنے کا صرف یہ طریق ہے کہ یہ ملاحظہ کیا جائے کہ نتیجے کا محمول کیا ہے۔

۳۔ قیاسات میں اشکال کا اختلاف مقدموں میں حد اوسط کی

[ف] عربی منطق میں صغریٰ کو پہلے رکھتے ہیں پھر کبریٰ کو انگریزی میں اس کا عکس ہے اس کو ذہن نشین رکھنا چاہئیے ورنہ کبھی دھوکا ہو جائے گا کہ شکل اول ہے یا چہارم عربی ترتیب اس قیاس کی یہ ہوگی انسان ایک عضوی نظام ہے کل عضوی نظام فانی ہوتے ہیں لہذا انسان فانی ہے بعض انگریزی مصنفوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ ترتیب طبیعت کے زیادہ موافق ہے ۱۲۔

جگہ کے اعتبار سے ہوتا ہے (۱) حد اوسط کبریٰ میں موضوع ہو اور صغریٰ میں محمول ہو۔ اس صورت میں ارسطاطالیس نے قیاس کو پہلی (یا کامل) شکل کہا ہے وہ مثال جو ابھی دی گئی تھی وہ پہلی شکل کی تھی اور یہ مثال جو ذیل میں درج ہے اسی سے (شکل اول) ہے :-

کوئی کیڑا آٹھ پیر کا نہیں ہوتا
بھڑیں کیڑے ہیں
بھڑوں کے آٹھ پیر نہیں ہوتے

مناسب ہے کہ ایک قیاس وضع کیا جائے جو قیاس کو اپنی صورت میں ادا کرے ہم حروف ک ط ص اس مطلب کے لیئے استعمال کریں گے ص (= موضوع نتیجہ) ہمیشہ حد اصغر سے مراد لیں گے ک (= محمول نتیجہ) حد اکبر کے لیئے اور ط حد اوسط کے لیئے۔ لہذا شکل ان دونوں مثالوں کی یعنے ان کی صورت باعتبار مقام حدود کے مقدمتین میں اس طرح لکھی جائیگی

ط ک[1] ۔ ص ط ∴ ص ک

اگر ہم ہئیت قضایا کی جن سے قیاس بنا ہوا ہے ظاہر کریں (کلی ہے یا جزئی موجبہ ہے یا سالبہ) تو ہماری دونوں مثالیں مختلف طور سے لکھی جائیں گی پہلی مثال کی یہ صنف ہے۔

کل ط ک ہے
کل ص ط ہے
∴ کل ص ک ہے

دوسری کی صنف یہ ہوگی۔

کوئی ط ک نہیں ہے
کل ص ط ہے
∴ کوئی ص ک نہیں ہے

---

[1] ک = حد اکبر ص حد اصغر اور ط حد اوسط کی علامت ہے ۱۲

(ثانی) حد اوسط مقدمتین میں محمول ہو شکل اس طرح بیان ہوگی۔

ک ط

ص ط

∴ ص ک

مثلاً کوئی کیڑا آٹھ پیر کا نہیں ہے

مکڑیاں آٹھ پیر رکھتی ہیں

∴ مکڑیاں کیڑے نہیں ہیں

وہ قیاس جس میں حد اوسط اس طرح رکھا جائے ارسطاطالیس نے اس کو دوسری شکل کہا تھا۔

(ثالث) حد اوسط مقدمتین میں موضوع ہو شکل اس طرح بیان ہوگی۔

ط ک

ط ص

∴ ص ک

مثلاً ویڈا[1] سیلان کے رہنے والے بہت ازدواجی وفا ظاہر کرتے ہیں

ویڈا سیلان کے رہنے والے وحشی ہیں۔

∴ بعض وحشی بہت ازدواجی وفا ظاہر کرتے ہیں۔

قیاس جس میں حد اوسط دونوں مقدموں میں موضوع ہو ارسطاطالیس نے اس کو تیسری شکل کہا تھا۔

۴۔ (رابع) ارسطاطالیس نے صرف انھیں تین شکلوں کو معتبر رکھا تھا لیکن اس نے بتا دیا تھا کہ مقدمتین قیاس سے پہلی شکل میں بعض اوقات جزئی نتیجہ نکالنا مناسب ہوگا جس میں حد اصغر محمول ہوگی حد اکبر پر اگرچہ کوئی نتیجہ ممکن نہ ہوگا اگر اکبر کو محمول کریں اصغر پر۔ مثلاً ان دونوں مقدموں سے ؛ بعض پارلیمنٹ میں ووٹ دینے والے معافیدار ہیں کوئی عورت

---

[1] ویڈا ایک قوم کا نام ہے جو جزیرہ سراندیپ میں رہتی ہے ۱۲۔

پارلیمنٹ میں ووٹ دینے والی نہیں ہے۔

اس کا تعین محال ہے کہ کوئی عورت معافیدار ہے یا نہیں ہے (اس کا سبب آگے بیان کیا جائے گا) لیکن ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بعض معافیدار عورتیں نہیں ہیں۔ اور ان دونوں مقدموں سے

کل اشخاص جو حق ووٹ رکھتے ہیں پارلیمنٹ[1] کے مجاز ہیں کوئی عورت حق ووٹ نہیں رکھتی۔

ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ عورتیں پارلیمنٹ کی مجاز نہیں ہیں کیونکہ سوائے ان لوگوں کے فرنچائیز (حق ووٹ) رکھتے ہیں ممکن ہے کہ اور لوگ بھی پارلیمنٹ کے مجاز ہوں۔ مگر ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بعض اشخاص جو پارلیمنٹ کے مجاز ہیں عورتیں نہیں ہیں۔

مشہور طبیب جالینوس سے ابن رشد نے اس قسم کے استدلال کو منسوب کیا ہے۔ اور اس کو ایک علیحدہ شکل یعنے چوتھی شکل قرار دیا ہے جس میں حد اوسط کبریٰ میں محمول اور صغریٰ میں موضوع ہو صورت قیاس کی یہ ہے کہ

ک ط

ط ص

∴ ص ک

اس اضافے[2] سے نظریۂ قیاس بہت تاریک ہو گیا کیونکہ ان استدلالوں کے لئے ایک علیحدہ شکل قائم کرنے سے ضمناً یہ مراد ہے کہ درمیان حد اکبر اور

---

[1] اگر یہ مقدمہ صحیح ہو تو پادری اس سے مستثنےٰ ہیں ۱۲ مصنف

[2] دوسری تیسری شکلوں میں جہاں حد اوسط کا دونوں مقدموں میں ایک مقام ہوتا ہے اس میں جس قضیے کو چاہو کبریٰ سمجھو جس کو چاہے صغریٰ سمجھو اس سے حد اوسط کے مقام پر اثر نہیں پڑتا لہٰذا یہ امکان نہیں ہے کہ ایک اور شکل قائم کی جائے جس کو ان شکلوں سے وہی نسبت ہو جو کہ چوتھی شکل کو پہلی شکل سے ہے ۱۲ مصنف

اصغر کے جو امتیاز ہے وہ محض وضعی ہے صرف مقام کا فرق ہے[عـــہ] دونوں کے فصل کا فرق نہیں ہے۔ اب اس امتیاز کے معنے پر غور کرنا چاہیئے۔

ہم نے کہا ہے کہ اصغر نتیجے میں موضوع اور اکبر میں محمول ہوتا ہے۔ مگر ان کو اکبر اور اصغر کیوں کہتے ہیں؟ کیا ارسطاطالیس نے فقط اس عبارت کے اختصار کے لیئے نتیجے کا موضوع نتیجے کا محمول ان اصطلاحوں کو اختیار کیا تھا؟ کیا یہ نام بر سبیل ارتجال رکھے گئے ہیں اسم اور مسمیٰ میں کسی قسم کی مناسبت کا لحاظ نہیں کیا گیا؟ اور اگر نتیجے کے موضوع کو اکبر اور محمول کو اصغر کہتے تو بھی یکساں طور سے مناسب ہوتا؟ یا بخلاف اس کے ناموں کے انتخاب سے کسی تصدیق میں درمیان موضوع اور محمول کے ایک خاص طرز کی نسبت کا اظہار ہوتا ہے؟

کیا اس کی کوئی وجہ ہے کہ محمول کو اکبر کہا جائے اور موضوع کو اصغر؟ ارسطاطالیس نے اس وجہ کو سمجھ لیا تھا کہ یہ خصوصیت بے شک جملہ تصدیقات میں نہیں ہے لیکن اکثر میں خصوصاً علمی تصدیقات میں ہے (یعنے وہ تصدیقات جس سے حقیقتہً معرفت حاصل ہوتی ہے) ہم پہلے ان تصدیقات پر غور کریں گے جن میں فرق حد اکبر اور حد اصغر کا وضعی ہے[۱]۔ بعض فاضل مدبر ہیں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بعض مدبر فاضل ہیں کیونکہ یہاں دونوں حدیں یا تصور کوئی ضروری نسبت نہیں رکھتے۔ یہ محض اتفاقی ہے کہ ایک ہی شخص میں مدبر محمول ہو فاضل پر یا بالعکس اور کوئی وجہ مرجح نہیں کہ ایک حد کو موضوع بنایا جائے۔ بعض

عـــہ یعنے صرف صوری فرق ہے معنوی کوئی تفاوت نہیں ہے ۱۲۔

۱ یعنے غیر اصلی مثلاً اگر انسان موضوع ہو اور حیوان محمول ہو اور موضوع اصغر ہو اور محمول اکبر ہو تو یہاں امتیاز اصلی ہے اس لیئے کہ اصغر نوع ہے اور اکبر جنس ہے اور اصل یہی ہے کہ موضوع نوع ہو اور محمول جنس ہو مصنف نے غیر اصلی (وضعی) کی مثالیں دی ہیں ۱۲۔

چڑیمار ماہی گیر نہیں ہیں یہ تصدیق بھی اسی قسم کی ہے دو پیشے ہیں جو اکثر جمع ہو جاتے ہیں مگر محض (اتفاقی) اجتماع ہوتا ہے اور چونکہ ماہی گیری کو چڑیماری کے وصف قرار دینے میں کوئی وجہ نہیں ہے بعینہ اسی طرح چڑیماری کو ماہی گیری کا وصف قرار دیں کوئی وجہ ترجیح موجود نہیں ہے جسطرح ایجاب ہوا بعینہ اسی طرح سلب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جس صورت میں موضوع کسی تصدیق کا عین شے یا شخص ہو اور محمول وصف ہو یا جہاں موضوع کسی تصدیق کا گو کہ حد مجرد ہو تاہم محمول کو اس سے تعلق ہو اور محض اتفاقی نہ ہو کہ ایک شے میں دونوں جمع ہو جائیں یہاں دونوں یکساں طور سے ایک دوسرے پر محمول نہیں ہو سکتیں۔ ہم کہتے ہیں کہ قیصر بڑا جنرل تھا اگر ہم کہیں کہ ایک بڑا جنرل قیصر تھا پھر بھی ہمارا مقصود یہی سمجھا جائے گا کہ ہم نے قیصر کو موضوع قرار دیا ہے صرف طبعی ترتیب الفاظ کو جملے میں پلٹ دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہیرے چمکتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ اسطرح کہیں بعض چمکنے والی چیزیں ہیرے ہیں۔ کبود ایک رنگ ہے بہ نسبت اس کے ایک [1] رنگ کبود ہے۔ یہ کہنا کہ ممکن ہے کہ رنگ کبود ہو یہ طبیعت کے موافق ہے اسی طرح ایک پتھر ممکن ہے کہ ہیرا ہو لیکن اب بھی ہم جنس کو نوع پر حمل کرتے ہیں نہ کہ نوع کو جنس پر۔ اس صورت میں بھی یہ جنس رنگ نہیں ہے بلکہ رنگ کسی خاص صورت میں ہے جنس پتھر سے نہیں بلکہ محض معدن جو کہ کبود ہے یا جو کہ ہیرا ہے۔ عموماً محمول کا اطلاق وسیع تر ہوتا ہے۔ باستثنا اس حالت کے جب کہ دو وصف اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں یا تصدیق

ع ایک کا موضوع ہونا اور دوسرے کا محمول ہونا ترجیحی وجہ رکھتا ہے بلکہ ضروری ۱۲ ۔۔

(۱) جب تک کہ ایک مخصوص رنگ مراد نہ ہو ۱۲ مصر

(۲) حد فرد اگرچہ عام اور عین ہوں مثلاً مدبر یا ماہی گیر پھر بھی وہ صرف مخصوص یا مجرد ہیئت شے کی ماہیت کو ظاہر کرتی ہیں جو ان کا مصداق ہے اگرچہ مقولہ جوہر میں نہ ہوں ۱۲ مصر

کے محمول میں جنسیت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت موضوع کے محمول کوئی شے
ہے جو اس موضوع سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ اور موضوعات سے
بھی تعلق رکھتی ہو۔ محمول موضوع کے اطلاق کا ایک جزو نہیں ہے۔ یہ
بالکل طبیعی ہے کہ جنس نوع پر محمول ہو یا وصف عین شے پر خصوصاً علوم
میں جہاں تصدیقات کا کلی اور ضروری ہونا لازمی ہے اگر محمول موضوع کے
مساوی نہ ہو تو چاہیئے کہ موضوع سے اطلاقاً وسیع ہو۔ ہم کلیتہً اس چیز کا جو کہ
جزو اطلاق ہو موضوع پر حمل نہیں کر سکتے۔ اگر پتھر ہیرے سے اوسع ہے تو
ضرور ہے کہ اور اشیا بھی سوا ہیرے کے پتھر ہوں لہٰذا وہ قضیہ جس میں ہیرا
پتھر پر محمول ہو ضرور ہے کہ جزئیہ ہو۔ ہیرا پتھر ہے۔ پتھر ممکن ہے کہ ہیرا
ہو کبود رنگ ہے رنگ ہو سکتا ہے کہ کبود ہو۔

نتیجے کے محمول کو حد اکبر کہتے ہیں ارسطاطالیس نے مناسب انتخاب
کیا اکبر کہنا نہایت مناسب ہے دونوں طرح سے خواہ محمول وصف عنوانی
ہو یا جنسیت اضافی رکھتا ہو۔ حد اکبر سے نامزد کرنے میں اس کی یہ مراد
نہ تھی (جیسا کہ بعض کا مقولہ ہے) کہ محمول سے ایک بڑی جماعت مقصود تھی کیونکہ
محمول سے اس کا مقصد ایک مجموعۂ اشیا نہ تھا جس میں ایک چھوٹا مجموعہ اشیا
داخل ہو (جو موضوع کا مصداق ہو) اس کا یہ مطلب تھا کہ یہ مفہوم بہت ہی
جامع ہے جس میں تمام موضوع جن پر محمول کا حمل ہو سکتا ہے داخل ہیں۔
یہ بطور ایک ہیئت کے موضوعات میں داخل ہے نہ کہ وہ طبقہ یا جماعت
جس میں موضوع (۱) ہیں۔ حد اوسط کا نام صرف اس لئے اوسط نہیں ہے

عہ۔ قول مساوی اس صورت میں ہوگا جبکہ محمول معرف ہر موضوع کا خواہ حد ہو خواہ
رسم جیسے انسان اور حیوان ناطق مساوات کی مثال ہے ۱۲۔

سہ مثلاً عقیق سنگ خارا سلیٹ ۱۲۔

(۱) ان توجیہات کے اختیار کرنے میں بہر طور یہ ارسطاطالیس کے ذہن میں نہ تھا جیں
کو انا لوطیقا اخری میں اس نے بیان کیا ہے کہ یہ علوم کے خواص سے ہے کہ مساوی

کہ وہ ایک نقطہ[1] ہے جہاں دونوں حدیں متصل ہوں بلکہ اس لیے کہ وہ درحقیقت ایک درمیانی تصور ہے۔ یہ ایسا ہی ہے صرف پہلی شکل میں۔ یہ ایسی شکل میں ہے کہ حد اوسط محمول ہوتا ہے اصغر پر اور اکبر محمول ہوتا ہے اس پر دوسری شکل میں حد اوسط دونوں مقدموں میں محمول ہوتا ہے تیسری شکل

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ تصدیقات کو ثابت کیا جائے۔ پھر بھی اکثر تصدیقات ایسے ہیں جن کی یہ صفت نہیں ہے بلکہ وہ تصدیقات بھی جن میں یہ صفت ہے جب محمول کو استدلال سے جدا کر کے نظراً اسکے ذاتہ ملاحظہ کریں تو وہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ اسمیں وہ موضوع جو زیر بحث ہے داخل ہے اور اسکے سوا اور موضوع بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ ثبوت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محمول کا تعلق ایک موضوع سے ہے اور ثبوت کے بعد ہمکو تحقق اس امر کا ہو سکتا ہے کہ یہ محمول اس موضوع سے خصوصیت رکھتا ہے مثلاً اگر ثبوت کے بعد ہمکو معلوم ہو کہ جو زاویہ نصف دائرے میں پیدا ہوتا ہے وہ قائمہ ہوتا ہے ثبوت اس امر پر موقوف ہے کہ یہ ہیئت کسی اور قطعہ دائرے میں نہیں ہو سکتی اس لیے کہ جو مثلث اور قطعات میں پیدا ہوتی ہے اسکا قاعدہ مرکز پر ہو کے نہیں گذرتا۔ اس سے ہمکو تحقق ہوتا ہے کہ محمول موضوع کے مساوی ہے اور اس صورت میں محمول موضوع کی عین ذات میں ڈوب جاتا ہے (اگر میں اسطرح اس مطلب کو ادا کر سکوں) اور ایک ضروری جز تصور موضوع کا ہے۔ اور جبتک یہ ثابت نہو کہ نصف دائرے میں جو زاویہ پیدا ہوتا ہے وہ قائمہ ہوتا ہے تو اس امر کو تجویز کرنیکا ہمارے پاس ذریعہ نہیں ہے کہ اور قطعات دائرے میں زاویہ قائمہ کیوں نہ پیدا ہوا اور دوسرے قطعات کے زاویہ کا بھی یہی وصف ہو اور بمجرد اسکے کہ ہمکو اسکا تحقق ہوتا ہے کہ اور قطعہ دائرہ کا یہ وصف نہیں ہو سکتا ہم اس ثبوت کو تصور موضوع کے ساتھ منضم کر لیتے ہیں یعنے (زاویہ جو کہ نصف دائرے میں پیدا ہوتا ہے) اور اکبر اصغر اور اوسط حدوں کی انفرادی حیثیت غائب ہو جاتی ہے۔ ثبوت جب کامل ہو جاتا ہے اور ذہن میں اسکا تحقق کامل ہو چکتا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکا میل تصدیق میں ہو گیا جسکی دونوں حدیں درمیان میں چھپی ہوئی ہیں لیکن جبتک حد اکبر کو ثبوت کا انتظار رہتا ہے اسوقت تک محمول زیادہ جامع مفہوم ہے ایسے موضوع کی نسبت سے بھی جسکے ساتھ اسکی مساوات ثابت کرنا ہے درانحالیکہ اگر مساوات ثابت نہو تو اس کی جامعیت بحال خود باقی رہتی ہے ۱۲ مصر

[1] نقطہ یعنی فصل مشترک جیسے دو خطوں کے ملنے کی جگہ ۱۲۔

میں اس پر حد اکبر اور اصغر محمول ہوتے ہیں۔ لیکن وہ جو شکل اول میں درمیان اکبر اور اصغر کے درحقیقت حد اوسط ہے دوسری شکلوں میں اسی طرح ویسی ہی نسبت قائم کرنے کے لیئے درمیان اکبر اور اصغر کے واسطے کا کام دیتا ہے جس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اور وہ تسمیہ جو شکل اول کی وجہ سے مقرر ہوا ہے اور شکلوں کے لیئے بھی وسعت دے کے معیّن کر لیا گیا ہے ؛

اب ہم ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ جالینوس نے قیاس کے ساتھ چوتھی شکل کا اضافہ کر کے غلطی کی ہے ۔ جہاں وہی ط (جو اوسط ہے) حمل کیا گیا ہے ایک حد ق[1] پر اور پھر وہی موضوع ہے جس پر ک کا محمول ہوا ہے یہاں ک سب سے زیادہ جامعیت رکھتا ہے اور ق کم اس وجہ سے ک درحقیقت ہمارے ذہن میں حد اکبر ہے اور ق اصغر۔ ہم اس حقیقت کو بہ تکلف ایک تصدیق بنا کے بدل نہیں سکتے کہ اس مصنوعہ تصدیق میں جو حد طبیعی طور سے اصغر ہے اس کو اس حد پر جو طبیعی طور سے اکبر ہے حمل کریں ۔ اب ہم ایک مثال لیتے ہیں ۔

کل نظام عضوی فانی ہے

∴ انسان نظام عضوی ہے

انسان فانی ہے

یہ قیاس ہے شکل اول میں لیکن مقدمتین سے یہ نتیجہ[2] بھی ہم نکالنے کے مجاز ہیں بعض فانی انسان ہیں ۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو انسان دراصل فانی کا محمول

---

(۱) میں نے علامتیں ق اور ک بجائے ص (موضوع) اور ک محمول کے استعمال کی ہیں تاکہ وہ حرف جو موضوع اور محمول کا اشارہ دیتے ہیں سوال کے حل کرنے میں کام نہ دیں کہ پہلے ہی معلوم ہو جائے کہ موضوع کس کو بنانا چاہیئے ۱۲ مصو

(۲) اگر ہم نتیجہ قیاس کو جو موجبہ کلیہ ہے عکس کر لیں اس طرح کل انسان فانی ہیں لہٰذا بعض فانی انسان ہیں تو نتیجہ مطلوبہ نکل آتا ہے ۔ اور مقدمتین کی ترتیب بدل دینے سے یہ قیاس چوتھی شکل میں ہو جائے گا اس سے بھی یہ نتیجہ نکلے گا ۱۲۔

نہیں ہو سکتا۔ یہ نتیجہ موضوع فانی پر محمول انسان کا ایجاب کرتا ہے جو کہ طبعی طور سے اس سے اس کا موضوع یا حد اصغر کی نسبت حد اکبر سے رکھتا ہے۔
نہ یہ اور کسی طرح ہو سکتا ہے وہاں بھی جہاں مقدمتین سے نتیجہ نکالنا ممنوع ہے جس میں اگرچہ وہ حد جو از روئے طبیعت اکبر ہے محمول ہو۔ ایک مثال لو کسی مقدمتین سے مثلاً کل اشخاص جو حق رائے دہی رکھتے ہیں پارلیمنٹ (میں داخلے) کے مجاز ہیں کوئی عورت حق رائے دہی نہیں رکھتی ہے۔
ہم اس سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ عورتیں[1] پارلیمنٹ کی مجاز ہیں یا نہیں ہیں بلکہ ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں بعض اشخاص جو پارلیمنٹ کے مجاز ہیں عورتیں نہیں ہیں۔ لیکن یہ تصدیق کس قدر طبیعت کے خلاف ہے۔ عورت ہونا جواز پارلیمنٹ کا وصف نہیں تصور ہو سکتا لیکن جواز پارلیمنٹ عورت کا وصف متصور ہو سکتا ہے پس ہم مناسب طور سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض عورتیں پارلیمنٹ کی مجاز نہیں ہیں لیکن یہ کہنا تکلف اور تصنع سے خالی نہیں کہ بعض جو پارلیمنٹ کے مجاز ہیں عورتیں نہیں ہیں۔ اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں مگر ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس چیز کو جسے موضوع ہونا چاہیئے محمول بنا رہے ہیں اور جس کو محمول ہونا چاہیئے اسے موضوع بنا رہے ہیں یہ سچ ہے کہ یہ نتیجہ نکلا اور یہی نتیجہ ان مقدموں سے نکل سکتا تھا مگر یہ نتیجہ کوئی علمی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ یا تو واقعہ یہ ہے کہ کوئی مجاز پارلیمنٹ عورت نہیں ہے اور یہ بالعکس بھی بیان ہو سکتا ہے کہ کوئی عورت مجاز پارلیمنٹ نہیں ہے یا اس کے سوا اگر بعض اشخاص پارلیمنٹ کے مجاز عورتیں ہیں اور بعض نہیں ہیں تو ہم کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کونسی عورتیں اور کون سے مرد مجاز ہیں اور کونسی نہیں ہیں لیکن کوئی شخص

---

[1] اس کو اس طرح سمجھو کل انسان حیوان ہیں پتھر انسان نہیں۔ ہے پتھر درحقیقت حیوان بھی نہیں ہے۔ اب دوسرا قضیہ لو گھوڑا انسان نہیں ہے گھوڑا حیوان ہے۔ قیاس کی اس صورت سے دو متضاد نتیجے نکل سکتے ہیں اور جب ایسا ہو تو قیاس باطل ہے ۱۲۔

جو کچھ علم ان صفات کا رکھتا ہو جو پارلیمنٹ کے انتخاب کے لئے موصوف کرتا ہے یا غیر موصوف کرتا ہے وہ اپنے علم کے کسی جز کو اس طرح کے قضیے سے نہ ادا کرے گا جیسا کہ یہ قضیہ ہے بعض پارلیمنٹ کی مجاز عورتیں نہیں ہیں ساؤ۔

پس چوتھی شکل کا داخلہ اس غلط خیال پر مبنی ہے کہ جس حد کو چاہیں اکبر یا اصغر بنا سکتے ہیں۔ اگر اس کو تصدیق میں موضوع یا محمول کے مقام پر خواہ مخواہ ٹھونس دیں اور حالیکہ فی الواقع ایک حد محمول بنائی جاتی ہے اور موضوع نہیں بنائی جاتی جب کہ وہ اپنی ماہیت سے بہ مقابلہ موضوع کے حد اکبر ہے یعنے ایسی حد جوز یادہ کلیت رکھتی ہے مجرد جنسی ہو یا جامع ہو بہ نسبت دوسری حد کے ؛

لیکن چوتھی جو آتی صدیوں تک پڑھائی گئی ہے درمیان ضروب و اشکال قیاس کہ منطق کی تاریخ کے لحاظ سے ہم اس سے کلیتہً تجاہل نہیں کر سکتے گو کہ ہم اس غلطی کو بھی سمجھ گئے ہوں جس سے اسکی پیدائش ہے۔ (۵) پچھلے فقرے (فصل) میں ضروب واشکال قیاس کا ذکر آیا ہے وہاں بیان کر دیا گیا ہے کہ اشکال کا امتیاز مقدمتین میں حد اوسط کے مقام پر موقوف ہے۔ ضروب کا فرق قضایا کی کمیت اور کیفیت پر موقوف ہے جن قضایا سے قیاس بنتا ہے۔ مختلف اشکال میں اس کا یکساں ہونا اور ایک ہی شکل میں اس کا اختلاف ممکن ہے یعنے قیاس ہذا میں۔

کل نظام عضوی فانی ہیں۔
انسان ایک نظام عضوی ہے۔
∴ انسان فانی ہے

کوئی فریق جو لائسنس یافتہ ہو شراب اجنبیوں کے ہاتھ نہیں فروخت کر سکتا۔
کوئی کالج لائسنس یافتہ فریق نہیں ہے۔
∴ کوئی کالج شراب اجنبیوں کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا۔

دونوں قیاسوں کی شکل وہی ہے (اول) لیکن وہ قضایا جن سے قیاس بنتے ہیں ایک میں ۱۱۱ ہے اور دوسرے میں ع ا ع ہے ۔ اگر دوسرے قیاس کو قیاس ذیل سے مقابلہ کریں ۔

کوئی اچھا رفیق خوشی سے اجتناب نہیں کرتا
تارک الدنیا خوشی سے اجتناب کرتے ہیں
ش کوئی تارک الدنیا اچھا رفیق نہیں ہے

ملاحظہ ہوگا کہ قیاس کے بنانے والے قضایا کی صورت ایک ہی ہے دونوں قیاسوں میں ع ا ع لیکن شکل مختلف ہے ۔

اسماء ضروب: مختلف ضروب کے جداگانہ نام ہر شکل میں ہیں جن میں اس کا وقوع ہے اس لئے اسماء ضروب سے شکل اور ضرب دونوں معلوم ہو جاتے ہیں کونسے ضروب کس شکل میں ممکن ہیں یعنے ترتیب و اجتماع مقدمتین مع تعیین کیف وکم محصورات اربعہ ا ع ی و منتج ہوں گے بلحاظ مقام حد اوسط ۔ یہ عام مسئلہ ہے جس کا جواب نظریہ قیاس کے حصۂ صوری میں دریافت طلب ہے ۔ اب ہم ان اصطلاحات سے بخوبی مانوس ہو چکے ہیں جن کو اس مسئلے کے حل کرنے میں ہم استعمال کریں گے اس کے بعد ہم کو اس کے حل پر غور کرنا چاہیئے ۔

(ب) صرف ایک ہی طریقہ ہے جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کس ترتیب و اجتماع سے بہ لحاظ مقام حد اوسط کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جملہ ترتیبات و اجتماعات کا یکے بعد دیگرے امتحان کریں ۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کو ارسطاطالیس نے انالوطیقہ مقالہ اولی میں استعمال کیا ہے جب یہ ہو جائے تو پھر ممکن ہے کہ نتیجہ عمل پر دوبارہ نظر کریں اور وجوہ عدم انتاج کی ماہیت کو پہچان لیں کہ عدم صحت کا کیا سبب ہوتا ہے اور وہ ضابطے پیدا کر لیں جن کی پابندی عموماً تمام قیاسات میں اور بالتخصیص ہر شکل میں صحت انتاج کے لئے لازمی ہے ۔ چاہیئے کہ ان ضوابط کو اثنائے توضیح میں پیش نظر رکھیں ۔ ایک مثال کی مدد سے ثابت ہو سکتا

کہ ان ضوابط کی خلاف ورزی عدم صحت کا باعث ہوتی ہے۔ تمام ضروب ممکنہ جو ترتیب واجتماع کے تعلیمی قاعدے سے ممکن ہیں۔ اور منجملہ ضروب ممکنہ ہر شکل میں ہر ضرب سے چار صورتیں (بہ لحاظ محصورات اربعہ) ہوسکتی ہیں ان میں سے کونسی ضابطوں کے موافق ہیں جن کو ہم نے اس شکل کے لئے ضروری سمجھا ہے۔

اب ہم قیاس کو اس پچھلے طریقے سے سکھاتے ہیں جو کہ نہایت باقاعدہ اور منتظم ہے۔ لیکن اس سے پہلے جس طریقے کا ذکر کیا تھا وہ زیادہ طبیعت کے مطابق ہے لہٰذا ہم پہلی شکل اسی طریقے سے ملاحظہ کریں گے۔

صحیح ضرب کسی قیاس کی فوراً ہر شخص کو ایک خاص مثال کے ذریعے سے معلوم ہوسکتی ہے اگرچہ مثال جزوی ہوتی ہے لیکن صورت استدلال کی صحت کلیتہً معلوم ہوجاتی ہے۔ بجائے دیگر بہترین طریقہ کسی ضرب کے عدم صحیح ثابت کرنے کا جن میں مقدمتین اور نتیجہ بہ لحاظ کمیت وکیفیت وہی ہے جو کہ اس ضرب میں مطلوب ہے اور ان سے ثابت کروے کہ اگرچہ مقدمتین صحیح ہیں لیکن نتیجے کا اعتبار نہیں صادق ہو یا کاذب کیونکہ کسی صورت استدلال پر جب تم کو یہ اعتماد نہ ہو کہ اس سے بذریعہ سچے مقدموں کے سچا ہی نتیجہ نکلے گا تو یقیناً وہ ضرب صحیح نہیں ہے۔

شکل اوّل میں حداوسط کبریٰ میں موضوع اور صغریٰ میں محمول ہوتی ہے اب ہم ممکنہ ضروب پر بتدریج نظر کرتے ہیں۔

ا۔ دونوں مقدمے کلیہ۔

(الف) دونوں موجبہ۔ یہ ضرب صحیح ہے اور نتیجہ موجبہ کلیہ ا ہے۔

جملہ نظام عضوی فانی ہے۔	کل ط ک ہے۔
انسان نظام عضوی ہے۔	کل ص ط ہے۔
∴ انسان فانی ہے۔	∴ کل ص ک ہے۔

(ب) دونوں سالبہ۔ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

آوازوں میں بو نہیں ہے۔	کوئی ط ک نہیں ہے۔

رنگ آواز نہیں ہے۔　　کوئی ص ط نہیں ہے۔
رنگوں میں بو نہیں ہے۔　∴ . . . .

آوازیں ویدنی مبصر نہیں ہیں
رنگ آوازیں نہیں ہیں۔
∴ رنگ مبصر نہیں ہیں (۱)

(ج) ایک موجبہ دوسرا سالبہ (اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں)

اَ کبریٰ سالبہ یہ ضرب صحیح ہے اور نتیجہ سالبہ کلیہ ع ہے۔

کوئی پراٹسٹنٹ پوپ کو نہیں مانتا　　کوئی ط ک نہیں ہے۔
لوتھری پراٹسٹنٹ ہیں　　کل ص ط ہے۔
کوئی لوتھری پوپ کو نہیں مانتا　∴ کوئی ص ک نہیں ہے۔

اَاَ۔ صغریٰ سالبہ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

لوتھری پراٹسٹنٹ ہیں　　کل ط ک ہے۔
کالونسٹ لوتھری نہیں ہیں۔　　کوئی ص ط نہیں ہے۔
کالونسٹ پراٹسٹنٹ نہیں ہیں۔　∴ . . . .
لوتھری پراٹسٹنٹ ہیں۔
رومنسٹ لوتھری نہیں ہیں۔
رومنسٹ پراٹسٹنٹ نہیں ہیں۔

۲۔ ایک مقدمہ کلیہ دوسرا جزئیہ۔

(الف) دونوں موجبہ۔

اَ۔ کبریٰ کلیہ صغریٰ جزئیہ یہ ضرب سالم ہے اور نتیجہ۔

---

(۱) نفس الامری حدود اکثر قضایا کلیہ بغیر علامت کمیت (حرف سور) کے لکھی جاتی ہیں اور طبیعی طور سے درست ہیں۔ کل انسان یا کوئی رنگ نہیں لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جہاں کہیں ایسا ہو اور سیاق سے ظاہر ہو کہ قضیہ کلیہ وہاں علامت مقدار کے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی لیکن علامتوں یعنی حرفوں کے استعمال میں سیاق سے نہیں معلوم ہو سکتا لہٰذا حرف سور کا لکھنا واجب ہے ۱۲ مصر

موجبہ جزئیہ ہے۔

جو چیز دام بڑھاتی ہے وہ خریدار کو مضر ہے کل ط ک ہے

بعض محصول درآمد دام بڑھاتے ہیں بعض ص ط ہے

∴ بعض محصول درآمد خریدار کو مضر ہیں ∴ بعض ص ک ہے

ا ا۔ کبریٰ جزئیہ صغریٰ کلیہ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

بعض محصول دم مرگ لگائے جاتے ہیں۔

محصول سایر (چنگی) یا محصول مال متروکہ ٹیکس یا محصولات ہیں

∴ لہذا محصول چنگی یا مال متروکہ دم مرگ لگائے جاتے ہیں۔

بعض ط ک ہے۔

کل ص ط ہے۔

(ب) دونوں سالبہ۔

ا۔ کبریٰ سالبہ جزئیہ صغریٰ سالبہ کلیہ

نشاستے(۱) میں نطروجن نہیں ہوتی۔ کوئی ط ک نہیں ہے

بعض غذائیں (یا لحمی غذا) میں نشاشتہ نہیں ہے۔ بعض ص ط نہیں ہے

∴ بعض غذاؤں (یا لحمی غذا) میں نطروجن نہیں ہوتی۔

ا ا۔ کبریٰ سالبہ جزئیہ صغریٰ سالبہ کلیہ۔

بعض ذوار بعۃ الاضلاع میں زاویہ قائمہ نہیں ہوتا۔ بعض ط ک نہیں ہے

مثلث نصف دائرہ (یا مخمس) ذوار بعۃ الاضلاع نہیں ہے۔

مثلث نصف دائرہ (یا مخمس) میں زاویہ قائمہ

نہیں ہوتا؟

---

(۱) یہ سچ ہے کہ لحمی غذاؤں میں نشاستہ نہیں ہے لیکن اگر مقدمے صحیح ہوں اور شکل مذکورہ کے ہوں اور نتیجہ جھوٹا ہو یہ غیر ممکن ہے کہ ایسی مثال پائی جائے جہاں نتیجہ کلیہ نہ ہو سکے۔ کیونکہ فرض کرو کہ صرف بعض ص ط نہیں ہے پس بعض ص ط ہے اور مقدمہ کبریٰ کی مدد سے کوئی ط ک نہیں ہے تو اس سے یہ متفرع ہوتا ہے کہ بعض ص ک نہیں ہے لیکن یہ نتیجہ جھوٹا ہے لہذا کوئی ص ط نہیں ہو سکتا ۱۲ مصر

(ج) ایک موجبہ ہو دوسرا سالبہ ہو۔ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

(۱) کبریٰ موجبۂ کلیہ صغریٰ سالبۂ جزئیہ۔

تمام جاندار چیزیں متغیر ہوتی ہیں (یا کاربن رکھتی ہیں) کل ط ک ہے

بعض مرکبات جاندار نہیں ہیں، بعض ص ط نہیں ہے۔

بعض مرکبات متغیر نہیں ہوتے (یا کاربن نہیں رکھتے) ∴ سالبۂ جزئیہ

(ii) کبریٰ سالبۂ کلیہ صغریٰ موجبہ جزئیہ۔ یہ ضرب سالم ہے اور نتیجہ وہ ہے

کوئی سیاسی جرم قابل تفویض نہیں ہے کوئی ط ک نہیں ہے۔

بعض قتل سیاسی جرم ہیں بعض ص ط ہیں۔

∴ بعض ص ط نہیں ہے۔

(iii) کبریٰ موجبہ جزئیہ صغریٰ سالبۂ کلیہ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

بعض اہل حرفہ معافیدار (یا ارکان پارلیمنٹ ہیں) بعض ط ک ہے

کوئی پادری اہل حرفہ نہیں ہے۔ کوئی ص ط نہیں ہے

کوئی پادری معافیدار (یا رکن پارلیمنٹ) نہیں ہے ∴

(iv) کبریٰ سالبۂ جزئیہ صغریٰ موجبۂ کلیہ: کوئی نتیجہ نہیں نکلتا

بعض پودھے خوردنی نہیں ہیں بعض ط ک نہیں ہے

لوبیہ (یا مانکشند) پودھے ہیں کل ص ط ہے۔

لوبیہ (یا مانکشند) خوردنی نہیں ہیں۔ ∴

(۳) دونوں مقدمے جزئیہ۔

(الف) دونوں موجبہ: کوئی نتیجہ نہیں نکلتا

بعض جرمن پروٹسٹنٹ ہیں بعض ط ک ہے۔

بعض کانونسٹ (یا رومنسٹ) جرمن ہیں بعض ص ط ہے

بعض کانونسٹ (یا رومنسٹ) پروٹسٹنٹ ہیں ∴......

(ب) دونوں سالبہ: کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

بعض مفید چیزیں خوش آئند نہیں ہیں بعض ط ک نہیں ہے

بعض مروجہ عام (یا خوش آئند) چیزیں مفید نہیں ہیں بعض ص ط نہیں ہے

بعض مروجۂ عام (یا خوش آئند) چیزیں خوشگوار نہیں ہیں۔

(ج) کبریٰ موجبہ صغریٰ سالبہ

بعض سامان عیش محصولی ہوتا ہے بعض ط ک ہے

برانڈی (یا کارٹ) بعض مقصد سے بعض ص ط نہیں ہے۔

سامان عشرت نہیں ہے۔

∴ برانڈی (یا کارٹ) بعض مقاصد سے محصولی نہیں ہے

∴ بعض ط ک نہیں ہے

(د) کبریٰ سالبہ صغریٰ موجبہ۔

بعض اہل علوم تجربیہ فلسفہ کا مطالعہ نہیں کرتے بعض ط ک نہیں ہے

بعض دولتمند (یا فلسفی) اہل علوم تجربیہ نہیں ہیں۔

بعض ص ک نہیں ہے

اختلافات ممکنہ مقدمات کی صورت میں جہاں تک کہ شکل اول کا تعلق ہے ختم ہوگئے۔ ہم کو معلوم ہوا کہ صرف چار صورتیں ہیں جن سے نتیجہ نکلتا ہے ان کو علامات معلومہ میں مع مقدمات اس طرح تعبیر کریں گے۔

ا ا ا ا ی ی

ع ا ع ع ی و

تیرھویں صدی (عیسوی) سے منطقیوں نے ان میں سے ہر ایک کو ایک علیحدہ نام سے نامزد کیا ہے جن میں کہ حروف علامات قضایا سے کمیت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور ترتیب سے کبریٰ اور صغریٰ اور نتیجہ پہلی شکل کی ضربوں کے نام یہ ہیں کہ

اس مقام کو ہم منطق استخراجی و استقرائی
مرتبۂ مولوی عبدالماجد صاحب سابق مترجم
فلسفہ سے نقل کرتے ہیں۔

[تحویل کے بیان میں۔ ارسطو سوائے پہلی شکل کے باقی سب کو ناقص سمجھتا تھا کہ ان میں کوئی اصول یا علم متعارف ایسا نہیں ہے جن میں

اسی مطابقت اور مناسبت سے شکلوں کے قیاسات ثابت ہوسکیں۔ جیسے ڈکٹم مذکور سے پہلی شکل کے قیاسات ثابت ہوتے ہیں۔ اسی بناء پر ارسطو کسی قیاس کو سلیم اور واجب نہ سمجھتا تھا۔ جب تک کہ شکل کے کسی قیاس میں اس کی تحویل نہ ہوسکے۔ اور ڈکٹم کے معیار میں نہ تلے۔ دوسری، تیسری یا چوتھی شکل کے قیاسات کو پہلی شکل کے قیاس میں بدلکر لانے کا اصطلاحی نام تحویل ہے اور اس امر کا امتحان کہ کسی شکل ناقص کا کوئی خاص قیاس جائز ہے یا نہیں۔ اس امر سے متعین ہوتا ہے۔ کہ اس کی تحویل پہلی شکل میں ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اگر ہوسکتی ہے تو قیاس جائز اور صحیح ہے ورنہ نہیں۔ ارسطو قیاسی صورتوں کے وجوب اسی طریق سے متحقق کیا کرتا تھا۔ متاخرین نے قواعد قیاس کی مدد سے یا خاص قواعد کی رعایت یا دوسرے قاعدوں کی وساطت سے پہلے اِن شکلوں کے ضروب منتجہ کی تحقیق کی ہے اور ان کی پہلی شکل میں تحویل کرنے کی نسبت ہدایات لکھی ہیں۔ تاکہ ڈکٹم کا آخرکار اطلاق ہوسکے۔ قاعدہ کچھ ہی ہو۔ اور کوئی سا ڈھنگ اختیار کیا جائے۔ اِن شکلوں کے ضروب منتجہ تو وہی ہیں جو ہم نے نقشوں کے مقابلے اور قواعد قیاس کے وسیلے سے حاصل کیے ہیں۔ تمام شکلوں کے ضروب منتجہ الفاظ ذیل میں منظوم ہیں:۔

براابابا۔ شعاعتجہ۔ دھاقینی۔ فعیوقہ۔ شعس راعن۔ شراعسعس۔ فعیسو۔ براد کوہ۔ سوم لشعنودرااارضی۔ دلیس۔ امیس۔ وطاطیسی۔ نعارغبتون۔ بوکارو۔ فعیسورن۔ چہ خوش وہ وہ۔ براماطیض۔ شامعس۔ دیاطیس فعساضو+ فرعسی سون۔ شدہ چارم نگارندہ چہ خوش گفتا

ان لفظوں کا یہ مطلب ہے کہ پہلی شکل میں چار ضروب منتجہ ہیں۔ دوسری میں بھی چار۔ تیسری میں چھ۔ اور چوتھی میں پانچ۔ ہر لفظ میں جو حروف ا۔ ع۔ ی آتے ہیں۔ وہ قضیوں کے نام ہیں پہلا کبریٰ کا دوسرا صغریٰ کا تیسرا نتیجے کا۔ ہر لفظ میں اِن چار حروف میں سے تین آتے ہیں مثلاً شعاعتجہ میں تین حروف ع ا ع واقع ہیں۔

اوران کے معنی یہ ہیں۔ کہ کبریٰ قضیہ ع ہے صغریٰ قضیہ ا اور نتیجہ قضیہ ع ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔ ناقص ضربوں کو شکل کامل کی ضربوں میں تحویل کرنے کے دو قاعدے ہیں ۔ یا یوں کہو ۔ کہ شکل ناقص کے نتائج کی صداقت کو ضرب کامل میں تحویل کرنے کے ذریعے دو ہیں ۔ اوّل قاعدہ مستقیم ۔ دوم قاعدہ غیر مستقیم یا تحویل بالاستخراج الی الاستحالہ ۔ پہلے طریق میں ضرب ناقص کے مقدمات منعکس یا معدول یا متقابل یا مقلوب المکان کیے جاتے ہیں ۔ تاکہ شکل اول کی کوئی ضرب قائم ہو جائے اس کا نتیجہ تو وہی ہو ۔ جو نتیجہ اصلی ہے یا انتاج بدیہی کے کسی عمل سے اصل نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے ۔ دوسرے طریق میں ضرب ناقص کے نتیجے کی صداقت اس طرح ثابت کی جاتی ہے کہ ضروب کامل اور انتاج بدیہی بالمنافات کے قواعد کی امداد سے دکھایا جاتا ہے کہ نتیجے کا نقیض غلط ہے ۔

تحویل مستقیم یا بلا واسطہ ۔ یہ عمل اس طرح ہوتا ہے کہ مختلف ضروب کے نام میں خاص خاص حروف رکھے گئے ہیں ۔ اور ان حرفوں سے حقیقت عمل ظاہر ہوتی ہے ۔ الفاظ رمزی کے حروف ابتدائی ب ش ۔ د ۔ ف ۔ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ضروب ناقص کو ان ضروب کامل میں تحویل کرنا چاہیئے ۔ جن کے حروف ابتدائی وہی ہوں ۔ جو ناقص کے ہیں ۔ حرف س سے یہ مراد ہے ۔ کہ اس کے ماقبل کے حرف سے جو قضیہ ظاہر ہوتا ہے ۔ اس قضیے کا عکس سادہ کر لینا چاہیئے ۔ حرف ض ۔ یہ ظاہر کرتا ہے ۔ کہ اس کے ماقبل کے حرف سے جو قضیہ ظاہر ہوتا ہے ۔ اس کا عکس بالارض لینا چاہیئے ۔ جب حرف س یا ض کسی ضرب ناقص کے نتیجے کے بعد واقع ہو یعنے رمزی نام کے تیسرے حرف مشعرہ قضیے کے بعد آئے تو اس صورت میں اس حرف س یا ض کے معنے نئے قیاس کے نتیجے پر اطلاق کرنے چاہئیں ۔ یعنی س ہو ۔ تو نتیجے کا عکس سادہ لینا چاہیئے ۔ اگر ض ہو تو عکس اتفاقی یا بالعوارض تاکہ ضرب ناقص کا نتیجہ حاصل ہو جائے ۔ حرف م ۔ کے یہ معنے ہیں ۔ کہ قیاس ناقص کے مقدمات کا قلب مکان کرنا چاہیئے ۔

حرف ک کے یہ معنے ہیں ۔ کہ جس ضرب میں یہ حرف واقع ہے اس کی تحویل متقدمین قاعدۂ غیر مستقیم سے کرتے تھے ۔ باقی حروف س ۔ ج ۔ ہ ن ط ق محض بے معنی ہیں ۔ صرف کلمات بنانے کی خاطر داخل کیئے گئے ہیں ۔ چنانچہ کلمۂ شراعمعس میں حرف ش کے یہ معنی ہیں ۔ کہ اس کی تحویل شعاعتجہ میں ہونی چاہیئے ۔ م کے یہ معنی ہیں ۔ کہ مقدمات کا قلب مکان ہونا چاہیئے ۔ یعنی اس کا کبریٰ نئے قیاس کا صغریٰ بنے گا ۔ اور صغریٰ کبریٰ ۔ صغریٰ کے بعد جو حرف س ہے ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مقدمے کا عکس سادہ لینا چاہیئے تا کہ اصلی نتیجہ حاصل ہو جائے ۔ باقی حرف س بالکل بے معنی ہے ۔]

اضافے کی ضرورت ہے ۔ اگر صغریٰ سالبہ کلیہ ہو اور کبریٰ موجبہ ہو خواہ کلیہ خواہ جزئیہ اس صورت میں اگرچہ کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا جس میں حد اکبر کا سلب یا ایجاب کیا جائے اصغر سے لیکن نتیجہ جزئیہ نکالنا ممکن ہے جس میں حد اصغر کا سلب کیا جائے اکبر سے ۔ جیسے ا ج ا ا ان مقدموں سے لوتھر کے تابع پروٹسٹنٹ ہیں ۔

کانونسٹ (یا رومنسٹ) لوتھر کے تابع نہیں ہیں ۔

یہ استدلال غیر ممکن تھا کہ کانونسٹ یا رومنسٹ پروٹسٹنٹ ہیں یہ استدلال ممکن ہے کہ بعض پروٹسٹنٹ کانونسٹ (یا رومنسٹ) نہیں ہیں اور ۲ ج ا ا ا ان مقدموں سے ۔

بعض اہل حرفہ } معافیدار
ارکان پارلیمنٹ

کوئی پادری اہل حرفہ نہیں ہے

یہ استدلال غیر ممکن ہے کہ آیا کوئی پادری معافیدار یا رکن پارلیمنٹ ہے فی الواقع کوئی ان میں سے پچھلے عہدے کے اعتبار سے استحقاق نہیں رکھتا درحالیکہ رکٹر یا دائیکار تا نوناً معافیدار ہے ۔ لیکن پھر یہ استدلال ممکن ہے ۔

بعض { معافیدار / رکن پارلیمنٹ } پادری نہیں ہیں

بلاشک کوئی رکن پارلیمنٹ (پارسن) پادری نہیں ہے جیسے کوئی رومنسٹ پروٹسٹنٹ نہیں ہے۔ اور جو لوگ اس کو جانتے ہیں تکلف نہ کریں گے کہ تحت تقابل کو بیان کریں یا جزئیہ قضایا کو لیکن ہمارے مقدموں سے کلیے کی اطلاع نہیں ملتی جو کچھ اطلاع ہم کو ملتی ہے وہ سچی بات ہے اگرچہ پوری سچی بات نہ ہو۔

پس دو بلا واسطہ ضربیں اور ہیں یعنے وہ ضربیں جن میں حد اصغر منتج ہوتا ہے اکبر کے ساتھ بجائے اس کے اکبر منتج ہو اصغر کے ساتھ۔

ا ع و کل } ط ک ہے
ی ع و بعض

کوئی ص ط نہیں ہے
∴ بعض ک ص نہیں ہے

بالواسطہ ضربیں اور بھی ہیں کیونکہ برابا باشجا عتجہ دھاقینی میں ممکن ہے کہ بجائے مستقیم اور طبیعی نتیجے کے عکس کا انتاج کریں جس میں حد اکبر کو موضوع بنائیں اور حد اصغر کو محمول۔ جیسے۔ ا۔ الف ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں بعض فانی انسان ہیں۔ ا۔ ک أ کوئی جو پوپ کا معتقد ہو پروٹسٹنٹ نہیں ہے۔ ۲۔ (الف) أ میں بعض چیزیں جو نقصان پہنچاتی ہیں محصول درآمد ہے پس سب پانچ غیر مستقیم (یا بالواسطہ) ضربیں ہیں اور سب کی سب نو ضربیں اول کے دو مصرعوں میں قطعۂ ذیل کی آگئی ہیں۔ اور جو (مقاطع) حروف زائد واسطے موزونی کلام کے برائے بیت ہیں ان کے کچھ معنے نہیں ہیں:

پہلے چار نام مصرعۂ سوم کے دوسری شکل کی سالم ضربیں ہیں۔ باقی تیسری شکل کے ہیں۔ سالم ضربوں کی جانچ ان شکلوں میں جملہ سولہ ضروب کی جانچ پر از روئے کمیت اور کیفیت کے اور مقام پر حد اوسط کے کہ وہ مقدمتین میں محمول ہو یا موضوع ہو موقوف ہے لیکن جس کسی نے یہ عمل پہلی شکل کے متعلق سمجھ لیا ہے وہ بجائے خود اور شکلوں کے لیئے اس عمل کو کر سکتا ہے۔ اب ہم قیاس کے عام ضابطوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان ضوابط سے سالم ضربوں کا استخراج نہایت سہولت اور قصر عمل سے ہو سکتا ہے:

(ج) قیاس کے ضابطوں کی تعداد آٹھ ہے۔

ا۔ ہر قیاس میں تین حدیں اور صرف تین حدیں ہونا چاہیئے ہیں:

اس ضابطے کی ضرورت ظاہر ہے۔ کیونکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ قیاس ایک حجت ہے جس میں ایک نسبت بہ طریق موضوع و محمول درمیان دو حدوں کے بذریعۂ ایک مشترکہ نسبت کے جو کہ ان دونوں حدوں کو اسی طریق سے ایک اور حد کے ساتھ ہو ثابت کی جاتی ہے پس بغیر تیسری حد کے قیاس ہنیں ہو سکتا۔ اور اگر دونوں حدیں نتیجہ کی ایک ہی تیسری حد سے نسبت نہ رکھتی ہوں تو اُن دونوں کے درمیان کوئی نسبت ہیں ثابت ہو سکتی اور نہ قیاس ہی بن سکتا ہے:

مثلاً ہم صرف ان دو مقدموں سے کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتے رینگنے والے جانور ذوی الفقرات (گریوں والے) ہوتے ہیں مگر گھڑیال ایک گرگٹ ہے جو شخص یہ جانتا ہوگا کہ گرگٹ رینگنے والا جانور ہے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ گھڑیال ذوی الفقرات ہے لیکن حوالے کے لیئے یہ مقدمہ درکار ہے گرگٹ رینگنے والا جانور ہے اور یہ مقدمہ ویسا ہی ضروری ہے جیسے وہ دو۔ اس طرح دو قیاس بنتے ہیں جن میں سے ہر ایک میں تین حدیں ہیں اگرچہ پوری حجت میں

چار حدیں ہیں اور وہ یہ ہے؛

(۱) رینگنے والے جانور ذوی الفقرات ہیں
گرگٹ رینگنے والے جانور ہیں۔
گرگٹ ذوی الفقرات ہیں۔

(۲) گرگٹ ذوی الفقرات ہیں۔
گھڑیال گرگٹ ہے۔
∴ گھڑیال ذوی الفقرات ہے۔

اگر حد اوسط اشتراک لفظی سے استعمال کیا جائے یعنے دو مقدموں میں جدا گانہ معنے لیئے جائیں۔ درحقیقت اس صورت میں چار حدیں ہوں گی اور کوئی نتیجہ ممکن نہیں ہے مثلاً یہ سچ ہے کہ کوئی نبات دل نہیں رکھتی اور یہ بھی سچ ہے کہ کاہو کلہ کے دل ہوتا ہے۔ لیکن دل کے دو معنے ان دو مقدموں میں ہیں پس یہ نتیجہ نکالنا مغالطہ ہوگا کہ کاہو کلہ نبات[۱] نہیں ہے؛

اس پہلے ضابطے کے خلاف نسخ کرنے سے مغالطہ حدود اربعہ قیاس واحد اور جہاں کہیں اشتراک لفظی سے یہ مغالطہ ہو وہاں مغالطہ ابہام حد اوسط کہیں گے ۲۔ حد اوسط کا استغراق کم از کم ایک مقدمے میں ضروری ہے یہ یاد رہے کہ متغرق[۲] اس حد کو کہتے ہیں جب کہ اس کا استعمال

---

[۱] اس کا عکس یہ ہے کہ حد اوسط ایک ہی ہو اور لفظیں دو ہوں دو مقدموں میں اس صورت میں قیاس درست ہوگا مثلاً:-

گرگٹ ذوی الفقرات ہیں
گھڑیال گرگٹ ہے
∴ گھڑیال ذوی الفقرات ہے ۱۲ مصر

[۲] بجائے استغراق کے حد اوسط کی عمومیت بھی کہہ سکتے ہیں مگر اس سے حد کا بذات خود عموم خصوص سمجھا جا سکتا ہے۔ استغراق جزئی حقیقی کے لیئے بھی بول سکتے ہیں مگر عام نہیں کہہ سکتے ۱۲۔

اطلاق کامل کے لیئے ہو اور جب جزء اطلاق کے لیئے ہو تو وہ مستغرق نہیں ہے۔ مثلاً اس قضیے میں کہ تمام رشک کرنے والے آدمی شکی ہوتے ہیں رشک کرنے والے آدمی مستغرق ہے (کیونکہ میں بداہتہً سب کو کہہ رہا ہوں جو اس سلسلے[1] میں ہوں۔ لیکن شکی مستغرق نہیں ہے کیونکہ میری مراد انھیں شکیوں سے ہے جو کہ رشک کرنے والے بھی ہوں لیکن یہ بخوبی ممکن ہے کہ شکیوں کا سلسلہ دراز تر ہو۔ پھر اگر میں یہ کہوں کہ بعض رشک کرنے والے آدمیوں نے اپنی جوروئوں کو مار ڈالا ہے اس قضیے میں کوئی حد مستغرق نہیں ہے ؎

پس اگر حد اوسط دونوں مقدموں میں غیر مستغرق ہوں تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہر مقدمے میں جداگانہ جزء اطلاق کی طرف حوالہ ہو اس صورت میں حد اصغر اور حد اکبر اسی حد[2] (اوسط) کی ایک ہی نسبت میں داخل نہ ہوں گے اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا ؎

مثالیں تین شکلوں سے اس بیان کو واضح کر دیں جو کہ مجرد بیان سے پہلے پہل سمجھنا سخت مشکل ہے۔ اگر ایک پریسبٹیرین ایک عیسائی ہے اور بعض عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ عہدۂ اسقف کو جناب مسیح

---

[1] کبھی اس کو اس طرح بھی بیان کرتے ہیں: اگرچہ اس طرز ادا سے خوف غلط فہمی کا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مقدمات سے اتفاق (یا عدم اتفاق اگر سالبہ ہو) بر درمیان اکبر یا اصغر اور اوسط کے حکم کیا جاتا ہے۔ یہ کہ اگر حد اوسط دونوں مقدموں میں غیر مستغرق ہو تو اکبر اور اصغر بہ ترتیب موافق (یا موافق اور غیر موافق ہوں) اوسط کے اطلاق کے جداگانہ حصے کے ساتھ اور اس لیئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ موافق ہوں یا غیر موافق باہمدیگر۔ یہ طور عبارت کا شاید لوک (فلسفی مشہور مترجم) سے منسوب ہو سکتا ہے مثلاً (مضمون چہارم فصل ۱۷ فقرہ ۴) ملاحظ ہو۔ "یہ بذریعہ موافقت مدرکہ مثالیہ متوسط کے طرفین کے ساتھ انکی موافقت نتیج ہوتی ہے نیز ملاحظ ہو۔ بیکن کتاب نوودم آرگنیم عبارت لاطینی ۱۲ مصر

[2] کیونکہ ممکن ہے کہ کہا جائے تمام فلسفی شکی ہوتے ہیں ۱۲۔

نے مقرر کیا تھا تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ پرسبٹیرین کا بھی خیال ہے عیسائی ایک ایسی حد ہے جس میں پرسبٹیرین سے سوا داخل ہیں۔ اگر سب عیسائیوں کا یہ خیال ہو کہ جناب مسیح نے اس اسقف کے عہدے کا تقرر فرمایا تھا تو یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ پرسبٹیرین کا بھی یہ خیال تھا لیکن جس صورت میں بعض عیسائیوں نے ایسا خیال کیا تو میں کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ پرسبٹیرین اُن (بعض عیسائیوں) میں داخل ہیں؟
دوسری شکل میں ان مقدموں سے کہ چڑیاں اُڑتی ہیں اور عقاب اُڑتے ہیں میں یہ استدلال نہیں کر سکتا کہ عقاب چڑیا ہے کیونکہ اگرچہ چڑیاں اُڑتی ہیں اور مخلوقات بھی ممکن ہے کہ اُڑتی ہوں جو چڑیاں نہیں ہیں اور عقاب اُن مخلوقات میں سے ایک ہو۔ اگر کسی ایک مقدمے میں حد اوسط اپنے کامل اطلاق کے لیے استعمال کیا جاتا۔ اگر کوئی اور اُڑنے والا نہ ہوتا مگر چڑیاں اور کوئی اُڑنے والا نہ ہوتا مگر عقاب اور اگر مقدمتین سے مجھ کو یہ آگاہی حاصل ہوتی تو میں یہ نتیجہ نکال سکتا تھا کہ کل عقاب چڑیاں ہیں یا کل چڑیاں عقاب ہیں لیکن صورت موجودہ میں میں کوئی استدلال نہیں کر سکتا۔ تیسری شکل سے بھی ایسی صورت میں استدلال محال ہے جب کہ حد اوسط غیر مستغرق ہو یہ مان کے کہ بعض لنچے ٹوریؔ ہیں اور بعض لنچے خیاط ہیں یہ تعین نہیں ہو سکتا کہ آیا بعض خیاط ٹوری ہیں یا نہیں ہیں کیونکہ وہ لنچے جو ٹوری ہیں وہی لنچے نہ ہوں جو خیاط ہیں اور جب ایسا نہیں ہے تو استدلال غلط ہو گا۔ لیکن کسی ایک مقدمے میں اگر حد اوسط مستغرق ہوتی اگر لنچوں کا حوالہ پورے اطلاق کے ساتھ ہوتا کل لنچے کہے جاتے

لہ ٹوری ایک تمدنی فرقہ ہے جن کو شاہی طرفدار کہتے ہیں ان کا مقابل وِگ ہے جو رعیت کے حقوق کا حامی ہے۔ اب کنسرویٹو اور لبرل فرقے مشہور ہیں کنسرویٹو قدامت پسند لبرل آزاد۔ اور اب تو شاخ در شاخ صدہا فرقے ہو گئے ہیں ۱۲۔

تو نتیجہ نکل سکتا تھا۔ کیونکہ خواہ کل لنجے خیاط ہوتے اور بعض ٹوری ہوتے یا بالعکس ہر صورت میں بعض جس پر ایک حد قابل حمل ہے اس کل میں داخل ہوتی جس پر دوسری حد قابل حمل ہے اور اس صورت میں دو حدیں (خیاط اور ٹوری) قابل حمل ہوتیں ایک دوسرے پر نہ کلیتہً بلکہ تصدیق جزئی میں۔

اس ضابطے کا فسخ اصطلاحاً مغالطہ حد اوسط غیر مستغرق کہلاتا ہے (تیسری شکل میں حد اوسط دونوں مقدموں میں موضوع ہوتی ہے اور ضرورت اس کی کم از کم ایک بار مستغرق ہونے کی بالکل ظاہر ہے۔ ظاہراً یہ کہنا کہ یہ استعمال کیا گیا ہے صرف اپنے اطلاق کے جز کے لئے یہ کہنا کہ اس کے مصداق کا ایک جز مقول ہے اور اگر یہ جز دونوں مقدموں میں جدا جدا ہو تو در حقیقت کوئی حد اوسط نہیں ہے۔ بعض ذوی الفقرات اُڑتے ہیں اور بعض دانت سے کاٹنے والے جانور ہیں۔ لیکن وہ بعینہ وہی ذوی الفقرات نہیں ہیں مثلاً ابابیلیں اُڑتی ہیں اور چوہے دانت سے کاٹنے والے جانور ہیں اور یہ بدیہی ہے کہ ہمارے مقدموں سے یہ درست نہیں ہے کہ استدلال کیا جائے کہ وہی جو اُڑنے والا ہے دانت سے کاٹنے والا ہے۔ لیکن جب حد اوسط موضوع نہ ہو تو استغراق کا بیان خاص طور سے سلیقے کے خلاف ہوتا ہے۔ کمیت محمول کے بیان میں اس کو ہم ملاحظہ کر چکے ہیں۔ جہاں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ قضیے کا محمول حقیقتہً مصداق کے اعتبار سے نہیں متصور ہوتا۔ اور باوجود اس کے اس ضابطے کے بیان میں یہ ترغیب ہوتی ہے کہ محمول کا تصور اس طور سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک عام برہان اس ضابطے کے اثبات کے لئے مطلوب ہے۔ جو کہ بعینہ ہر شکل پر جاری ہو سکے۔ اور یہ کہنا سہل ہے کہ جب حد اوسط دونوں مقدموں میں غیر مستغرق ہو تو اکبر اور اصغر صرف مختلف اجزاء اطلاق حد اوسط سے منسوب ہو سکتے ہیں

پس ایک ہی حد سے بعینہٖ منسوب نہیں ہوتے یا جب ہم ان کی اور حداوسط کی موافقت کا ذکر کریں تو ایک بہت ترغیب دینے والا ضابطہ (فارمولا) ہے نہ کہ بذریعۂ دوائر کے توضیح کی جائے؎
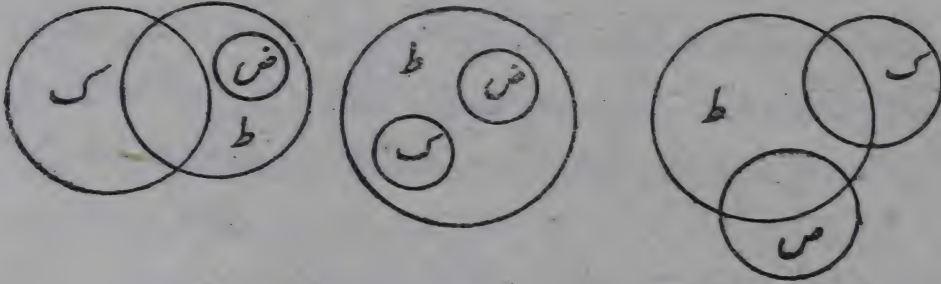
داخل ہونا ایک رقبے کا دوسرے رقبے میں کلاً یا جزأً علامت ہے تصدیق ایجابی کی کلیہ یا جزئیہ۔ یہ ظاہر ہے کہ رقبۂ ض ممکن ہے کہ کلیتہً درمیان ط کے واقع ہو اور ط جزأً گ میں اور ض کلیتہً ک سے خارج ہو اس سے شکل اول کا ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ حد اوسط کے غیر مستغرق ہونے سے ہم کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتے اور دوسرے نقشے بھی فوراً واضح کیے جا سکتے ہیں؎

تاہم قیاس میں حدوں کے اطلاق کا مقابلہ نہیں ہوتا ہے اور یولس کے نقشے ہم کو تعقل کے ایک غلط مسلک پر لگاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اگر حد اوسط کم از کم ایک بار مستغرق نہ ہو تو کوئی نقطہ بعینہٖ مقدموں میں توافق کا نہیں مل سکتا۔ اور جملہ استدلال کسی نہ کسی طریق سے عینیت یا توافق کی مدد سے چلتا ہے۔ یہ سچ نہیں ہے کہ نقطۂ عینیت انھیں اشیاء کے مصداق ہونے پر قیام پذیر نہیں ہے۔ یعنے حد اوسط کے اطلاق کے ایک ہی جزء کے حوالے پر دونوں مقدموں میں (جس کے لئے کامل اطلاق کا حوالہ ایک مقدمے میں بدیہی ضمانت

؎ یولس موجد نقشہ ہائے منطقی زیر بحث ۔۱۲۔

ہو سکے۔ تیسری شکل میں بلاشک استدلال اسی پر موقوف ہے لیکن دوسری اور پہلی شکل میں ایسا نہیں ہے۔ بہ خلاف اس کے عدم انتاج کسی حجت کا دوسری شکل میں غیر مستغرق حد اوسط کے ساتھ اسطرح کما حقہ بیان ہو سکتا ہے کہ نتیجے کا نہ نکلنا اس سبب سے ہے کہ ایک ہی محمول دو موضوعوں سے تعلق رکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر محمول ہو سکیں: اور پہلی شکل میں اس لئے کہ اگر تا وقتیکہ ضرورۃً اور کلیتہً ط سے اتصال نہ رکھتا ہو[1] تو یہ بدیہی ہے کہ جو ط ہو وہ ضرور نہیں ہے کہ ک ہو؛

اگر حد اوسط کے عدم استغراق کی بحث طولانی معلوم ہو تو یہ یاد رکھنا چاہیئے (۱) کسی قیاس کی صحت دریافت کرنے کے عمل میں وہ خاص چیز جس کا ملاحظہ ضروری ہے حدود کا استغراق ہے فلہذا۔ (۲) نظریۂ استدلال قیاسی میں یہ بہت ہی اہم ہے کہ استغراق کے حوالے میں غلط فہمی نہ ہو۔ ایک باب آئندہ (باب چہاردہم) میں اس کے ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہوگی کہ آیا مختلف اشکال درحقیقت مختلف اصناف استدلال کے ہیں یا ایک ہی ہیں اور اس بحث سے اس تحقیقات پر روشنی پڑے گی؛

(۳) دو سالبہ قضیوں سے کوئی استدلال نہیں ہو سکتا؛

قضیۂ سالبہ میں دونوں حدوں کے درمیان نسبت موضوع اور محمول کا انکار کیا جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر حد اکبر اور حد اصغر دونوں کے حد اوسط کے ساتھ ایسی نسبت رکھنے سے انکار کیا جائے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ دونوں باہمدیگر موضوع اور محمول کی نسبت رکھتی ہیں یا نہیں۔ جگالی کرنے والے قابل حل نہ ہو دانت سے کاٹنے والے

---

[1] اس حاشیے میں چوتھی شکل پر نظر نہیں کی گئی۔ لیکن اس معاملے میں کوئی خاص سوال شکل چہارم کے متعلق نہیں پیدا ہوتا جو اور شکلوں سے علحدگی رکھتا ہو ۱۲ مصر

پر یا بالعکس نہ گوشت خوار قابل حمل ہوجگالی کرنے والے پر یا بالعکس ہم کچھ استدلال نہیں کر سکتے کہ گوشت خوار اور دانت سے کاٹنے والے میں کوئی نسبت ہے یا نہیں ؟

۴ - اگر کوئی مقدمہ سالبہ ہو تو نتیجہ سالبہ ہوگا - اسی طرح کے خیال سے اس ضابطے کی صحت بھی تجویز ہو سکے گی جو گذشتہ ضابطے کے بارے میں مذکور ہوا دو حدیں موضوع اور محمول کی نسبت رکھتی ہیں ان میں سے ایک حد اور ایک تیسری حد کے درمیان اس نسبت کا انکار کیا جاتا ہے اگر کوئی استدلال ممکن ہے تو یہی ہے کہ ان میں سے دوسری حد اور اس تیسری حد کے درمیان بھی اس نسبت کا انکار کیا جائے ؟

۵ - نتیجہ سالبہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک مقدمۂ سالبہ نہو۔ یہ ضابطہ چوتھے کا عکس ہے اور اسی طرح بدیہی ہے - اگر دونوں مقدمے موجبہ ہوں اور ان سے کسی نتیجہ نکالنے کے ہم مجاز ہیں تو وہ دونوں مقدمے اکبر کو اصغر پر حمل کرنے کا حق ہم کو بخشیں گے نہ کہ اس استحقاق کو رد کر دیں ؟

۶ - کوئی حد نتیجے میں مستغرق نہیں ہو سکتی جب تک کہ اپنے مقدمے میں مستغرق نہ ہو - کیونکہ اگر کوئی حد مقدمتین میں غیر مستغرق ہے تو وہاں وہ اپنے اطلاق کے جز کے لیئے استعمال ہوئی ہے اور اس سے ہم مجاز نہیں ہو سکتے کہ نتیجے میں ہم اس کو کامل اطلاق کے لیئے استعمال کریں ؟

اس ضابطے کے فسخ سے فساد استعمال حد اکبر یا حد اکبر کا مغالطہ پیدا ہوتا ہے جیسے کہ صورت ہو ؟

(فساد استعمال حد اصغر اگر (مثلاً پہلی یا دوسری شکل میں) حد اصغر اپنے مقدمے یعنے صغریٰ میں موضوع ہے یہ ظاہر ہے کہ ہم کو ما علیہ الاطلاق کے ایک جز سے آگاہی ہے اور وہی زیر بحث ہے

اس جزء کو ہم بجائے کل کے سمجھ کے بحث کرتے ہیں اگر کل ک ہے اور بعض
ص ط ہے تو ہم صرف یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ بعض ص ک ہے نہ کہ
کل ص۔ اور جہاں حد اصغر اپنے مقدمے میں محمول ہو یا فساد استعمال
حد اکبر ہو تو اس معاملے میں فی الجملہ زیادہ غور چاہیئے۔ ہر تصدیق کے محمول
(حد اکبر نتیجے میں ہمیشہ محمول ہوتا ہے) کا اطلاق نہیں تصور کیا جاتا
یہاں یہ اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ استغراق کے حوالے میں ہمکو غلط فہمی
ہو۔ یہ مثال ہے جس میں حد اصغر صغریٰ میں محمول ہے کہ

گیہوں کے حبس کرنے سے بڑی مصیبت آتی ہے
گیہوں کا حبس ایک قسم کا جوا ہے
∴ کل جوئے سے بڑی مصیبت آتی ہے

یہ مقدمے ابتداً مجھ کو جوئے کے بارے میں کوئی آگاہی نہیں
دیتے قطع نظر اس کے اگر سوائے حبس گندم کے کوئی اور جوا نہ ہوتا تو
حد اصغر اور اوسط میں مساوات ہوتی اور جو کچھ اوسط پر محمول ہوتا کلیتہً
وہی اصغر پر بھی کلیتہً محمول ہوتا۔ لیکن فی الواقع بنا بر مقدمات مفروضہ ہو سکتا ہے
(بلکہ فی الواقع ہے) کہ اصغر کا اطلاق زیادہ وسعت رکھتا ہو کیونکہ سوائے حبس
گندم کے جوئے کے متعدد طریقے ہیں۔ پس یہ ما علیہ الاطلاق کے ایک جزء
کے لیئے مستعمل ہوا ہے مقدمۂ صغریٰ میں اور اسی جزء کے باب میں کبریٰ میں
کہا گیا ہے کہ بڑی مصیبت پیدا کرتا ہے مجھے کوئی حق نہیں ہے کہ اس آگاہی
کو وسعت دے کے کامل اطلاق پر استعمال کروں اور یہ کہوں کہ کل جوا بہت
مصیبت پیدا کرتا ہے۔ سالم نتیجہ یہ ہے کہ بعض جوئے سے بڑی مصیبت
پیدا ہوتی ہے۔ اب حد اکبر کو ملاحظہ کرو اگر میں استدلال کروں کہ پیداواری
خرچ ملک کو نافع ہے اور فن پر خرچ کرنا پیداواری خرچ نہیں ہے تو اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ فن پر خرچہ ملک کے لیئے نافع نہیں ہے تو مجھ سے فساد
استعمال اکبر کی خطا ہوتی ہے۔ اول نظر میں یہ نہ معلوم ہوا کہ جو اطلاع
مجھ کو دی گئی ہے وہ جزء نافع ملک کے بارے میں ہے اور میں اس کو

کلیتہً جملہ امور نافع ملک کے لئے استعمال کر رہا ہوں اور بلاشک خرچہ جو ملک کو نافع ہو بلا واسطہ میرے تصور کا موضوع نہیں ہے۔ تاہم یہ صاف ہے کہ اگرچہ پیداواری خرچہ ملک کے لئے نافع ہے لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ صرف ایسا ہی خرچ نافع ہو۔ پس فن پر جو خرچ کیا جاتا ہے اگرچہ وہ پیداواری خرچ نہیں ہے ممکن ہے کہ ملک کے لئے نافع ہو کسی اور سبب سے۔ تاہم یہی نتیجہ جائز ہوگا کہ اگر مجھ کو جملہ اسباب سے آگاہی ہو کہ ملک کے لئے کیا نافع ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ ان میں کوئی خرچہ فن پر منطبق نہیں ہوتا درانحالیکہ میرا مقدمہ کبریٰ صرف ایک جہت کو بیان کرتا ہے اور یہ جہت محض نہیں ہے جس سے کہ خرچ ملک کے لئے نافع ہو۔ لہٰذا بنا بر اس مقدمے کے یہ کہنا سچ ہے کہ نتیجے میں میں اس کو کامل اطلاق پر استعمال کرتا ہوں وہ اطلاع جو مجھ کو جزء اطلاق[1] حد اکبر کے باب میں حاصل ہے اور جو جزء اطلاق سے محدود ہے اگرچہ اطلاق حد اکبر میرا خاص موضوع بحث نہیں ہے۔ دو ضابطے باقی ہیں جو کہ ضوابط مذکورہ سے متفرع ہوتے ہیں:

(۷) دو جزئیہ مقدموں سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

(۸) اگر مقدمتین سے کوئی جزئیہ ہو تو نتیجہ جزئیہ ہوگا۔

ان ضابطوں کی سچائی اول نظر میں ظاہر نہیں ہے۔ اور وہ بغیر حوالہ

---

(۱) مبتدی بعض وقت یہ خیال کرتے ہیں کہ مغالطۂ فساد استعمال اس وقت ہوتا ہے جبکہ جو حد مستغرق ہو مقدمے میں وہ غیر مستغرق ہو نتیجے میں۔ بہر صورت ایسا نہیں ہے۔ جو آگاہی مجھ کو حاصل ہے اس سے زیادہ کا مان لینا جائز نہیں ہے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں اس آگاہی سے کم تر کو کیوں نہ کام میں لاؤں۔

ملاحظ ہو سکتا ہے کوئی نتیجہ جزئیہ مغالطۂ فساد استعمال اصغر سے غیر سالم نہیں کہا جا سکتا اور نہ کوئی نتیجہ موجبہ فساد استعمال اکبر سے ۱۲ مصر

مصنف کا مقصود یہ ہے کہ اگر نتیجہ کلیہ سالم ہو تو نتیجہ جزئیہ بھی صادق ہے پس جبکہ کلیہ خواہ موجبہ ہو خواہ سالبہ صحیح ہے تو تحت التقابل جو قضیے ہیں وہ بھی صحیح ہیں ۱۲ ھ

ضرب اور شکل کے عموماً ثابت کیئے جا سکتے ہیں۔ اس بات پر نظر کرنے سے کہ کون سی ترتیبیں مقدموں کی ہیں جہاں دونوں یا ایک مقدمۂ جزئیہ ہو۔ اس صورت میں معلوم کہ استغراق حدود کا نتیجہ نکالنے کے لیئے کافی نہیں ہے یا نتیجہ کلیہ نکالنے کے لیئے کافی نہیں ہے یعنے وہ نتیجہ جس میں حد اصغر مستغرق ہو؛

اگر دونوں نتیجے جزئیہ ہوں تو یا دونوں موجبہ ہوں گے (ی ی) یا دونوں سالبہ ہوں گے (و و) یا ایک موجبہ ہوگا دوسرا سالبہ (ی و) لیکن موجبہ جزئیہ میں نہ موضوع مستغرق ہے نہ محمول پس اس اجتماع (ی ی) میں کوئی حد مستغرق نہیں ہے لہذا۔ چونکہ حد اوسط مستغرق ہونا چاہیئے پس کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ و و (سالبۂ جزئیہ سالبہ جزئیہ) نتیجہ غیر ممکن ہے ی و (موجبۂ جزئیہ سالبۂ جزئیہ) اگر کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے تو وہ سالبہ ہوگا لیکن چونکہ محمول سالبہ کا مستغرق ہوتا ہے تو محمول نتیجے کا مستغرق ہوگا پس چاہیئے کہ اکبر مستغرق ہو مقدمے میں اور چونکہ اوسط بھی ضرور ہے کہ مقدمتین سے ایک میں مستغرق ہو تو ہم کو ایسے مقدمے درکار ہیں جن میں دونوں (حد اوسط اور اکبر) مستغرق ہوں تاکہ نتیجہ نکل سکے۔ لیکن اجتماع موجبۂ جزئیہ اور سالبۂ جزئیہ کا صرف ایک حد کا استغراق عطا کر سکتا ہے یعنے محمول دوسرے (و) کا لہذا ان سے بھی کوئی نتیجہ نکلنا محال ہے؛

ایسے ہی استدلال سے ضابطۂ (۸) بھی ثابت ہو سکتا ہے کوئی اجتماع مقدموں کا کافی حدود مستغرق نہیں عطا کرتا تاکہ نتیجہ کلیہ نکل سکے کیونکہ یا دونوں موجبہ ہوں (ا ی) یا دونوں سالبہ (ع و) یا ایک موجبہ ہو دوسرا سالبہ (ا و: ع ی) اور دونوں سالبہ ہوں تو وہ کاٹ دیئے جائیں گے حسب ضابطہ بالا اجتماع ا ی میں صرف ایک حد مستغرق ہے یعنے موضوع موجبۂ کلیہ (ا) اور ازبسکہ حد اوسط کو مستغرق ہونا چاہیئے تاکہ انتاج سالم ممکن ہو لہذا موضوع موجبۂ کلیہ کا حد اوسط ہونا چاہیئے پس اصغر ایک ان میں سے ہے جو کہ مقدموں میں غیر مستغرق ہے پس اس کو نتیجے میں غیر مستغرق ہی ہونا چاہیئے جہاں یہ موضوع ہے ضرور ہے کہ غیر مستغرق ہو

یعنے نتیجہ ضرور ہے کہ جزئیہ ہو۔ اجتماعات ا و ع ی دونوں میں دو حدیں مستغرق ہیں یعنے اول میں موضوع موجبہ کلیہ اور محمول سالبۂ جزئیہ اور دوسرے اجتماع میں موضوع ومحمول سالبۂ کلیہ لیکن دونوں جزئی نتیجے کو چاہتے ہیں جس میں اکبر مستغرق ہو دونوں میں مستغرق حدیں ضرور ہے کہ اکبر اوراوسط ہوں اور اصغر ان میں سے ہو جو غیر مستغرق ہیں پس نتیجہ جزئیہ ہوگا۔

یہ جملہ ضوابط ان فقروں میں بیان ہوگئے ہیں

حد اوسط مستغرق ہو حدیں چار نہوں
نہ دونوں سالبہ ہوں نہ دونوں جزئیہ
نتیجہ اخس مقدمتین کا تابع ہوتا ہے

نتیجے میں نہ استغراق ہو نہ سلب ہو جب مقدمتین سے کسی میں نہ ہو۔
جزئیہ کلیہ سے اخس ہے اور سالبۂ موجبہ سے۔

د ۔ ہر شکل میں ضروب سالمہ کا تعین۔

ہم نے ملاحظہ کیا کہ قیاسات کے ضروب میں باعتبار کمیت اور کیفیت قضایا کے جن سے وہ قیاسات بنے ہوئے ہیں امتیاز ہے اور شکل کا امتیاز حد اوسط کے مقام کے اعتبار سے ہے۔ صحت قیاس کی اور ہئیت نتیجے کی جو اس سے نکل سکتا ہے بہت کچھ مقدمتین میں حدود ثلثہ کے استغراق پر موقوف ہے اوسط اکبر اصغر۔ اور یہ موقوف ہے اس سوال پر کہ آیا حد اوسط موضوع ہے اور باقی دونوں میں سے کون محمول ہے کسی مقدمے میں یا بالعکس لہذا ایک ترتیب قضایا کی جو ایک شکل میں منتج ہے ممکن ہے کہ اور کسی شکل میں منتج نہ ہو: مثلاً کل ط ک ہے کل ص ط ہے سے نتیجہ نکلتا ہے کل ص ک ہے۔ لیکن کل ک ط ہے کل ص ط ہے سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا اگرچہ قضایا کی کمیت اور کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ پس ہم قضایا کی ترتیبات ممکنہ کو باری باری سے ہر شکل میں فرض کرکے اور ان ضربوں کو خارج کردیں جو اس شکل میں عقیم ہیں (نتیجہ نہیں دیتیں) اور یہ سوال کریں گے کہ کس قسم کا نتیجہ آیا کلیہ یا

جزئیہ[1] ان سالم باقی ضربوں سے نکل سکتا ہے ؛

چونکہ چار قسمیں قضایا کی ہیں باعتبار کمیت اور کیفیت کے - ا ع ی و اور مقدمے دو ہوں گے لہذا حساب کے قاعدے سے سولہ ضربیں ہوسکتی ہیں - یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ تمام سولہ ضربوں کی صحت کا امتحان کیا جائے ہر ہر شکل میں کیونکہ آٹھ ان جہتوں سے جو چاروں شکلوں میں عام ہیں خارج ہوجاتی ہیں اور حد اوسط کے مقام کے لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ؛

سولہ ضربیں جو از روئے حساب ممکن ہیں حسب ذیل ہیں علامتوں کے ذریعے سے ان کو لکھا ہے اور کبریٰ کی علامت کو مقدم رکھا ہے ؛

ا ا	ا ع	ا ی	ا و
ع ا	ع ع	ع ی	ع و
ی ا	ی ع	ی ی	ی و
و ا	و ع	و ی	و و

ان میں سے اجتماعات ع ع و و ع و و خارج ہوجائیں گی اس لیئے کہ دونوں مقدمے کسی قیاس کے سالبہ نہیں ہوسکتے ی ی و ی (و و دوبارہ) خارج ہوجائیں گے اس لیئے کہ دونوں مقدمے کسی قیاس کے جزئیہ نہیں ہوسکتے - ی ع (اگر ہم بالواسطہ نتائج کا اعتبار نہ کریں) سے فساد استعمال حد اکبر واقع ہوتا ہے کیونکہ نتیجہ سالبہ ہوگا اور حد اکبر مستغرق ہوجائے گا درحالیکہ کبریٰ موجبہ جزئیہ ہے اور اس لیئے اکبر خواہ موضوع ہو خواہ محمول ہو ہر حال میں غیر مستغرق[2] ہے ؛

(۱) کیونکہ یہ موقوف ہے حدود کے استغراق پر جسمیں از روئے شکل اختلاف ہوتا ہے : خواہ نتیجہ موجبہ ہو خواہ سالبہ یہ موقوف ہے اس بات پر کہ دونوں مقدمے موجبہ ہیں یا نہیں اور یہ امر بغیر اس کے کہ محل حد اوسط کا دیکھا جائے متعین ہوسکتا ہے یعنے شکل کے تعین کی ضرورت نہیں ہے ۱۲ مصہ

(۲) اسکی ضرورت نہیں ہے کہ اسکی مثالیں دیجائیں کہ یہ اجتماع و ترتیب مقدموں کا غیر ممکن ہے - لیکن مبتدی اپنے لیئے مثالیں بنا سکتا ہے تاکہ علامات سے موانست ہوجائے ۱۲ مصہ

مقدموں کے اجتماع کی آٹھ صورتیں رہجاتی ہیں جن کی صحت کے بارے میں جب تک شکل اور حد اوسط کے مقام کا حوالہ نہ ہو۔ یعنے:

ا ا ، ا ع ، ا ی ، او ، ع ا ، ع ی ، ی ا ، و ا

معلوم ہوگا کہ ان میں سے چار پہلی شکل میں سالم ہیں چار دوسری شکل میں چھ تیسری میں، پانچ غیر مستقیم ضربیں ہیں پہلی شکل کی یا ضروب چوتھی شکل کی یہ سب اُنیس ہوئیں؛

پہلی شکل میں حد اوسط موضوع ہے کبریٰ میں اور محمول ہے صغریٰ میں

ط ک لہٰذا اس شکل میں۔

ص ط

ص ک ۱۔ مقدمہ صغریٰ ضرور ہے کہ موجبہ ہو کیونکہ اگر یہ سالبہ ہو تو نتیجہ بھی سالبہ ہوگا اس سبب سے حد اکبر ک مستغرق ہوگا پس ضرور ہے کہ حد اکبر مقدمۂ کبریٰ میں مستغرق ہو مگر از بسکہ یہ وہاں محمول ہے اس لئے مستغرق نہیں ہو سکتا جب تک کبریٰ خود سالبہ نہ ہو (کیونکہ قضیہ موجبہ کا محمول مستغرق نہیں ہوتا) اس طرح دو مقدمے سالبہ ہو جائیں گے یا فساد استعمال حد اکبر کا واقع ہوگا؛

۲۔ مقدمۂ کبریٰ ضرور ہے کہ کلیہ ہو۔ کیونکہ صغریٰ موجبہ ہے اور حد اوسط (ط) اس میں محمول ہے اس لئے غیر مستغرق پس ضرور ہے کہ اوسط مستغرق ہو کبریٰ میں اس وجہ سے مقدمۂ کبریٰ جس میں یہ موضوع واقع ہو ضرور ہے کہ کلیہ ہو؛

اس شکل میں ضروب ا ع ا و غیر سالم ہیں پہلی شرط سے ی ا و ا دوسری شرط سے۔ ا ا ا ع ا ا ا ی ع ی سالم ہیں اور جو نتیجے ان سے نکلینگے وہ علی الترتیب ا موجبہ کلیہ ع سالبۂ کلیہ ی موجبۂ جزئیہ و سالبۂ جزئیہ۔ اور ضروب مع نتائج و بیان کیست کیفیت یہ ہوں گے؛

ا ا ا ع ا ع ا ی ی ع ی و

ان کے نام یہ ہیں۔

لیکن ان میں پہلے تین سے عکس کا بھی نتیجہ نکال سکتے ہیں جیسا کہ ہم ملاحظہ کر چکے ہیں اور مقدمات اع ی ع سے جزئیہ (سالبہ) نتیجہ نکل سکتا ہے جس میں ص کا انتزاع ک سے کیا جاتا ہے پس ہم غیر مستقیم ضربیں اای ع اع ای ی اع و ی ع و حاصل کر سکتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

دوسری شکل حد اوسط دونوں مقدموں میں محمول ہوتی ہے لہذا۔
ک ط ص ط - ص ک

۱- ایک مقدمہ ضرور سالبہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو حد اوسط غیر مستغرق رہے گی۔

۲- کبریٰ ضرور ہے کہ کلیہ ہو۔ کیونکہ ایک مقدمہ سالبہ ہے لہذا نتیجہ ضرور سالبہ ہوگا اور اس لیئے حد اکبر مستغرق ہو جائے گا یعنے ک پس ضرور ہے کہ حد اکبر (ک) کبریٰ میں مستغرق ہو کیونکہ اس مقام پر یہ موضوع ہے پس چاہیئے کہ کبریٰ کلیہ ہو۔

لہذا ضروب مقدمتین اا ای ی ا غیر سالم (عقیم) ہیں شرط اول سے اور مقدمتین و ا (اور ی او دبارہ) دوسری شرط سے عقیم ہیں۔ ع ا۔ اع۔ ع ا۔ او سالم ہیں لہذا اس کے ضروب (مع نتیجہ) ع اع۔ اع ع ع ی و۔ او و اور ان ضروب کے نام یہ ہیں۔

تیسری شکل جس میں حد وسط دونوں مقدموں میں موضوع ہوتی ہے۔
ط ک۔ ط ص۔ ص ک۔

۱- مقدمۂ صغریٰ ضرور ہے کہ موجبہ ہو۔ اسی سبب سے جو کہ ایجاب صغریٰ کا سبب شکل اول میں بیان ہوا کیونکہ حد اکبر دونوں شکلوں میں ایک ہی محل پر ہے۔ اس قاعدے سے ضروب اع او خارج ہو جاتے ہیں باقی ضروب اا۔ ای۔ ع ا۔ ع ی۔ ی ا۔ و ا سالم ہیں۔ چونکہ حد اصغر مقدمۂ صغریٰ میں اس شکل کی محمول ہے اور یہ موجبہ ہے پس مستغرق نہ ہوگی پس چاہیئے کہ نتیجے میں بھی مستغرق نہ ہو لہذا ہر صورت میں۔

۲- نتیجہ جزئیہ ہونا چاہیئے۔

اس لئے ضروب مع نتیجہ یہ ہیں ا ا ی ۔ ی ا ی ۔ ا ی ی ۔ ع ا و
و ا و ۔ ع ی و : ان ضروب کے نام یہ ہیں ؛

[اس موقع پر چوتھی شکل کو فروگذاشت کرنا غیر ممکن ہے جس میں حداوسط محمول ہے کبریٰ میں اور موضوع ہے صغریٰ میں لہذا :

(۱) ک ط

ط ص

∴ ص ک

یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر پہلی شکل میں مقدمتین کی ترتیب کو بدل دیں اور نتیجے کا عکس کر لیں تو ہم کو بعینہ وہی ترتیب مقدموں کی مل جاتی ہے۔

(۲) ص ط

ط ک

∴ ک ص

صرف اس قدر فرق ہے کہ اس صورت میں ک علامت موضوع کی اور ص علامت محمول کی ہو جاتی ہے نتیجے میں بخلاف اس کے بالعکس کے ؛

اب دیکھو کہ مقدموں کی ترتیب لکھنے میں کچھ فرق نہیں پیدا کرتی حدود کی نسبت باہمی وہی رہتی ہے (۲) ک باعتبار اپنے فعل کے حد اکبر ہے اور مقدمے شکل اول کے مقدمے ہیں ط ک ص ط ۔ جن سے نتیجہ نکالا جاتا ہے جس میں حد اصغر محمول ہو جاتا ہے اکبر پر ۔ لہذا ہر ضرب شکل چہارم گویا کہ شکل اول کی ضرب ہے صرف حد اصغر محمول ہے اکبر پر دوسرے نفظوں میں گویا کہ ایک غیر مستقیم (معکوس) ضرب ہے شکل اول کی اس باب کے اوائل میں کہا گیا ہے کہ بقول ابن رشد پہلا شخص جس نے ان ضروب کو ایک علحدہ شکل سے منسوب کیا تھا وہ جالینوس تھا خود ابن رشد نے ان ضروب کے متعلق اس رائے سے اختلاف کیا اور اس اختلاف میں زبریلہ جو علمائے متوسطین شارحین ارسطاطالیس سے بہت عالی مرتبہ رکھتا تھا ابن رشد کی تقلید کرتا تھا زبریلہ کی کتاب قیاسات پر اس مضمون پر قابل مطالعہ ہے ۔ اگرچہ جو اس کی حجت

اس مسئلے میں کہ جالینوسی شکل کوفی الواقع مستقل چوتھی شکل قرار دینا چاہیئے اصل ماہو مقول او غیر مقول علی الکل فہو مقول او غیر مقول علی البعض کی غلط تشریح پر بنی ہے؛

ارسطاطالیس نے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس امکان کا اعتراف کیا ہے کہ شکل اول سے غیر مستقیم (معکوس) نتیجہ نکل سکتا ہے۔ اگرچہ یہ بحث استطرادی ہے۔ ارسطاطالیس نے ایک مقام پر کہا ہے کہ؛

یہ صاف ظاہر ہے کہ جملہ اشکال میں اگر قیاس درست نہیں ہے جب کہ دونوں مقدمے موجبہ یا دونوں سالبہ ہوں تو کوئی نتیجہ ضرورۃً نہیں نکل سکتا۔ لیکن جب ایک موجبہ ہو اور ایک سالبہ ہو اور سالبۂ کلیہ ہو تو ہمیشہ قیاس پیدا ہوتا ہے جس میں اصغر محمول ہو اکبر پر مثلاً اگر کل یا بعض ب ا ہو اور کوئی ج ب نہ ہو کیونکہ مقدموں کے عکس کرنے سے ضرور ہے کہ بعض ا ج نہ ہو اور اسی طرح اور شکلوں میں بھی کیونکہ عکس کرنے سے ہمیشہ ایک قیاس پیدا ہوتا ہے؛ اس میں داخل ہیں ضروب اع و اور ی ع و شکل اول ہیں۔ شکل دوم اور سوم کے متعلق یہ صاف ظاہر ہے کہ ارسطاطالیس کی عبارت کہ اگرچہ مقدمۂ اکبر اپنے مقام سے نہیں پہچانا جاتا اس لئے کہ مقام حد اوسط ایک ہی ہے خواہ موضوع ہو دونوں میں خواہ محمول اکبر یا اصغر پر لیکن اس کی رائے میں یہ خود اختیاری نہیں ہے کہ جس حد کو جی چاہے اکبر قرار دیں۔ یہ وہی حد ہو سکتی ہے جس کا اطلاق بہ نسبت اصغر کے اوسع ہو یا جیسے زبریلہ نے کہا ہے کہ ترتیب کلیات میں اعلیٰ ہو۔ مثلاً میں کہوں کہ:۔

بعض گلاب کے پھول خوشبودار ہوتے ہیں

بیروس راس چائلڈ خوشبودار نہیں ہے

یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ بعض گلاب کے پھول بیروس راس چائلڈ نہیں ہیں طبیعی طور سے گلاب کا پھول محمول ہے بیروس راس چائلڈ کا جو کہ اس کی ایک قسم ہے نہ کہ بیروس راس چائلڈ محمول ہو گلاب کے پھول کا جس کا سلب یا ایجاب کیا جائے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نتیجہ نکالنے میں

اکبر کو اصغر کا محمول بنائیں لیکن اکثر قیاسات ان شکلوں میں (بلکہ اکثر صورتوں میں) یہ کہنا دشوار ہے کہ از روئے طبیعت اصغر کون ہے اور اکبر کون ہے کیونکہ یہ حدود ایک تقسیم کے اجزا نہیں ہوتے۔ پس ہم مقدموں کی ترتیب بدل سکتے ہیں اور کسی صورت میں اس سے کوئی جدید شکل نکلتی نہیں معلوم ہوتی جیسا کہ شکل اول ترتیب کے بدلنے سے ہوتا ہے کیونکہ حد اوسط کا وہی محل ہے بالنسبت اس کے جس کو اب اکبر قرار دیا ہے جو نسبت اس حد سے تھی جو اس سے پہلے اکبر تھی۔ پس

بیروس راس چائلد خوشبودار نہیں ہے

بعض گلاب کے پھول خوشبودار ہیں

∴ بعض گلاب کے پھول بیروس راس چائلد نہیں ہیں۔ یہ قیاس ضرب ع ی و ہے دوسری شکل میں اس طور سے اع و کو ع اع قرار دے سکتے ہیں ترتیب کے بدلنے سے اور تیسری شکل میں اع و ع او ہو سکتا ہے اور ی ع و ع ی و ہو سکتا ہے۔ مگر شکل اول میں اگر ہم ضرب اع و اور ی ع و کے مقدموں کی ترتیب بدلیں تو درست مقام حد اوسط کا باقی نہیں رہتا۔ پس یا تو ہم اس کو ضروب شکل اول سے قرار دیں جن سے غیر مستقیم نتیجے نکالے گئے ہیں ع صغریٰ ہے یا اگر ع کو کبریٰ قرار دیں (یعنے وہ مقدمہ جس میں نتیجے کا محمول ہے) تو ان کو شکل چہارم سے منسوب کرنا چاہیئے جس میں حد اکبر موضوع ہے کبریٰ میں اور حد اصغر محمول ہے صغریٰ میں اور کسی مقام پر ارسطاطالیس نے یہ اشارہ کیا ہے درحالیکہ بعض قیاسات کلی (باعتبار نتیجے کے) ہیں اور بعض جزئی۔ جو کلی ہیں ہمیشہ ان کے نتیجے ایک سے زائد ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی جو جزئی مگر موجبہ ہیں لیکن وہ منجملہ قیاسات جو کہ سالبہ[1] ہیں ان کا نتیجہ صرف (مستقیم) ہوتا ہے۔ کیونکہ اور قضایا کا عکس ممکن ہے لیکن سالبۂ جزئیہ کا عکس نہیں ہوتا۔ اس کی مراد یہ ہے کہ جب قیاس کا نتیجہ

---

[1] سالبۂ جزئیہ سے مراد ہے ۱۲ ھ

سالبۂ کلیہ ہو کوئی ص ک نہیں ہے ضمناً اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کوئی ک ص نہیں ہے اور جس کا نتیجہ موجبۂ کلیہ یا موجبۂ جزئیہ ہو کل ص ک ہے یا بعض ص ک ہے ضمناً اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے بعض ک ص ہے۔ پس ہم کو پہلے تین غیر مستقیم ضروب شکل اول کی معرفت ہوتی ہے یعنے اای ع اع ای ی جن کے نتیجۂ عکس ان نتائج کے ہیں جو کہ ااا۔ع اع۔ای ی سے نکلتے ہیں لیکن شکل دوم میں عکس ع اع کا اع ع میں ہے اور بالعکس اور جو نتیجہ نکلتا ہے اس کے اعتبار سے تم استدلال کرنے والے کہے جاؤ گے کوئی موجبہ نتیجہ شکل دوم میں نہیں ہے اور نہ کوئی کلیہ نتیجہ شکل سوم میں لیکن تیسری شکل میں ی کا عکس حاصل ہو سکتا ہے اگر دونوں مقدے کلیہ ہوں صرف ترتیب کے بدل دینے سے اا ی میں۔ لیکن جب ایک مقدمہ جزئیہ ہو تو عکس ی ای کا ای ی میں حاصل ہوگا اور بالعکس۔ ترتیب کے بدلنے سے ہم ضروب معلومہ کی طرف ان نتائج کا حوالہ کر سکتے ہیں درحالیکہ اب بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس مقدمے میں نتیجے کا محمول ہے وہ کبریٰ ہے اور یہ بھی کہ حد اوسط اپنے خاص مقام پر ہے دونوں مقدموں میں۔ لیکن یہ تین غیر مستقیم ضروب شکل اول میں (اور ان دونوں شکلوں کی نسبت بھی) یا تو ہم سرخی (سرخی) عنوان سے دست بردار ہوں کہ وہ مقدمہ جس میں محمول نتیجے کا ہے کبریٰ ہے یا اس کی اجازت دیں کہ حدود کا انتظام جدید ہے جس میں اوسط محمول ہے کبریٰ میں اور موضوع ہے صغریٰ میں۔ یہ قدیم سے بلاحظہ ہو چکا ہے کہ ارسطاطالیس نے جو کچھ عموماً تینوں شکلوں کی نسبت کہا ہے شکل اول میں اس سے عملاً اختلاف کیا ہے اور باقی دونوں میں یہ علمی اختلاف ہے۔ اور واضح معرفت پانچ غیر مستقیم ضربوں کی اس کے بھتیجے تھیوفراسطس کی طرف منسوب ہیں جو کہ مدرسۂ لائسیم میں اس کا جانشین ہوا تھا۔ اگرچہ چوتھی شکل واقعی جالینوس کی نصب کی ہوئی ہے تو منطقین تقریباً پانچ صدیوں تک اس کے بارے میں بکدوش رہے۔ کیونکہ اس میں یہ مشکل شک کی گنجائش ہے کہ جالینوس کی شکل سے تعقل کی ہیئت میں ضمناً نقصان بصیرت نسبت

ان صورتوں کے پایا جاتا ہے گویا کہ قیاس کو ایک لفظی الٹ پھیر سمجھ لیا گیا ہے چودھویں باب میں کوشش کی گئی ہے کہ یہ فیصلہ جن وجوہ پر مبنی ہے اس کی توضیح بیان کی جائے یہ اس سے زائد نہیں ہے کہ آیا قیاس از روئے منطق محض ظاہری اور صناعی ترتیب ہے اور اسی لیئے یہ ضروب ایک علٰحدہ چوتھی شکل کی طرف منسوب کیئے گئے جب کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ نسبتۂ متاخرین نے علٰحدہ ضروب قرار دیئے ہیں جو کسی عمدہ وجہ پر مبنی نہیں ہیں الّا یہ کہ مقدمات کی ترتیب کا حصر کیا جائے بغیر اس کے کہ کوئی واقعی امتیاز درمیان مقدمات یا نتائج کے ہو؛

اس امر کو تسلیم کرکے کہ چوتھی بھی ایک شکل ہے تو اس کے ضوابط (شرائط) انتاج حسب ذیل ہوں گے ۔ اتنا یاد رہے کہ اس شکل کے حوالے سے جس مقدمے کو ہم کبریٰ کہتے ہیں وہ پہلی شکل میں صغریٰ ہے اور بالعکس۔

۱ ۔ اگر ایک مقدمہ سالبہ ہو تو کبریٰ ضرور کلیہ ہوگا : کیونکہ جب ایک مقدمہ سالبہ ہو تو نتیجہ سالبہ ہوگا اور حد اکبر مستغرق ہو جائیگی جو کہ اس شکل میں موضوع ہے کبریٰ کی اور اگر اس کا استغراق ضروری ہو تو پس ضرور ہے کہ مقدمہ کلیہ ہو ۔ (ملاحظہ ہو شرط شکل دوم)

۲ ۔ اگر کبریٰ موجبہ ہو تو صغریٰ ضروریہ کلیہ ہوگا : کیونکہ حد اوسط بسبب محمول ہونے موجبہ کے غیر مستغرق ہے کبریٰ میں پس ضرور ہے کہ صغریٰ میں مستغرق ہو جس میں حد اوسط موضوع ہے پس ضرور ہے کہ صغریٰ کلیہ ہو؛

۳ ۔ اگر صغریٰ موجبہ ہو تو نتیجہ ضرور جزئیہ ہوگا : کیونکہ حد اصغر موجبہ کے محمول ہونے کی وجہ سے غیر مستغرق ہے مقدمے میں پس ضرور ہے کہ نتیجے میں غیر مستغرق ہو لہٰذا نتیجے کو جزئیہ ہونا چاہیئے؛

پس ضرب ۔ وا ۔ عقیم ہے پہلے ضابطے (شرط) سے : ای ا اور دوسری شرط سے اا ۔ اع ۔ ع اع ی ی ی ا سالم ضربیں ہیں پس ضروب مع نتیجہ اای ۔ اع ع ۔ ی ای ۔ ع ا و ۔ ع ی و ہوئیں اور ان کے نام ۔

چاروں شکلوں کی ضربوں کے نام حسب ذیل ہیں :-
ملاحظہ ہوگا کہ انیس ۱۹ ضربوں سے چار کا نتیجہ کلیہ ہے۔ ۱۱۱ و ع ۱ ع
شکل اول میں اور ع ا ع۔ ا ع ع شکل دوم میں اور ع ا ع شکل اول میں
مساوی ۱ ع ع شکل چہارم میں۔ بے شک بقیاس اولویت جہاں کلیہ نتیجہ نکل
سکتا ہے وہاں جزئیہ نتیجہ نکالنا ممکن ہے۔ ان جملہ ضروب مذکورہ میں اس
صورت میں ضرب کو ضعیف الانتاج کہیں گے یا ضرب تحت التقابل کیونکہ
کلیے کے ماتحت جزئیہ کا انتاج کیا گیا ہے حالانکہ کلیے کا انتاج ممکن تھا۔ جو شخص
مقدمتین کے نتیجے کا طالب ہے وہ تحت التقابل کو ہرگز استعمال میں
نہ لائے گا۔ کیونکہ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جہاں کلیے کا انتاج ہو سکتا ہے
وہاں جزئیہ کا انتاج بھی ممکن ہے۔ البتہ جب کسی قضیۂ جزئیہ کا ثبوت مقصود
ہو تو ہم غالباً ایسے مقدمے پا جائیں جن سے کلی نتیجہ نکلتا ہے لیکن ہم کو صرف
جزئیہ کا ثبوت مطلوب ہے لہذا ہمارا استدلال تحت التقابل ضروب
میں واقع ہو سکتا ہے۔ اس پر بھی ہم کو معلوم ہوگا کہ جس چیز کا ثبوت
مطلوب تھا اس سے کچھ زیادہ مقدموں سے ثابت ہو گیا اور فوراً کلیے
کو بجائے جزئیہ قائم کر کے اپنے مضمون کی وسعت کو زیادہ کر دیں گے
لہذا تحت التقابل ضربیں چنداں اہم نہیں ہیں اور قیاس کی سالم ضربوں
میں داخل نہیں کی گئی ہیں۔

[بغیر بیان مخصوص شرائط انتاج کے ہر شکل میں سالم ضربوں کا دریافت
کر لینا ممکن تھا۔ صرف یہ ثابت کیا جاتا کہ مثلاً شکل اول میں ۱۱ سے ۱ منتج
ہوتا ہے ۱ ع ضرب میں فساد استعمال حد اکبر ہے ۱ ی سے ی منتج
ہوتا ہے ۱ و فساد استعمال حد اکبر ہے ع ۱ سے ع نتیجہ نکلتا ہے اور ع
ی سے و نتیجہ نکلتا ہے۔ ی ۱ اور و ۱ میں عدم استغراق اوسط کا نقص
ہے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ضرب ی ۱ ی کیوں سالم نہیں ہے
اس شکل میں تو یہ جواب مناسب نہیں ہے کہ اس لیے کہ شکل اول کبریٰ
میں کلیہ ہوتا ہے (اگرچہ یہ دوسری شرط انتاج ہے) بلکہ یہ جواب مناسب ہے

کہ اس ضرب سے عدم استغراق حد اوسط لازم آتا ہے۔ ضابطہ ایسا وضع کیا جائے جس سے یہ مغالطہ نہ واقع ہو نہ یہ کہ مغالطے کی تردید کریں کہ یہ ضابطے کو مسخ کرتا ہے۔ ضوابط اگر ان کے وضع کرنے کے وجوہ ذہن نشین ہو چکے ہیں ایک عام صورت میں ایسے اصول عطا کرتے ہیں جن کا ہر جزئی پر انطباق ہو سکتا ہے جن کو ہر شکل میں زیر نظر رکھنا چاہیئے۔ علم میں ضرور ہے کہ اصول کا تفحص کیا جائے اور اس وجہ سے ان ضوابط کے علم سے نظریۂ قیاس پر پوری قدرت ہو جاتی ہے مگر اس وقت جب کہ ضوابط کی بنا معلوم ہو یہ معلوم کرنا بہتر ہے کہ ہر شکل میں کون سی ضربیں عقیم ہیں اور ان کے عدم لحاظ سے کیا مغالطہ ہوتا ہے نہ یہ کہ شرائط انتاج کو یاد کرکے بغیر سمجھے بوجھے ضروب پر استعمال کرنا]

باب سیزدہم

تحویل اشکال غیر کامل قیاس

ارسطاطالیس نے قیاسات سالم محض اور قیاسات کامل میں امتیاز کیا ہے۔کامل قیاس میں ضرورت انتاج محض مقدمتین کے ملاحظے سے معلوم ہوجاتی ہے۔غیر کامل میں صحت انتاج کے ثبوت کے لئے تکمیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری اور تیسری شکلیں اس کے نزدیک تکمیل چاہتی ہیں۔ان کی صحت اگرچہ واقعی ہے لیکن ثبوت کے لئے شکل اول میں لانے کی ضرورت ہے غیر بدیہی الانتاج شکلوں کے ایک مقدمے کو عکس کرنے سے اس نے ثابت کیا کہ ہم قیاس کو شکل کامل میں لاسکتے ہیں۔اس نے ثابت کیا کہ خواہ نتیجہ مطلوبہ شکل اول میں لاکے حاصل ہوگا یا ایسا نتیجہ نکلیگا جس سے نتیجہ مطلوبہ حاصل ہوسکتا ہے بذریعہ عکس کے۔جہاں یہ مستقیم طریقہ ضرب غیر کامل کے ثبوت کا ناکامیاب ہوتا ہے تو بھی ہم اس کو بالواسطہ ثابت کرسکتے ہیں پہلی شکل کے ایک قیاس سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ نتیجے کا غلط ہونا مقدمتین[1] کے صدق کے منافی ہے ؎

پہلی شکل کے ذریعے سے ان قیاسات کے سالم ہونے کا ثبوت باقی دو یا تینوں شکلوں میں تحویل کہا جاتا ہے۔غیر کامل ضرب کو شکل اول کے ضروب

---

[1] یہ طریقہ قیاس کی صحت ثابت کرنے کا لزوم محال جملہ غیر کامل ضربوں میں کام دیتا ہے۔لیکن جہاں کہیں طریق مستقیم ممکن ہے تو اُسی کو ترجیح دی جاتی ہے ۱۲ مصر
واضح ہو کہ یہ وہی طریقہ ہے جس کو دلیل خلف کہتے ہیں ۱۲ ۵

میں تحویل کرنے کا طریقہ مسئلۂ قیاس کے تاریخی حصے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس باب میں اس کی توضیح کی جائے گی اس کے بعد ہم یہ دریافت کریں گے کہ آیا طریقۂ تحویل جس کی تقدیس چند صدیوں کی روایتوں سے چلی آتی ہے کیا درحقیقت ضروری ہے اس مقصد کے لیئے کہ غیر کامل شکلوں کا سالم ہونا ثابت کیا جائے۔ ہدایات عمل ضروب کے ناموں میں موجود ہیں یعنے بارابار وغیرہ جس نے نظریۂ قیاس کو بخوبی سمجھ لیا ہے وہ ایک نظر سے معلوم کر سکتا ہے کہ ضرب غیر کامل مفروضہ کو کامل میں تحویل کرنے کے لیئے کیا کرنا چاہیئے لیکن ضروب کے نام سے بلا غور و فکر یہ عمل ہو سکتا ہے جیسے کوئی کام کل کے ذریعے سے کیا جاتا ہے ؛

تحویل جیساکہ بیان ہو چکا ہے یا مستقیم ہے یا غیر مستقیم ؛

مستقیم تحویل غیر کامل ضرب کی پہلی شکل میں اس طرح ہوتی ہے کہ مقدمتین کے ذریعے سے جو بعینہ وہی ہوں جو اصلی قیاس میں ہوں یا اُن کا عکس ہو یہ ثابت کیا جائے کہ نتیجۂ اصلی یا ایسا نتیجہ جس سے اصلی نتیجہ بلا واسطہ متخرج ہوتا ہو پہلی شکل کے ایک قیاس سے نکلتا ہے ؛

چونکہ شکلوں کا امتیاز مقدمتین میں حد اوسط کے مقام سے ہے یہ صاف ظاہر ہے کہ کسی غیر کامل شکل کو شکل اول میں لانے کے لیئے حد اوسط کے مقام کو بدلنا پڑے گا۔ دوسری اور تیسری شکلوں میں حد اوسط کا مقام مقدمتین میں ایک ہی محل پر ہے شکل اول میں محمول اور شکل سوم میں موضوع حالانکہ شکل اول میں کبریٰ میں یہ موضوع ہے اور صغریٰ میں محمول ہے۔ لہٰذا دوسری یا تیسری شکل کے قیاس میں ایک قضیے کا عکس کرنا ہوگا تاکہ شکل اول میں آ جائے۔ دوسری شکل میں کبریٰ کا عکس کرنا ہوگا کیونکہ اسی مقدمے میں حد اوسط اپنے محل پر نہیں ہے تیسری شکل میں صغریٰ۔ لیکن ممکن ہے کہ اس عمل سے ایسی کوئی ضرب پیدا ہو جو از روئے کمیت و کیفیت ٹھیک نہیں بیٹھتی مثلاً قیاس ی ا ی (شکل سوم) جب ہم صغریٰ کا عکس کرتے ہیں ی ی (دونوں مقدمۂ جزئیہ) ہو جاتے ہیں جو منتج نہیں ہے۔ پس ہم کو

بعض اوقات مقدمتین کی ترتیب بدلنا ہوتی ہے اس طرح اصلی قیاس کا کبریٰ صغریٰ ہو جائے اور بالعکس ۔ اور عکس کرنا ہوتا ہے دوسری شکل میں اس قضیے کو جو کہ کبریٰ ہو گیا ہے اور تیسری شکل میں اس کو جو صغریٰ ہو گیا ہے ۔ جب شکل اول میں لانے کے لئے مقدمتین کی ترتیب بدلی جاتی ہے تو نتیجہ بھی ایسا نکلتا ہے جس میں اصلی قیاس کے نتیجے کی حدیں مقلوب الترتیب ہو جاتی ہیں لہٰذا نتیجے کا عکس کرنا پڑتا ہے کہ اصلی غیر کامل قیاس کا نتیجہ پیدا ہو ۔
اس مقصد کی توضیح کے لئے ہم ایک مثال ضرب شکل دوم سے لیتے ہیں :-

کل ک ط ہے

کوئی ص ط نہیں ہے

∴ ص ک نہیں ہے

اگر ہم یہ استدلال کریں کہ مکڑی کیڑا نہیں ہے کیونکہ اس کے چھ پیر نہیں ہوتے تو ہماری حجت نہایت سہولت سے اس شکل میں آجاتی ہے ۔

کیڑے چھ پیر کے ہوتے ہیں

مکڑی چھ پاؤں کی نہیں ہوتی

∴ مکڑی کیڑا نہیں ہے

اگر ہم یہی نتیجہ پہلی شکل سے نکالنا چاہیں تو ہم اس قیاس کے کبریٰ کو نہیں بدل سکتے کیونکہ اس طرح کبریٰ جزئیہ ہو جائے گا ۔

بعض جانور چھ پاؤں کے کیڑے ہوتے ہیں

اس سے کوئی نتیجہ مکڑی کے کیڑے ہونے یا نہ ہونے کا نہیں نکل سکتا پس ہم کو صغریٰ کا عکس کرنا چاہئیے کیونکہ وہ سالبہ کلیہ ہے اس کا عکس بھی سالبۂ کلیہ ہوگا اور عکس ترتیب کرنے سے ۔

کوئی جانور چھ پیر کا مکڑی نہیں ہے

کیڑے چھ پیر کے ہوتے ہیں

∴ کوئی کیڑا مکڑی نہیں ہے

اس نتیجے کے عکس سے اصلی نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے ۔

مکڑی کیڑا نہیں ہے

اگر حجت میں خفیف سی تبدیلی کر دیں اس طرح کہ مکڑی کیڑا نہیں ہے کیونکہ اس کے آٹھ پاؤں ہوتے ہیں تو یہ قیاس ہو جائے گا۔

کسی کیڑے کے آٹھ پیر نہیں ہوتے — کوئی ک ط نہیں ہے

مکڑی کے آٹھ پیر ہوتے ہیں — کل ص ط ہے

∴ مکڑی کیڑا نہیں ہے — ∴ کوئی ص ک نہیں ہے

اس قیاس میں کبریٰ کا عکس بسیط کرنے سے سالبہ کلیہ بحال خود رہتا ہے اور عکس ترتیب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مقدمتین۔

کوئی جانور آٹھ پیر کا کیڑا نہیں ہے

مکڑی آٹھ پیر کی ہوتی ہے

یہ صورت شکل کامل کی ہے اور فوراً اصلی نتیجہ نتج ہو جاتا ہے۔

اگر غیر مستقیم ضروب شکل اول (وہ ضروب جن کو اور لوگ چوتھی شکل کی کہتے ہیں) اس امر کے ثبوت کے لئے کہ ان کے نتائج (یا وہ نتائج جو عکس سے پیدا ہوتے ہیں) بلا واسطہ پہلی شکل سے حاصل ہو سکتے ہیں انھیں مقدموں سے (یا ان مقدموں سے جو ان کے عکس سے پیدا ہوں) ملاحظہ ہوگا کہ ان کی دو صنفیں ہیں۔ تین ا ا ی و ح ا ع و ا ی ی عکس نتیجہ نکالتے ہیں جو کہ انھیں مقدموں سے بلا واسطہ پیدا ہوتے ہیں ہم کو صرف اس قدر کرنا ہوتا ہے کہ نتیجہ بلا واسطہ نکال کے عکس کر لیں۔ لیکن ا ع و ی ع و سے بلا واسطہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر ہر پرچۂ ٹائمز میں انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا اشتہار ہے اور جو اخبار میں خرید کرتا ہوں وہ ٹائمز نہیں ہے تو میں اس سے یہ استدلال نہیں کر سکتا کہ ان اخباروں میں انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا اشتہار نہیں ہے۔ نتیجہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ بعض اخبار جن میں اشتہار انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا ہے وہ اخبار نہیں ہیں جن کو میں خرید کرتا ہوں۔ یہ نتیجہ بلا واسطہ شکل اول سے نکالنے کے لئے مجھ کو مقدموں کی ترتیب بدلنا ہوگی تاکہ وہ اخبار جو میں خرید کرتا ہوں کبریٰ میں آجائے اور ٹائمز کا پرچہ صغریٰ میں لیکن اس سے حد اوسط

خلاف اپنے مقام کے ہوگا جب کہ میں ہر قضیے کا عکس نہ کروں پھر البتہ مجھ کو یہ قیاس ملے گا:

کوئی پرچہ ٹائمز کا وہ نہیں ہے جو میں خرید کرتا ہوں
بعض اخبار جن میں انسائیکلوپیڈیا بریطانیکہ کا اشتہار ہے ٹائمز ہے
∴ لہذا بعض پرچے جن میں انسائکلوپیڈیا بریطانیکہ کا اشتہار ہوتا ہے وہ اخبار نہیں ہے جو میں خرید کرتا ہوں۔

اس سے میرا اصلی نتیجہ شکل اول کی مستقیم ضرب ع ی د سے حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ تحقیق کہ آیا یہ طبیعی طریقہ رفع شک کا ہے کہ جو نتیجہ ا ع و سے نکلتا ہے وہ سالم ہے یا نہیں ہے اس کو ہم باب آئندہ میں ملاحظہ کریں گے؛

[اگر یہ ضربیں بجائے اس کے کہ شکل اول کی سمجھی جائیں چوتھی شکل میں رکھی جائیں تو ان کی تحویل صورت کے اعتبار سے کچھ مختلف ہوگی۔ پہلی تینوں ضربوں کی تحویل کے لیئے ہم وہ نتیجہ نکالیں گے جو کہ پہلی شکل میں ان مقدموں سے نکل سکتا ہے اور پھر نتیجے کا عکس کرلیں گے۔ لیکن اب یہ کہا جائے گا کہ اس صورت میں مقدموں کی ترتیب کا بدلنا شامل ہے کیونکہ چوتھی شکل کے اعتبار سے جو کبریٰ ہے وہ پہلی شکل میں صغریٰ ہے اور بالعکس مثلاً:۔

پہلی شکل ا ا ی	چوتھی شکل ا ا ی
آزاد خوش ہیں	مضبوط دل کے آدمی آزاد ہیں
آدمی مضبوط دل کے آزاد ہیں	آزاد خوش ہیں

∴ بعض جو خوش ہیں وہ ہیں جو مضبوط دل کے ہیں

جو مقدمے ا ا ی میں ہیں وہی مقدمے ہیں جو کہ ا ا ی میں ہیں
شکل ۴ شکل ۱

لیکن جو نتیجے ان ضروب میں ہیں ایسے نہیں ہیں جب تک مقام میں تبدیلی نہ ہو قطع نظر اس کے پہلی دو ضربوں میں اس صورت میں عکس ترتیب غیر ضروری ہوگا کیونکہ چوتھی شکل میں سالبہ کلیہ ضرب کبریٰ ہے کیونکہ اس میں وہ حد شامل ہے جو کہ نتیجے میں محمول ہے اگرچہ مقدمے میں موضوع ہو۔ عکس کرنے سے یہ باعتبار

شکل اول کی کبریٰ کے اپنے محل پر آجائے گی اور یہی حال صغریٰ کا بھی ہوگا اور ہمارا اصلی نتیجہ ع ی و میں نکل آئے گا]

خواہ تحویل ضرب غیر کامل کے لئے عکس ترتیب کی ضرورت ہے یا نہیں ہے کون سے مقدمے کا عکس کرنا چاہئیے۔ نتیجے کا عکس کرنا چاہیئے یا نہیں جو کہ شکل اول سے حاصل ہو اُس قیاس سے جو بعد تحویل کے بنا ہے تاکہ عکس سے اصل نتیجہ حاصل ہو جائے شکل اول کی کونسی ضرب میں تحویل ہوگی یہ سب امور اسماء ضروب کے حروف مقررہ سے دریافت ہوتے ہیں یہ منظومہ انگریزی کا ترجمہ باب ۱۲ کے آخر میں درج ہے تمام شکلوں کے ضروب نتیجہ الفاظ ذیل میں منظوم کیئے جاتے ہیں ؛

ناقص ضربوں کو کامل میں تبدیل کرنے کے دو قاعدے ہیں یا یوں کہو کہ شکل ناقص کے نتائج کے صدق کو ضرب کامل میں تحویل کر کے جانچنے کے دو ذریعے ہیں۔ اول قاعدۂ مستقیم (بلا واسطہ) دوم قاعدۂ غیر مستقیم (بالواسطہ) یا تحویل استخراج خلف سے پہلے طریق میں ضرب ناقص کے مقدمات معکوس یا معدول یا متقابل یا ترتیب کے بدل دینے سے کیئے جاتے ہیں تاکہ شکل اول کی کوئی ضرب پیدا ہو جائے اور وہی نتیجہ نکل آئے جو مطلوب ہے یا انتاج بدیہی کے کسی عمل سے اصل نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ دوسرے طریق میں ضرب ناقص کے نتیجے کا صدق اس طرح ثابت کیا جاتا ہے کہ ضرب کامل سے جس کا انتاج بدیہی ہے دلیل خلف سے نتیجہ مطلوب کے نقیض کا کاذب ہونا ثابت کیا جاتا ہے ؛

تحویل مستقیم یا بلاواسطہ

یہ عمل اس طرح ہوتا ہے کہ مختلف ضروب کے ناموں میں خاص خاص حروف رکھے گئے ہیں۔ ان حرفوں سے حقیقت عمل کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ الفاظ رمزی کے حروف ابتدائی ب۔ ش۔ د۔ ف یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ضروب ناقص کو ایسے ضروب کامل میں تحویل کرنا چاہیئے جن کے حروف ابتدائی وہی ہوں جو ناقص کے ہیں ؛

س۔ سے یہ مراد ہے کہ اس کے ماقبل جو قضیے کی علامت کا حرف ہے اس کا عکس بسیط لینا چاہیئے۔

ص۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ماقبل جو قضیہ علامت سے ظاہر ہوتا ہے اس کا عکس بالعرض (عکس مقید) لینا چاہیئے۔

جب ان دونوں حرفوں سے کوئی نتیجے کی علامت کے بعد آئے تو نتیجے پر اس کے موافق عمل ہوگا۔

باب چہاردہم

اصول استدلال قیاسی

جب میں یہ استدلال کروں کہ ا = ب اور ب = ح لہٰذا ا = ح میرا استدلال اسی اصول پر چلتا ہے جیسے میں احتجاج کروں چونکہ لا = ی لہٰذا لا = ی ۔ یہ اصول ایک معروف علوم متعارفہ سے بیان ہوتا ہے کہ جو چیزیں کسی ایک معین چیز کے برابر ہوں وہ آپس میں برابر ہوتی ہیں ۔ اس خاص حجت میں ا = ب اور ب = ح ∴ ا = ح میں کوئی نتیجہ اس علوم متعارفہ سے نہیں نکالتا جیسا کہ مقدمۂ کبریٰ سے نکلتا ہے ۔ بعض اوقات یہ بحث کی جاتی ہے کہ یہ حجت درحقیقت قیاسی ہے ۔ یہ کہ اس کو اس طرح لکھنا چاہیئے

جو چیزیں کسی شے معین کے برابر ہوں وہ باہم برابر ہوتی ہیں
ا اور ح چیزیں ایسی ہیں جو ایک چیز معین ب کے برابر ہیں
∴ ا اور ح باہمدگر برابر ہیں

لیکن امور مذکورۂ ذیل سے معلوم ہوگا کہ یہ صورت نہیں ہے

اولاً ہم کو اسی کے مماثل حجت پر غور کرنا چاہیئے جس میں مقداری نسبت قائم ہے درمیان ا اور ح کے دونوں کی نسبتی بنیاد پر ساتھ ح کے اگرچہ ان میں مقداریں برابر نہیں ہیں ۔ اگر ا بڑا ہے ب سے اور ب بڑا ہے ج سے تو الف بڑا ہے ج سے کیا ہم یہ مان لیں کہ یہ استدلال اس طرح لکھا جاسکتا ہے کہ

وہ چیزیں جن میں سے ایک بڑی اور دوسری چھوٹی ہے ایک اور چیز سے

بڑی ہیں ایک سے بہ نسبت دوسرے کے۔

ا اور ح چیزیں جن میں سے ایک بڑی ہے اور دوسری چھوٹی ہے ایک اور چیز سے بعینہٖ۔

∴ ا اور ح بڑی ہیں ایک بہ نسبت دوسری کے۔ اس کے طولانی اور بیڈھنگے ہونے سے ہم کو اس مقدمے کے تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہو سکتا بشرطیکہ صحیح بھی ہو۔ اور اگر دوسرا صحیح ہے تو یہ بھی ضرور صحیح ہے۔ پھر بھی جہاں کہیں۔ مثلاً یہاں۔ مقداری استدلال کو قیاسی صورت میں لانے کے لئے خاص جسارت اور تیزی طبع کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ عادتہً عمل میں نہیں آتا اور ازبسکہ انسانوں نے اس پر قناعت کرلی ہے کہ اس طرح کے استدلال کو زبردستی قیاسی صورت میں داخل کرنے کی حاجت نہیں ہے ا، ب و ب، ح ∴ ا ح۔ یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ سلوک اس استدلال سے نہ کیا ہوگا ا = ب و ب = ح ∴ ا = ح اگر اس انقلاب میں سہولت نہ ہوتی۔ لیکن ظاہر شے شاید دھوکا دینے والی ہو لہٰذا ثانی الحال یہ ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ وہ قیاس جو گذشتہ استدلال کی حمایت میں پیش کیا جاتا ہے؛

چیزیں جو کسی چیز کے برابر ہوں باہمدگر برابر ہوتی ہیں

ا اور ح چیزیں برابر ایک ہی چیز کے ہیں

∴ ا اور ح باہمدگر برابر ہیں

مقدمۂ صغریٰ اور حد اصغر دونوں میں قصور ہے۔ مقدمۂ صغریٰ ہمارے وجوہ استدلال کو صحیح طور سے نہیں بیان کرتا وہ یہ ہیں ا اور ح دونوں برابر ب کے ہیں لہٰذا کبریٰ جو مطلوب ہے وہ یہ ہے جو چیزیں ب کے برابر ہیں وہ باہمدگر برابر ہیں۔ اور حد اصغر ا اور ح کوئی موضوع نہیں ہے جس کا وصف ہم ثابت کرتے ہیں یہ دو موضوع ہیں جن کے بارے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے خاص نسبت رکھنے والے ہیں ثانیاً اور بالتخصیص وہ جو کبریٰ سے موسوم ہے وہ خود بذریعۂ اصغر اور اس کے نتیجے کے ثابت کیا گیا ہے یہ اس لئے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر ا اور ح دونوں ب کے برابر ہیں تو وہ

باہمدگر برابر ہیں یہ کہ میں اصل عام یا علوم متعارفہ کی معرفت رکھتا ہوں اور اس
کو صحیح مانے ہوئے ہوں اگر میں صحت استدلالی کو در صورت تین مقداروں ا
ب ج یا لا ا رے سمجھنے کے قابل نہ ہوتا تو میں علوم متعارفہ کی صحت کو تسلیم ہی نہ کرتا
لہذا علوم متعارفہ مقدمتین سے ایک نہیں ہے جن سے ہم استدلال کرتے ہیں جب
میں یہ استخراج کرتا ہوں کہ ا = ب اور ب = ج ∴ ا = ج : بلکہ یہ اصل ہے
جس کی موافقت سے ہم استدلال کرتے ہیں۔ اگر اس سے انکار کیا جائے تو اور
جزئی استدلال جو اس کے موافق ہو اس کی صحت سے بھی انکار کرنا ہوگا لہذا اس
علوم متعارفہ کی صحت جزئی استدلالوں میں شامل ہے لیکن ہر شخص جزئی استدلال
کی صحت کو بغیر بیان علوم متعارفہ کے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا اگر در حقیقت یہ مقدمہ
کبریٰ مقدر ہوتا اور ا اور ج در حقیقت حد اصغر ہوتے اس استدلال میں کہ چاندی
اچھی نقال (حرارت اور کہربائیہ کے) ہے کیونکہ یہ فلز ہے ہر شخص جانتا ہے کہ
کل فلزات عمدہ نقال ہیں ضمناً مفہوم ہے اور بغیر اس مقدمے کے وجوہ استدلال
ظاہر نہیں ہیں۔ لیکن کسی کو کسی وجہ استدلال کے ملاحظے کی ضرورت نہیں ہوتی
استدلال کے لئے کہ ا = ج علاوہ ان مقدموں کے ا = ب اور ب = ج
پس ہم کو چاہیئے کہ اس استدلال کو قیاسی صورت میں لانے سے دست بردار
ہوں اور علوم متعارفہ کو مقدمہ نہ سمجھیں بلکہ یہ قانون یا اصل ہے حجت کی۔
لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا قیاسی استدلال کا بھی ایسا کوئی اصول یا قانون
ہے یا نہیں ہے۔ یاد کرنا چاہیئے کہ باب یازدہم میں کیا کہا گیا تھا اب جو کچھ کہا
گیا ہے وہ اسی کی ایک فرع ہے۔ وہاں ہم نے یہ امتیاز کیا تھا کہ ایک وہ حجت
جس میں درمیان دو حدوں کے مقداری نسبت بذریعہ تیسری حد کے ثابت
کی گئی تھی اور دوسری حجت وہ جس میں دو حدوں میں موضوعی اور محمولی نسبت
بذریعہ ایک تیسری حد کے جن کے ساتھ یہ دونوں حدیں موضوعی محمولی نسبت
رکھتی ہیں ثابت کی جاتی ہے یہ حجت قیاس ہے۔ اب یہ علوم متعارفہ چیزیں
جو برابر چیزوں کے برابر ہوں باہم برابر ہوتی ہیں ایک اصل استدلال ہے مقداری
چیزیں ہیں۔ یہ اصل خاص جزئی مقادیر کی تخصیص نہیں کرتی بلکہ اس اصل کا بیان

اس طرح ہے کہ مقدار میں جو ایک خاص نسبت یعنے مساوات رکھتے ہوں ایک تیسری مقدار سے بھی خاص نسبت رکھنے والی ہوں گی۔ کیا ایسی ہی کوئی اصل قیاس استدلال کے لئے نہیں ہے ایسی اصل جس میں خاص حدود کی تخصیص نہیں ہے بلکہ اس اصل کا بیان اس طرح ہو کہ جب دو حدوں میں نسبت بہ طریق موضوع و محمول ایک خاص طریقے سے قائم ہوگی جب کہ وہ حدیں بطریق موضوع و محمول ایک خاص طریقے سے ایک تیسری حد سے نسبت رکھتے ہوں ؟

یہ اصل مقولہ "المقول علی کل شے اولا شے" قیاس استدلالی کے لئے مہیا کیا گیا ہے اور اس مقولے پر غور کرنے اور ایسے ہی اور قوانین پر نظر کرنے سے قیاس استدلال کی ماہیت پر اور مختلف اصناف قیاس یا اشکال پر عمدہ روشنی پڑتی ہے ؟

جملہ "المقول علی کل شے اولا شے" درحقیقت ایک مختصر حوالہ ایک اصل کی جانب ہے جس کو بار بار دوہرانا دقت سے خالی نہیں ہے جس طرح ہم قوانین سلطنت یا پوپ کے احکام کی طرف بذریعہ پہلی نقطہ یا دو نقطوں کے حوالے دیا کرتے ہیں۔ جو کچھ حمل کیا جائے (ایجاباً یا سلباً) کل پر حمل کیا جائے گا (ایجاباً یا سلباً) اس کل[1] کے کسی حصے پر ؟

اگر ہم قیاس کو شکل اول میں فرض کریں اور صرف ا ا ا ا ع ا ع ۔ ضربوں پر نظر کرنا کافی ہوگا۔ تو معنے اس کلیے کے صاف ظاہر ہو جائیں گے کل (یا کوئی)

---

(۱) یہ مقولہ کئی طرح سے بیان کیا گیا ہے ارسطاطالیس کی کتاب انالوطیقیہ اولیٰ میں جو عبارت درج ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ ایک حد جو دوسری میں داخل ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ جو کچھ اس دوسری حد پر محمول ہو سکتا ہے وہ پہلی پر بھی محمول ہوگا۔ مثلاً نفظ فانی حیوان پر محمول ہوتا ہے یا انسان پر تو کل حیوانات پر محمول ہوگا حیوانات میں انسان داخل ہے پس انسان پر بھی محمول ہوگا اور انسانوں میں سقراط داخل ہے پس سقراط پر بھی محمول ہوگا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ارسطاطالیس نے کلی کو ایک محدودی حیثیت سے مانا یعنے جملہ جزئیات کے بالاستیعاب ملاحظے کے بعد کلی پیدا ہوا ہے۔ اس کا صرف یہ مقصود ہے کہ جو قضیہ کلیہ پر صادق آتا ہے وہ اس کے جزئیہ پر بھی صادق آئے گا۔ اس کے مقولے سے نسبت حد اکبر کی حد اوسط سے اور نسبت

ب ا ہے (یا نہیں ہے) - کل ج ب ہے -

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - اوسط کی اصغر سے ظاہر ہوتی ہے - اس نے کلّی ہر ایک کل یا واحد کی حیثیت سے نظر کی نہ کہ محض ایک مجموعۂ جزئیات - اگر ا محمول ہے کل ب پر اور ب محمول ہے کل ج پر تو ا محمول ہے کل ج پر - اگر کلّی محض تصفح جزئیات کا نتیجہ ہے تو یہ پہلے ہی سے معلوم تھا کہ کل ج ا ہے - اور اس استدلال کی ضرورت ہی نہیں ہے - خود ارسطاطالیس نے اس سوانالوطیقیہ آخری میں ظاہر کر دیا ہے کہ اس کے نزدیک کلّی ایک معدودی کل نہیں ہے جو محض تصفح جزئیات سے پیدا ہوا ہے - اسی مقصد سے اس نے کبھی جزئی حقیقی کو کسی قیاس میں بجائے حد اصغر کے نہیں لیا - مگر حکیم موصوف کے شکل اول کو بدیہی الانتاج قرار دینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے دل میں مصداقی پہلو کو ترجیح تھی اور مفہوم پر اس کی توجہ کم تھی - مگر اس نے اس نقصان کا جبر بہت کچھ برہان کے بیان میں کر دیا ہے - لیکن اس نے اس پر نظر نہیں کی کہ قضیۂ کلیہ کے مفہوم میں لحاظ جزئیات خواہ مخواہ داخل ہے جس پر استدلال کی بنیاد ہے ۔

ایک اور فصل میں جو اس کے مقولے کی توضیح ہے اس طرح کہا ہے کہ جب کوئی شئے محمول ہو کسی موضوع[۱] پر بحیثیت موضوع کے تو جو کچھ محمول پر مقول ہوگا وہ موضوع پر بھی مقول ہوگا - اگر سیاق عبارت سے قطع نظر کی جائے تو گویا یہ مقولہ کل شے ولا شے کی توضیح ہے لیکن سیاق سے اس کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ قاطیغوریاس (مقولات عشر) کی بحث میں قیاس کا کہیں مذکور نہیں ہے - ارسطاطالیس نے باب ماقبل میں تقاسیم وجود کا بیان کیا ہے اس باب میں جو زیر بحث ہے کلّی اور جزئی اور عین اور مجرد کا فرق بیان کیا ہے - عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو موضوع کی ذات میں من حیث موضوع داخل ہیں اور بعض چیزیں موضوع کی ذات من حیث موضوع یعنے نظراً الیٰ ذاتہ داخل نہیں ہیں - کسی چیز کا کسی پر محمول ہونا اور ہے اور اس کی ذات میں داخل ہونا اور ہے - یہ وہ فرق ہے جو کہ ذاتی اور عرضی میں ہے کسی فرد کو انسان کہنا یا انسان کو حیوان کہنا ذاتیات سے ہے اگر اس فرد سے انسان سلب کر لیا جائے یا انسان سے حیوان سلب کر لیا جائے تو کچھ باقی نہیں رہتا - محمول گویا کہ کل موضوع پر چھایا ہوا ہے - اسی طرح فراء کا نحوی ہونا اور نحو کا علم ہونا - فراء کا علم نحو ہے اور نحو علم ہے - انسان اعیان سے ہے اور نحو مجرد یا انتزاعی ہے لیکن ہر ایک

... کل (یا کوئی) ج ا ہے (یا نہیں ہے)۔ یہاں اس سے بحث نہیں ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اپنے افراد پر محمول ہوتا ہے۔ موضوع من حیث موضوع اور محمول ذاتی ہیں محمول ذاتی موضوع کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ کہ موضوع بذات خود کیا ہے۔
نحو نفس میں موجود ہے اور رنگ جسم میں موجود ہے۔ اگر ہم نحو اور رنگ کو محمول بنائیں تو وہ نفس اور جسم کی حقیقت کو نہیں بیان کرتے یہ ذاتی محمول نہیں ہیں۔ البتہ یہ محمول موضوع کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اور جو چیز کسی جزئی میں اس کی ذات کی حیثیت سے نہیں ہے اور اس کا علٰحدہ کوئی وجود نہیں ہے اور نہ اس کے فنا ہو جانے سے موضوع فنا ہو سکتا ہے یعنے وہ جس پر وہ محمول ہوں (نہ نحو کے فنا ہونے سے نفس فنا ہو سکتی ہے نہ رنگ کے فنا ہونے سے جسم) وہ ذاتی نہیں ہے ؛
اس کے بعد ارسطاطالیس نے حدود عینی جنسی کا بیان کیا ہے مثلاً حیوان، ان کا حمل ابتداءً افراد پر نہیں ہوتا مثلاً سقراط پر بلکہ نوع پر ہوتا ہے جس میں سقراط داخل ہے یعنے انسان پر ؛
اس فصل میں ڈکٹم مقولہ منطقی کی تشریح نہیں ہے۔ موضوع یہاں فرد عین کے معنے رکھتا ہے نہ کہ حد اصغر کسی قیاس میں اگرچہ ممکن ہے کہ وہ فرد ایک مثال کسی وصف کی ہو۔ محمول کا ایک موضوع سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا مثلاً ا کا ب سے ج کی طرف اسی صورت میں مفہوم ہو سکتا ہے جب کہ ا پہلے ب پر محمول ہو اور ب ج پر لیکن مقولہ زیر بحث اس قید سے بری ہے اگر فراو نحوی ہے اور نحوی عالم ہے تو فراو عالم ہے لیکن یہ حمل ذاتیات سے نہیں ہے۔ اگر فراو انسان ہے اور انسان حاسد ہوتا ہے تو فراو حاسد ہے لیکن یہ حمل ذاتیات سے نہیں ہے۔ مقولہ منطقی کل شے ولا شے میں حمل عرضی اور ذاتی دونوں داخل ہیں مثلاً وہ قیاس جس کو ابھی بیان کیا تھا اور یہ قیاس کل انسان حیوان ہیں سقراط انسان ہے لہذا سقراط حیوان ہے بھی داخل ہے۔ دونوں قیاس ہیں۔ بشرطیکہ ان دونوں کو قیاس کہنا (ارسطاطالیس کے نزدیک قیاس کلیات سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ جزئی حقیقی سے) ذاتی اور عرضی کا فرق ارسطاطالیس کے ذہن میں غالب تھا۔ لہذا مقولات کی بحث مقولہ منطقی کا بیان نہیں ہے۔ اب رہا یہ کہ مقولہ قیاس

کن حدود عینی کے لئے ا ب ج قائم کئے گئے ہیں جیسے علوم متعارفہ میں اس سے
بحث نہیں کہ کونسی حقیقی مقداریں لی گئی ہیں وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں فرض کرو
کہ ا کا ایجاب یا سلب کل ب پر ہوسکتا ہے تو ہر جزئی موضوع[1] ج یا کسی پر جو ب
میں داخل ہوا یجاب یا سلب ہوسکتا ہے۔ بموجب ایک روایت کے اور یہ
روایت قوی ہے یہ بنیادی اصول قیاسی استدلال کا ہے اس مقولے میں مجرد
اظہار استدلال کے رگ وریشے کا ہے جس صورت میں کہ استدلال اعیان اشیاء
سے ہو یہ اس امر کی طمانیت ہے کہ ا کل ب پر صادق آتا ہے تو اس ب یعنے
ج پر بھی صادق آئے گا۔ ناقص قیاسات کو کامل میں تحویل کرنے کا یہ مقصد ہے
تاکہ ہم ظاہر بہ ظاہر دیکھ سکیں کہ مقولہ ٹھیک ٹھیک صادق آتا ہے۔ اور پہلی شکل
کو کامل کا لقب اسی لئے دیا گیا ہے کہ مقولہ المقول علی کل شے اولا شے کا استعمال
اس شکل میں اچھی طرح ہوسکتا ہے۔؛

اس کلیے کے دعاوی پر چند اعتراضات ہیں۔ اولاً اس کلیے سے اہل اسم[2]
کے مسئلے کی طرف اشارہ ملتا ہے جس کو ہابس نے بیان کیا ہے جہاں اس نے
کہا ہے کہ استدلال ترتیب اسما ہے صورت ایجابی میں۔ اس کلیے کا یہ اشارہ
ہے کہ بنیاد ا کو ج پر یا ایجاب یا سلب کرنے کا واقعہ یہ ہے کہ ا مقول ہے
کل ب پر یا کسی ب پر مقول نہیں ہے اور ب مقول ہے ج پر بداہتہ اس لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کا اصل اصول ہے یا نہیں ہے یہ دوسری بحث اور اس کا جواب
مقولہ کل شے ولا شے کے مفہوم کے سمجھنے پر موقوف ہے ۱۲ مصر

[1] طالب علم کو آگاہ رہنا چاہئیے کہ لفظ موضوع دو مختلف معنوں میں مستعمل ہے ایک فلسفے میں
دوسرے منطق میں۔ فلسفے میں موضوع بمعنی جوہر ہے اس وجہ سے عرض کی تعریف کی گئی ہے
موجود فی موضوع یعنے ایک موجود جو کسی موضوع میں پایا جائے جیسے رنگ جسم میں یا علم نفس
میں اور جوہر کی تعریف سلبی ہے موجود لافی موضوع وہ موجود جو کسی موضوع میں نہ ہو۔ اور
موضوع منطقی وہ ہے جس کے بارے میں کچھ کہا جائے خواہ بطور ایجاب خواہ بطور سلب۔

[2] نامنلسٹ کا ترجمہ اہل اسم ریلیسٹ کا ترجمہ اہل حقیقت یا اہل مسمی کیا گیا ہے ۱۲ مصر

کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ ب ا ہے اور ج ب ہے۔ نہ اس سبب سے ب ا کہا جاتا ہے اور ج ب کہا جاتا ہے۔ اسی سے نتیجہ نکلتا ہے۔ بہر صورت مقولے کا یہ ترجمہ اہل اسما کے موافق ضروری نہیں ہے اور نہ اس اعتبار سے کہ اس مقولے کے یہ معنے ہیں یہاں بحث کی جائے گی لہذا اس اعتراض کو ہم خارج از بحث کرتے ہیں؛

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر تحویل کرنا اور شکلوں کا پہلی شکل میں ضروری نہیں ہے۔ یعنے اگر سچی ماہیت ہمارے استدلال کی ان شکلوں میں سے پہلی شکل میں واضح تر نہیں ہے تو یہ مقولہ کل قیاسی استدلال کا اصول نہ ہوا۔ اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو پھر شکلوں میں کوئی حقیقی فرق نہیں رہتا اور جو لوگ شکلوں میں فرق کے قائل ہیں وہ ضرور تحلیل قیاسی میں کلام کریں گے یعنے اس منشے میں جو کہ مقولے کا منشا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے لیکن ہم بہ شکل مختلف اشکال کی نسبتوں پر بحث کر سکتے ہیں جب تک کہ ہم یہ طے کر لیں کہ آیا مقولے سے استدلال کی ماہیت پہلی ہی شکل میں بصحت واضح ہوتی ہے؛

پس ہم خاص اس تنقید پر غور کرنا چاہتے ہیں جو کہ اس مقولے پر ہے بلکہ جملہ قیاسی استدلال پر اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ مقولہ حقیقی تحلیل اس استدلال کی ماہیت کی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر قیاس التماس[1] اصول ہو جائے گا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کسی مقدمے میں اسی کو تسلیم کر لیں جو کہ نتیجے میں ثابت کرتا ہے بے شک مقدموں میں ضمناً نتیجہ ضرور شامل ہے اگر ایسا نہ ہو تو تم کو کیا حق ہے کہ تم مقدمتین سے اس کا استخراج کرو اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم نتیجے کا انکار کر سکتے درآنحالیکہ مقدمتین کو تسلیم کرتے ہو۔ ہر قسم کے مضبوط استدلال کے لیے اس قدر صحیح ہے خواہ وہ قیاسی ہو خواہ نہ ہو۔ اگر وہ لوگ جنھوں نے یہ خیال کیا کہ وہ اور قسم کے استدلال بھی دریافت کر سکتے ہیں جو اس کے لیے غیر مضر ہوں انھوں نے بعض اوقات اس کو قیاس ہی کی خصوصیت سمجھ کے بحث کی ہے۔ لیکن

---

[1] مصادرے کو انگریزی میں التماس اصول کہتے ہیں ۱۲۔

تم مقدمتین میں نتیجے کا التماس نہیں کرتے سوا اس صورت کے جہاں ایک یا دوسرے
مقدمے کا ثبوت نتیجے پر موقوف ہے۔ مثلاً میں جانتا ہوں کہ بغاوت ایسا جرم ہے
جس کی پاداش موت ہے اور قانون بادشاہ کے خلاف ہتک آمیز الزاموں کے شہرت
دینے کو اقدام بغاوت تصور کرے اس صورت میں ان مقدموں سے کل بغاوت کی
پاداش سزائے موت ہے بادشاہ کے خلاف ہتک آمیز الزام شایع کرنا بغاوت ہے
اس سے یہ استدلال ہوگا کہ بادشاہ کی ہتک عزت کرنے کی پاداش سزائے موت ہے
اس حجت میں کوئی التماس اصل (مصادرہ) نہیں ہے قانون کی کتابیں ملاحظہ کرنے
سے دونوں مقدموں کا حق ہونا معلوم ہوسکتا ہے۔ اور اس کی ضرورت نہیں کہ
بادشاہ کی ہتک عزت کرنے کی پاداش سزائے موت ہے۔ اس سے میں آگاہ ہوں
اس غرض سے کہ جن مقدموں سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے ان کی حقیت اس نتیجے پر
موقوف ہے[ع]۔ لیکن آئندہ سے قیاس میں صورت حال مختلف ہے۔ کل جگالی
کرنے والے جانوروں کے کھر پھٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہرن جگالی کرنے والا جانور
ہے ∴ ہرن کے کھر پھٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ کبریٰ کی حقیت معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ
نہیں ہے سوا اس کے کہ مختلف انواع ان جانوروں کے ملاحظہ کیے جائیں جو جگالی
کرتے ہیں اور جب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہرن کے کھر پھٹے ہوتے ہیں مجھ کو معلوم
نہیں ہے کہ کل جگالی کرنے والوں کے کھر پھٹے ہوتے ہیں۔ مجھ کو فطرت کے
تکوینی اصناف کے استقلال کا جو یقین ہے اس سے ممکن ہے کہ یہ توقع پیدا ہو
کہ اس قسم کا قاعدہ جملہ انواع میں جو میں نے ملاحظہ کیے ہیں ٹھیک آتا ہے کلیتہً ٹھیک
ہے لیکن یہ ظن[لل] غالب جس حد تک کہ اس کی بنا مثالوں کے ملاحظے پر ہے قطعی فیصلہ

ع۔ مقدمتین کی حقیت نتیجے سے نہیں ثابت ہوتی ہے بلکہ مقدمے بجائے خود ثابت ہیں لہذا
مصادرہ نہیں ہے ۱۲ مترجم

لل۔ یعنے بعض جزئیات کو ملاحظہ کر کے استصحاب فطرت کو ضم کرنے سے قاعدہ کلیہ کو تسلیم کر لینا یہ
ایک طور استقرار کا ہے اسی سے متقدمین کہتے تھے کہ استقرار مفید یقین نہیں ہے بلکہ مفید ظن
ہے۔ یعنے راجح کا اعتقاد بہ مقابلہ مرجوح کے اگرچہ مرجوح کو بھی فی الجملہ قوت حاصل
رہتی ہے ۱۲ م

نہیں ہے صرف مقدموں کی قوت پر میں نتیجے کو نہیں تسلیم کرسکتا جب تک بہران کا
کمر ملاحظہ نہ کیا جائے اور اس سے اس قیاس کو تقویت دی جائے لہٰذا اشمال
بہران کی قاعدے کے تقرر کے لئے ضروری ہے ؛

پھر یہ مناقشہ کیا گیا ہے کہ کل قیاس التماس اصول یا مصادرہ ہے اور
اس ایراد پر اس قول نے "القول علی کل شئے ولاشئے" سے رنگ آمیزی حاصل کی ہے
یعنے جو کچھ کہ ایقاع یا انتزاع کیا گیا ہے مجموع (کل) پر ایقاع یا انتزاع کیا جاسکتا ہر
شئے پر جو کہ اس مجموع (یا کل) میں داخل ہے مجموع (یا کل) سے یہاں کیا مراد ہے؟
اگر یہ ایک جماعت یا مجموعہ ہے اگر مقدمہ کبریٰ باعتبار مصداق[ع] لیا جائے تو اس سے
بہ مشکل انکار ہوسکتا ہے کہ نتیجے کا علم مقدم ہے۔ اگر اس قضیے میں کہ کل ا ب ہے
میری یہ مراد نہیں ہے کہ ب ب ہونے کی حیثیت سے ا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ب
کے جملہ افراد ا ہیں تو پھر میں نے ج کو جو اس کی ایک فرد ہے ضرور ملاحظہ کیا ہے
ورنہ میں یہ نہ کہہ سکتا کہ کل ب ا ہے پس مقدمۂ کبریٰ منجملہ اشیاء اس
نتیجے پر موقوف ہے کہ ج ا ہے۔ اس مطمح نظر سے مقدمۂ کبریٰ کسی قیاس کا (کم
از کم یہ کہ اکثریہ) ایک بیان واقعہ ہے درباب جملہ جزئیات کے۔ یہ ایک تعدادی
تصدیق ہے نہ کہ سچی کلی تصدیق۔ ہم یہ تصدیق اس لئے نہیں کرتے کہ ہمکو کوئی بصیرت
ب اور ا محمولوں کی ماہیت کے بارے میں حاصل ہے یا ان میں کوئی حقیقی اتصال
ہے بلکہ محض اس لئے کہ ہم نے وہ سب چیزیں ملاحظہ کی ہیں جن میں ب پایا
گیا ہے اور ہم کو اطمینان حاصل ہے کہ ا بھی اسی طرح ان سب میں موجود ہے ؛
بے شک ایک اور معنے بھی ہم مقدمۂ کبریٰ کے سمجھ سکتے ہیں وہ ایسے معنے
ہیں جس میں تعداد مجموعۂ افراد کا ذکر نہیں ہے۔ اگر میں کہوں کہ کل سونا زرد ہے
تو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ میں یہ مراد لوں کہ ہر ٹکڑا دھات کا جس کو اور صفات

ع۔ اس ایراد کا مصنف نے جواب دیا کہ اگر قیاس میں کبریٰ کے محمول کو از روئے مصداق لیں
تو اعتراض درست ہے اگر از روئے مفہوم لیں جو کہ مذہب مختار ہے تو ایراد ٹھیک نہیں ہے
اس کو اچھی طرح سمجھ لو ۱۲ م۔

سے میں شناخت کرتا ہوں کہ سونا ہے وہ زرد بھی ہے۔ یہ ایک ایسا بیان ہے جس کے لئے میں بلا واسطہ ذاتی تجربے کے اقرار نہیں کر سکتا۔ میری یہ مراد ہو سکتی ہے کہ زرد رنگ منجملہ صفات ہے جس کی بنیاد پر میں ایک جوہر کو سونا کہتا ہوں یا لوک کے محاورے میں کہ یہ داخل ہے اسمی ذات میں سونے کے اسمی ذات سے لوک کی مراد وہ ہے جس کو ہے۔ اس بل نام کا مفہوم کہتا ہے۔ وہ اوصاف جو کسی موضوع کے مفہوم میں ضمناً داخل ہیں جب کہ ہم اس کو ایک عام اسم سے نامزد کرتے ہیں۔ ہم اپنے تعقل میں کوئی مجموعۂ اوصاف جن کو ہم پسند کریں جمع کر سکتے ہیں اور اس اجتماع کو ایک نام سے نامزد کر سکتے ہیں۔ بے شک اس صورت میں یہ کہنا درست ہوگا کہ جو چیز اس نام سے نامزد ہے۔ اگر اس کا یہ نام رکھنا صحیح ہو۔ وہ چیز اُن وصفوں سے کوئی وصف رکھتی ہے جو اس نام کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اس صورت میں قضیۂ کلیہ تعدادی نہیں رہتا لیکن درحقیقت کلی نہیں ہو جاتا۔ یہ لفظی قضیہ ہو جاتا ہے۔ سونا زرد ہے اس سبب سے کہ ہم کسی اور چیز کو سونا کہنا اختیار نہیں کرتے جو زرد نہیں ہے مگر ہم یہ بیان نہیں کرتے کہ کوئی حقیقی اتصال درمیان اور اوصاف کے جن کے اعتبار سے ہم نے مادے کے ایک حصے کو سونا کہا ہے اور اس زردی کے نہیں ہے۔ اگر ایسے اوصاف ہوں تو ہم اس کو سونا کہیں گے لہٰذا سونا یہ سب اوصاف رکھتا ہے اگر ان میں سے کسی وصف کی کمی ہو تو ہم اس کو سونا نہ کہیں گے۔ لہٰذا وہ چیز سونا نہیں ہے اگر زرد نہیں ہے ممکن ہے کہ ایک حصہ مادے کا ہو جس میں وہ سب جس کا میں اس اعتبار سے ایجاب کرتا ہوں جس میں جملہ اوصاف سونے کے موجود ہیں موجود ہو لیکن اس کا رنگ چاندی کا سا ہو۔

لوک نے یہ خیال نہیں کیا تھا کہ ایک عامی آدمی جو یہ کہتا ہے کہ سونا زرد ہے اس کی مراد صرف یہ ہے کہ زردی منجملہ اوصاف ایک وصف ہے جو کہ اس کے نزدیک اور اور لوگوں کے نزدیک اسمی ذات یا مفہوم میں لفظ سونے، کے داخل ہے۔ لیکن عامی کو اپنے معنے کا ٹھیک ٹھیک بتانا سخت مشکل ہوگا اور بہر طور وہ شہادت ہے اور وجوہ علم سے جو ہمارے لئے کھلے ہوئے ہیں جس

وہ یہ معنے لینے کا مجاز ہوا۔ ہمارا اس وقت یہ مقصود نہیں ہے کہ اس سے بحث کی جائے۔ ہم کو یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ کس تعداد میں قضایائے کلیہ جو علوم میں بیان کئے گئے ہیں درحقیقت ان کو قضایائے کلیہ کہنا جائز ہے نہ یہ کہ کون سے ذرائع ہیں (اگر کوئی ذریعہ ہو) قضایائے کلیہ کے ثبوت کے لئے جو کہ واقعات نفس الامر کے بارے میں ہوں۔ ہم کو مسئلہ قیاس سے غرض ہے رہا یہ ایراد کہ اس میں "التماس اصول" مصادرہ ہے ہم کو معلوم ہوا کہ اگر مقدمہ کبریٰ کی توضیح مصداق کے اعتبار سے کی جائے اور تعدادی مانا جائے تو یہ الزام بیجا ہے اور مقولہ المقول علی کل شئے ولا شئے کم از کم رنگ آمیزی کرتا ہے اس توضیح کے لئے۔ ہم نے ملاحظہ کیا کہ ایک اور معنے بھی ہیں جس کے اعتبار سے کبریٰ قضیہ لفظیہ ہوجاتا ہے اس مطمح نظر سے صدق عام کل افراد کے ملاحظے پر موقوف نہیں ہے جو افراد موضوع کے تحت میں ہیں اور ممکن ہے کہ قبل ملاحظہ جمیع افراد کے اس کا علم حاصل ہو۔ یہ موقوف ہے ایک وضعی قرارداد پر بالنسبت معنے اسما۔ اس صورت میں بھی قیاس میں "التماس اصول" ہوگا اگرچہ اس اعتبار سے نہ ہو جو کہ المقول علی کل شئے ولا شئے کا منشا ہے کیونکہ کبریٰ سے تو اس صورت میں نتیجے کے علم کا تقدم نہ سمجھا جائیگا۔ لیکن صغریٰ سے سمجھا جائیگا کیونکہ اور کوئی چیز سونا نہ کہی جائے گی جو کہ زرد نہیں ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ جوہر جس میں ہیں نے وہ کل صفتیں پائی ہیں جو کہ اس نام کے مفہوم میں داخل ہیں سونا ہے جب تک کہ میں نے پہلے یہ نہ دیکھ لیا ہو کہ وہ زرد ہے۔ بے شک رنگ کسی جوہر کی صفات سے ظاہر ترین ہے یہ احتمال نہیں ہے کہ میں کسی جوہر کے رنگ پر نام سے استدلال کروں لیکن حجت وہی رہے گی اگر اخفی صفات سے کوئی صفت فرض کی جائے مثلاً تیزآب فاروق میں حل ہوجاتا اگر یہ جز ہے سونے کے اسمی ذات کا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک مخصوص حصہ مادے کا معروف ہنگ (وزن) کے ساتھ اور سونے کے سے رنگ کے ساتھ سونا ہے جب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ تیزآب فاروق میں حل ہوسکتا ہے۔ فلہذا میں اس کے قابل حل ہونے پر اس علم سے کہ وہ سونا ہے استدلال نہیں کرسکتا بلکہ اس لئے میں اس کو سونا کہتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ تیزآب فاروق میں یہ حل ہوسکتا ہے ؟

اس رائے پر طولانی بحث کی حاجت نہیں ہے کہ قضیہ کلیہ میں نام کے مفہوم کا بیان ہوتا ہے نہ اس بحث کے نتائج پر جو نہایت خطرناک ہیں اور قیاس پر جو اس رائے سے عائد ہوتا ہے۔ استدلال محض ناموں کے معنے بتانے کا طریقہ نہیں ہے۔ اور نہ قیاسی استدلال کا یہ اصول ہے کہ جو کچھ نام کے معنے ہوں اسی کا حکم موضوع پر لگایا جائے جو اس اسم کا موسوم ہے۔ اس الزام پر غور کرنے کے لیئے کہ قیاس "التماس اصول ہے" ضرور تھا کہ اس مطمح نظر کو ملاحظہ کیا جائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "التماس" صغریٰ میں پڑ سکتا ہے اسی طرح جس طرح کبریٰ میں پڑ سکتا ہے اب ہم کو کبریٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور مقولے کی طرف جس سے سمجھا گیا ہے کہ اس کو قوت ملتی ہے؛

ہم نے دیکھا کہ قطعی سوال جس کو اس بحث سے تعلق ہے یعنے مقولہ کبریٰ کی ماہئیت کہ آیا وہ قضیہ کلیہ ہے یا محض تعدادیہ؟ اگر یہ تعدادیہ ہے اور مبنی ہے جملہ جزئیات کے ملاحظۂ سابق پر جو کہ حد اوسط میں داخل ہیں الزام "التماس" کا قائم رہتا ہے پس ہم کو چاہیئے کہ مقولہ المقول علی کل شئے ولا شئے کو تسلیم کریں کہ وہ قیاس کا قاعدۂ کلیہ ہے کل سے مراد کلّی افرادی ہے یعنے ایک جماعت اس صورت میں اس کو قیاسی استدلال مشکل سے کہہ سکتے ہیں؛

مگر ارسطاطالیس جس نے قیاس کو برہان کی مثال کامل مانا ہے ممکن نہیں ہے کہ اس نے کبریٰ کو اس معنے میں لیا ہو۔ اس نے یہ سمجھا تھا کہ اگرچہ ہم بطور واقعے کے جانتے ہوں کہ ب ا ہے لیکن ہم اس کو سمجھے نہیں بغیر اس کے ملاحظے کے ب کا ا ہونا ضرور ہے اور اس کے ملاحظے کے لیئے کہ ب ضرور ا ہے اس کا ملاحظہ لازم ہے کہ کس چیز نے اس کو ا کیا۔ یہ ا ہوا ب کی قوت سے۔ ب حد اوسط ہے کیونکہ یہ درحقیقت ج کے لیئے درمیانی کا کام دیتا ہے درمیان ج اور ا کے۔ یہ ج کی خدمت کر کے اس کو ا بنا دیتا ہے اور یہی اس کی وجہ ہے کہ کیوں ج ا ہے۔ نہ صرف اس کی وجہ کہ ہم کو ج کا ا ہونا اس سے معلوم ہوا؛

عہ مقصود مصنف کا یہ ہے کہ حد اوسط علت وجود ہے محض علت علم نہیں ہے ۱۲ م

جب ہم تصدیقات کی جہات پر بحث کر رہے تھے تو یہ امتیاز ہمارے سامنے آیا تھا یعنے کسی شے کے ایسا ہونے کا سبب اور کسی شے کے ہم کو ایسا معلوم ہونے کا سبب۔ یعنے علت وجود اور علت علم۔ جب میں کہوں کہ گیہوں پرورش کرنے والا ہے کیونکہ اس میں نطروجن اور کاربن خاص نسبت سے موجود ہے تو میں اس کے پرورش کنندہ ہونے کا سبب بتا رہا ہوں۔ اس کی یہ ترکیب (یعنے نطروجن اور کاربن سے خاص نسبت کے ساتھ مرکب ہونا علت وجود ہے) اس کو ایسا بناتی ہے۔ جب میں یہ کہوں کہ ملنس فوڈ پرورش کن ہے کیونکہ بچے اس کے کھلانے سے موٹا ہوتا ہے تو میں اس کی تغذیئے کی صفت کا سبب نہیں دیتا بلکہ میں اپنے ایسا کہنے کا سبب دیتا ہوں۔ بچے کا موٹا ہونا اس مرکب میں تغذیئے کی علت[1] نہیں ہے بلکہ وہ صفات اس کے تغذیئے کی علت ہیں جو اُس کے قوام (وترکیب میں) میں موجود ہیں جس سے بچہ موٹا ہو جاتا ہے۔ علم طبیعہ میں جہاں تک ممکن ہے علل[2] وجود کو دریافت کرتے ہیں اگرچہ یہ قابل ملاحظہ ہے کہ وہ علم جو اور وجوہ سے تمام علوم میں کامل تر اور واضح تر ہے یعنے ریاضی وہ اکثر علل علم پر بحث کرتا ہے اگر ا = ب و ب = ج تو ا = ج لیکن یہ اس لئے نہیں کہ ا اور ج دونوں ب کے برابر ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے برابر ہیں مجھ کو ا اور ج کا برابر ہونا کیونکر معلوم ہوا اس لئے کہ وہ دونوں ب کے برابر ہیں یہ علت علم ہے۔ یہ سبب کہ وہ کیوں برابر ہیں یہ ہے کہ مثلاً ان میں مساوی تعداد یکساں اکائیوں کی شامل ہے۔ کل قیاسات میں حد اوسط اس کا سبب نہیں ہوتا کہ اکبر کو اصغر سے تعلق ہے۔ یہ صرف پہلی شکل میں ہوتا ہے اور وہ بھی ہمیشہ نہیں۔ کیونکہ قیاس شکل اول میں واقع ہوتا ہے جب کبھی حد اوسط علت وجود

۱ء یعنے مجھے کیونکر معلوم ہوا کہ ملنس فوڈ میں تغذیئے کی صفت ہے اس لئے کہ جن بچوں کو کھلائی گئی وہ موٹے ہو گئے۔ یہ علت العلم ہے ۱۲۔

۲ء یاد رہے کہ جو استدلال علت الوجود سے کیا جاتا ہے اس کو لمی استدلال کہتے ہیں اور جو استدلال علت العلم سے کیا جاتا ہے اس کو اِنّی استدلال کہتے ہیں ۱۲ م

ہوتا ہے حقیقۃً۔ ارسطاطالیس اس کو علمی شکل کہتا تھا۔ کیوں عفیف آدمی شکر گذار ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنی قابلیت کو خفیف خیال کرتے ہیں یہ ایک قیاس شکل اول ضرب اول سے ہے۔ لیکن اگر میں نتیجے کو اس طرح ثابت کرنا چاہوں کہ جزئیات کی طرف رجوع کیا جائے یہ بتا کے کہ زید عمرو بکر خالد عفیف تھے اور شکر گذار بھی تھے اس صورت میں میں اس کا کوئی سبب نہیں بیان کرتا کہ عفیف کیوں شکر گذار ہوتے ہیں بلکہ صرف اس کی دلالت ملتی ہے کہ میں ان کے بارے میں یہ تصدیق کرتا ہوں اور میری حجت تیسری شکل میں پڑتی ہے نہ کہ پہلی شکل میں۔ یہ لوگ شکر گذار تھے اور یہ لوگ عفیف تھے لہذا عفیف انسان (کم از کم یہ ہے کہ ممکن ہے) شکر گذار ہوں۔

شکل اول علمی ہے اس سبب سے کہ وہ قیاس جس سے تم کو یہ معلوم ہو کہ کس سبب سے ج ا ہے پہلی شکل میں پڑتا ہے لیکن پہلی شکل میں حد اوسط کا علت وجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ متوازی شعاعیں روشنی کی ایک شے سے جو بہت فاصلے پر ہو نکلتی ہیں سورج کی شعاعیں متوازی ہیں لہذا وہ ایسی شے سے نکلتی ہیں جو بہت فاصلے پر ہے۔ یہاں میرا قیاس پھر شکل اول ضرب اول سے ہے لیکن سورج کا فاصلہ زمین پر شعاعوں کے متوازی پڑنے (جس حد تک کہ ہم کو ظن غالب ہے) پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ شعاعوں کا متوازی ہونا سورج کے زمین سے بہت دور ہونے پر موقوف ہے۔ تاہم وہ قیاسات جن میں حد اوسط نتیجے کی توجیہ کرتی ہے اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ قیاس در اصل وہ طریق عمل نہیں ہے جس میں کسی جماعت کے جزئی پر اس امر کے صادق آنے کا استدلال کیا جائے جو اس جماعت پر صادق آتا ہے۔ اہمیت علمی یا برہانی قیاس کی اس کے متعلق یہ ہے کہ یہ موثرانہ طور سے قیاسی استدلال کی اس تحلیل کو خارج کر دیتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے قیاس موجود ہیں جو اسکا نا کلیۂ المقول علی کل شے ولا شے کے تحت میں نہیں آتے۔ اگر اس کلیے کے وہ معنے لیے جائیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ ہم کو معلوم ہو گا کہ وہاں بھی جہاں حد اوسط نتیجے کی علت نہیں ہے وہاں علت العلم ہونے کے معنے سے کلیے کی وہ توضیح جو کی گئی ہے وہ ٹھیک توجیہ ہمارے استدلال کے رگ و ریشے یا کنہ ماہیت کی نہیں ہے؛

کیونکہ قیاس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ تصورات یا کلیات پر عمل کرتا ہے۔ حد اکبر کا حکم نہیں ہے کہ ا ہر ب میں موجود ہے (اور اس لئے ج میں موجود ہے جو کہ ب میں شامل ہے) بلکہ ا بالذات کا اتصال (یا انفصال) ب سے بذاتہ ہے اس لئے جہاں کہیں ہم ب کو پائیں گے ضرور ا کو پائیں گے اگر ہم جانتے ہیں یا ثابت کر سکتے ہیں کہ ج ب ہے پس آپ سے آپ ا ہے۔ ب ایک چیز ہے جو کہ متعدد چیزوں میں موجود ہے ایک وصف ہے جو کہ مختلف موضوعات میں جہاں کہیں ہے بعینہ ہے لہذا ہر صورت میں اس کا اشتمال اسی طرح ہے جس طرح کسی ایک صورت میں ہے۔ یہ ہم کو کس طرح تحقیق ہوا کہ ب کا اشتمال ایک مسئلہ استقرائی ہے متاخرین کی اصطلاح کے موافق۔ لیکن جب ہم اس کو جانتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو یا دریافت کر سکتے ہوں کہ موضوع ج میں شرط ب موجود ہے تو ہم کو معلوم ہے اور ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ج ا ہے۔ جہاں کہیں ب صرف ایسی کوئی شے ہے جس سے ہم ا پر استدلال کر سکتے ہیں جس طرح ہم سورج کی دوری پر اس کی شعاعوں کے متوازی ہونے سے استدلال کرتے ہیں۔ ب اب بھی کلی ہے واحد مع کثیر۔ ایک وصف ہے جو کسی نہ کسی طرح سے ایک اور وصف پر دلالت کرتا ہے اور جس کو ہم مختلف اطوار وجود میں بعینہ پاتے ہیں۔ کوئی قیاس نہیں ہو سکتا اگر مقدمہ کبریٰ محض تعدادی بیان جزئیات کا ہو زیادہ سے زیادہ جو ہم کبریٰ کے بارے میں کہہ سکتے ہیں وہ وہ ہے جو مل نے کہا ہے کہ یہ محض ایک یادداشت ہے جس کی طرف ہم ما بعد حوالہ کرتے ہیں اپنی یاد کو تازہ کرنے کے لئے اور مشاہدات کو پھر دوہرانے میں جو وقت صرف ہوتا اس کی کفایت ہوتی ہے مثلاً کسی شخص کو

لہ مقصود یہ ہے کہ اگر ہم نے مشاہدہ کیا کہ س ط ہے وص ط ہے ع ط ف ط ہے اور ایسے ہی ہزار ہا جزئیات کے مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ہر ایک ان میں سے ط ہے پس ہم نے ان ہزارہا جزئیات کا ایک نام رکھ لیا مثلاً ک اور یہ کہا کہ ک ط ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ س ط ہے ص ط ہے ع ط ہے وغیرہ پس ک ایک دفتر یادداشت ہے جس میں متعدد مشاہدات کو ہم نے جمع کر دیا ہے تاکہ پھر ان کے دوہرانے کی حاجت نہ ہو یہ خلاصہ مل کی تقریر کا ۱۲۔

ایک حصّہ اپنے کتب خانہ کا جدا کرنا ہو تو وہ جملہ مجلدات جن کو اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا ایک علٰحدہ صندوق میں مقفل کرتا ہے اور وہ یہ استدلال کرے کہ کوئی جزئی مجلد جو اس صندوق میں ہے رکھنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنے دل میں ایک یادداشت ان تمام مجلدات کے بارے میں رکھی ہے اور اب اس کو اس جزئی مجلد کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس اور اک سے کہ حد اوسط ایک جماعت نہیں ہے بلکہ ایک ہیئت کلیہ ہے اور ایک مجموعۂ جزئیات نہیں ہے ایک اصول کے وضع کرنے کی ضرورت ہوئی جو کہ کلیہ المقول علی کل شے ولاشے سے زیادہ قابل اطمینان ہے اور اس سے یہ مقصود کماحقہ حاصل ہوتا ہے جب کہ المقول علی کل شے ولاشے کی نسبت معلوم ہوا کہ یہ کم از کم کبریٰ کے بارے میں غلط فہمی کا باعث ہوتا ہے یعنے وہ تعدادی قضیہ سمجھا جاتا ہے اگرچہ کبریٰ سے یہ مقصود کسی طرح نہ تھا۔ وہ اصول (جدید) یہ ہے[1] جو امر کسی وصف کی تخصیص کا باعث ہوتا ہے وہ ذات موصوف کی بھی تخصیص کر دیتا ہے۔ اس کلیے پر بعض اعتراض ہوسکتے ہیں۔ یہ کلیہ اس امر پر دال ہے کہ حد اصغر ہمیشہ اعیان سے ہو (یعنے قضیہ خارجیہ ہو) اور قیاس اس موضوع کے متعلق جو عین ذات بالفعل ہے یعنے وہ جو مقدمۂ کبریٰ میں اس کے محمول کی تخصیص کرتا ہے۔ اس کلیے میں یہ بھی بیان ہے کہ ایک وصف دوسرے وصف کی تخصیص کرتا ہے جس طرح ایک وصف سے عین ذات کی تخصیص[2] ہوتی ہے۔ اور مفہوم علامت (نوٹ ماسے) بہ نسبت مفہوم وصف کوئی ترقی نہیں ہے۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ ہم علامت سے خارجی (خارج از ذات) علامت سمجھیں۔ جو یہ نسبت رکھتا ہو اپنے مدلول سے جو لفظ کو ہے معنے سے یا حرف کو ہے صورت سے۔ علامتیں کسی شے کی اسکی خاصیتیں

---

[1] ایجاب وصف کا وصف موصوف کی ذات کا وصف ہے سلب وصف کا منافی موصوف کی ذات کا منافی ہے اس اصول کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں ایک صورت اعم جو کہ ایجاب وسلب دونوں پر حاوی ہے وہ یہ ہے جو چیز وصف کی تخصیص کرتی ہے وہ ذات موصوف کی تخصیص کرتی ہے۔ ایجاب کے لیئے جو چیز وصف کے مناسب ہے وہ ذات موصوف کے لیئے بھی مناسب ہے۔ سلب کیلیئے جو چیز وصف کے منافی ہے وہ ذات موصوف کیلئے بھی منافی ہے۔

[2] اصل اعتراض یہ ہے کہ اس کلیے سے عرض کی تخصیص لازم آتی ہے جو بعض کے نزدیک ممنوع ہے ۱۲۔

ہوتی ہیں جیسا کہ کارڈنل نیومن نے کلیسا کی علامتیں قرار دی تھیں۔ یہ محض وہ دلائل نہیں ہیں جس سے ہم یہ تصدیق کرسکیں کہ کونسی اشیا موجود ہیں۔ بلکہ علامتیں[۱] وہ ہیں جو خود ذات شے کے قوام کی باعث ہوتی ہیں۔ تاہم ماہیت کسی چیز کی علامتوں کے اجتماع سے کچھ بُری طرح مفہوم نہیں ہوتی بہ نسبت اس کے کہ مجموعۂ اوصاف سے مفہوم ہو۔ چرچ (کلیسا) کی علامتیں کلیسا کے مفہوم کو کامل طور سے نہ واضح کریں علامتیں مرض کی اگرچہ عناصر اور خاص مرض کے ہوں ممکن ہے کہ پورا مفہوم مرض کا ادا نہ کرسکیں۔ شے کے محمولات ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے اس شے کی ماہیت ایسی ادا ہوتی ہے کہ اس کو علامتیں کہنا درست نہیں ہے تاہم اس کلیے کی بڑی خوبی یہ ہے کہ حد اوسط کو ایک جماعت سمجھنے سے جس میں اصغر کا مصداق داخل ہے مانع نہیں ہے۔

کانٹ نے کہا تھا کہ قیاس میں ایک مفہوم (موضوع علمی) بشرطا ایک ضابطے کے محمول کے تحت میں آتا ہے اور اس طرح اس مفہوم کا تعین اس ضابطے کے محمول کے تحت میں آکر ہوتا ہے اس کو اصطلاحاً عقد الحمل کہتے ہیں اور اس طرح اس کا تعین ضابطے کے محمول کے تحت میں ہوتا ہے۔ ضابطہ مقدمۂ کبریٰ میں مندرج ہوتا ہے جو کہ متصل کرتا ہے محمول (حد اکبر) کو بشرط (حد اوسط)؛ مقدمۂ صغریٰ اس شرط کی جزا ہے جو اس شرط کو اپنے موضوع میں پورا کرتا ہے اور نتیجے میں ہم موضوع کا تعین بذریعہ محمول کے کرتے ہیں جس کو ضابطے نے مقدمۂ کبریٰ میں اس شرط کے ساتھ متصل کیا تھا اس تحلیل سے اصلی ماہیت مقدمۂ کبریٰ کی ظاہر ہوتی ہے اس کی حیثیت ایک ضابطے کی ہے جو محمول کو کلیتہً ایک شرط سے متصل کرتا ہے نہ کہ ایک بیان اس امر کا کہ محمول ایک پوری جماعت میں موجود ہے یہ دونوں صورتوں میں درست ہے خواہ حد اوسط علت وجود ہو خواہ علت علم ہو اور اس اعتراض سے بری ہے جو کہ علامت اور ذی العلامتہ کے متعلق بیان ہو چکا ہے۔ اگر ہم اس سے ایک قانون وضع کرنا چاہیں جو کہ ضابطہ علامت اور کلیہ المقول علی کل شے ولا شے

---

[۱] یعنے علائم اور اوصاف دونوں سے شے کا مفہوم یکساں طور سے حاصل ہو سکتا ہے ۱۲

کے موازات[1] میں ہوتو اس کی یہ عبارت ہوگی جو کسی ضابطے کی شرط کو پورا کرتا ہے وہ اس ضابطے کے تحت میں ہے۔ اگر ب الف ہونے کے ضابطے کی شرط ہے۔ خواہ ب کچھ ہی ہو مثلاً ج۔ یہ الف ہونے کے ضابطے کے تحت میں ہو گا۔ شاید ہم اس کو شکل اول کے قیاسات کی ماہیت کا بیان تسلیم کرلیں۔ ہم کو اس کے انکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ المقول علی کل شے ولا شے کا مفہوم صحیح اگر بیان کیا جائے تو وہ ان مخطورات سے بری ہے جو کہ اس پر لگائے گئے ہیں۔ اگر کل سے ایک وحدت[2] مراد لی جائے جو کہ متعدد صورتوں میں موجود ہے کل مجموعی نہ کہ کل افرادی اس صورت میں یہ اصول کام دے گا۔ لیکن دوسرا مفہوم استدلال کی (کنہ حقیقت) کا واضح تر بیان ہے اور جملہ قیاسات شکل اول میں بکار آمد ہے خواہ حد اوسط کچھ ہی ہو خواہ وہ حد اکبر کی ایک علامت محض ہو مثلاً ہم کہیں کہ کل انسان جن کے ہاتھ لمبے اور آنکھیں چھوٹی ہوں صفراوی المزاج ہیں جس میں اتصال محمول کا ساتھ اپنے شرط کے اگرچہ بطور واقعہ نفس الامری مسلم ہو مگر ایسا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی یا حد اوسط سے کلاً یا جزاً توجیہ یا توضیح اکبر کی ہوتی ہو مثلاً ایسے مقدموں میں جیسے کل درخت جن کو ہوا سے غذا پہنچتی ہے وہ کونپلیں پھوٹنے سے پہلے شگوفے لاتے ہیں۔ یا انسان جو ایسے کام میں کامیاب ہوتے ہیں جو ان کی تمام قوتوں میں تحریک پیدا کرتا ہے مسرور رہیں۔ ہمارا قیاس کوئی کیوں نہ ہو ہم یہ مقولہ اس کے بارے میں درست پائیں گے کہ یہ ایک موضوع کو ضابطے کے تحت میں لاتا ہے اس بنیاد پر کہ اس ضابطے کی شرط پوری ہوتی ہے: یہ کہ یہ ایقاع یا انتزاع کرتا ہے ایک محمول کا ایک موضوع سے اس بنیاد پر کہ یہ موضوع

---

[1] اگلے وقتوں کے یہ مقولے اس کے قریب قریب ہیں۔ اذا وجد الشرط وجد المشروط = جب شرط پائی گئی تو مشروط بھی پایا گیا اذا فات الشرط فات المشروط = جب شرط فوت ہوئی مشروط بھی فوت ہوا۔

[2] مصنف کا مقصود یہ ہے کہ مقولۂ المقول علی کل شے ولا شے میں کل کو مجموعی معنے سے لیں نہ افرادی تو کوئی ایراد نہ ہوگا ۱۲ مترجم

اس شرط کو پورا کرتا ہے جس سے محمول یا اس محمول کا عدم کلیۃً متصل ہے؟
یہ شکل علوم متعارفہ مساوات ایک اصول ہے کسی استدلال کا مقدمہ نہیں ہے یہ سہولت معلوم ہوسکتا ہے۔ جو شخص اس اصول کا منکر ہو وہ فوراً کسی قیاسی حجت کی صحت کا بھی منکر ہوگا لیکن کوئی شخص جو کسی خاص صورت میں صحت استدلال کو تسلیم کرسکتا ہے اس عام اصول کے ملاحظے کی اس کو ضرورت نہ ہوگی۔ اور جسطرح اگر ایسا کوئی شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا کہ دو چیزیں جو ایک ہی چیز کے برابر ہوں وہ باہم برابر ہوں گی جو اس علوم متعارفہ کی صحت کو کسی جزئی صورت میں نہیں سمجھ سکتا اسی طرح جو شخص کسی جزئی قیاس کی صحت کو کسی مفروضہ جزئی صورت میں نہیں سمجھ سکتا وہ اس اصول کلیہ کو کہ جو شے کسی ضابطے کی شرط کو پوری کرتی ہے وہ اس ضابطے کے تحت میں ہے ہرگز نہ سمجھ سکے گا۔ جو یہ نہ سمجھ سکے کہ اگر تمام نظام عضوی فانی ہیں اور انسان ایک نظام عضوی ہے لہذا انسان ضرور فانی ہے وہ اس کلیے کو کیا سمجھے گا۔ پھر اس اصول کا فائدہ ہی کیا ہے اگر یہ استدلال کا مقدمہ نہیں ہے؟ شاید یہ خصم کے ساکت کرنے کے لیئے مفید ہو جو اس نتیجے کا انکار کرے جو اس کے مسلمہ مقدموں سے نکلتا ہے ہم اپنے خصم سے دریافت کریں گے کہ کیا تم اس کلیے کے صحیح ہونے سے انکار کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کرنے کے لیئے آمادہ نہ ہو تو ہم اس سے قیاس کی صحت کے تسلیم کرنے کا مطالبہ کریں گے جس میں وہ بحث کرتا تھا۔ ممکن ہے شاید اپنی بات کی پچ کے لیئے انکار کرے ایسا شخص جو استدلال کی صحت کو شکل اول ضرب اول میں نہیں مانتا اس کو اس اصول کلیہ کے انکار کرنے میں کون امر مانع ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ استدلال پھر شکل اول ضرب اول میں آکے پڑے گا۔ تمام

---

[1] جب دو مقداریں ایک ہی مقدار کے برابر ہوں تو ان مقداروں کی باہمی مساوات کو ہر شخص تسلیم کرے گا گو کہ اس علوم متعارفہ پر کبھی نظر نہ کی ہو اسی طرح مصنف کہتا ہے کہ ہر شخص قیاس کی صحت کو تسلیم کرے گا گو کہ قیاس کے قاعدۂ کلیہ پر نظر نہ کی ہو۔ پس یہ علوم متعارفہ اور اصول مقدمۂ قیاس نہیں ہیں کیونکہ مقدمے کے بغیر قیاس کی صحت مسلم نہیں ہوسکتی ۱۲ مترجم

استدلال اس اصول پر کہ (جو پورا کرتا ہے شرط ضابطے کو وہ ضابطے کے تحت میں ہے) سالم ہیں۔

قیاس زیر بحث اس اصول پر ہے۔

∴ یہ قیاس سالم ہے۔

وہ شخص اس استدلال کو کیوں قبول کرے گا جو قیاس ذیل کو تسلیم نہیں کرتا۔

کل نظام عضوی فانی ہیں

انسان ایک نظام عضوی ہے

∴ انسان فانی ہے

دونوں ایک ہی صنف کے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ تم اصول استدلال قیاس کو ایک جزوی استدلال کا مقدمہ نہیں بنا سکتے۔ بغیر التماس سوال (مصادرہ) کے۔ تاہم ایک شخص جو کسی جزوی صورت کے نتیجے میں تنازع کرتا ہے جب اس کے سامنے مجرد صورت قیاسی استدلال کی جو سب میں شامل ہے پیش ہو تو اپنی حیثیت کے قائم رہنے میں متردد ہو۔ اور ثابت کیا جائے کہ تم روز مرہ اسی پر عمل کرتے ہو اور اس کے تم منکر نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے معمولی سے معمولی قیاس کو باطل نہ سمجھو۔ اور اس سبب سے رد و بدل کا خاتمہ ہو جائے جب ہم اس شخص کے معارضے میں اصول استدلال کو پیش کریں جس میں اس کو کلام ہے۔ اس پر یہ ثابت کیا جائے مثلاً کہ استدلال میں موضوع سے ایک محمول منسوب کیا جاتا ہے جو ایسے شرائط سے مشروط ہے جو اس محمول میں کلیتہً مجتمع ہیں۔ اعدہٗ تم کو اب اس سے انکار کی مجال نہیں ہے پس یہی قیاس ہے اور اس لیئے یہ سالم ہے۔

ایسے مصنف بھی ہو گذرے ہیں جو یہ خیال کرتے تھے کہ قیاس کے اصول

لہ مصنف نے نہایت متانت سے ثابت کر دیا کہ کوئی کلیہ قیاس کی صحت کی جانچ کے لیئے خود قیاس شکل اول سے اعم اور مفید تر نہیں ہے۔ قیاس شکل بدیہی الانتاج ہے اس کے لیئے کسی ضابطے کی حاجت نہیں ہے ۱۲ع

دریافت کرنے کا مقصود یہی ہے کہ ردوبدل کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن ایک اور بھی مقصد ہے جو منطق کے ایک پہلو سے ملحق ہے اور اس سے اکثر مصنفوں نے غفلت کی ہے۔ منطق ایک فن نہیں ہے اس کا یہ کام ہے کہ تعقل کا طریق عمل معلوم ہو اور سمجھ لیا جائے اور استدلال کی ماہیت کو تحقیق کرنا اس کا خاص مقصد ہے۔ اس مقصد سے یہ سوال متعلق ہے کہ استدلال کے سالم ہونے کا جس کو ہم سالم سمجھتے ہیں کیا اصول ہے؟ اس اصول کو دریافت کرنا اور اس کو عبارت میں ادا کرنا اور اس کو اور عینی و جزوی حجتوں کی خصوصیتوں سے اس کو صاف کر کے عام اور مجرد الفاظ میں وضع کرنا یہ خاص منطقی کا منصب ہے۔ یہ ممکن ہے کہ لوگ قیاس کی ہیئت کی غلط توضیح کریں اور جو اصول اس پر حاوی ہے اس کو غلط وضع کرے تاہم اگر یہ غلط توضیح بجائے صحیح کے مان لی جائے تو یہ غلط اصول بھی تنازع کے روکنے کے لیئے بکار آمد ہوگا اسی طرح جس طرح کہ صحیح اصول سے یہ کام چلتا۔ جو لوگ اس امر پر متفق ہیں کہ قیاس قطعاً نتیج ہے چاہے جو تعریف قیاس کی کیگئی ہو۔ وہ ہر کسی حجت کو جو ان کی تعریف کے موافق ہو تسلیم کریں گے اور وہی غلط فہمی جو قیاس کی عام ماہیت کے بارے میں ہے وہی جزوی قیاسات میں بھی ہوگی جس سے بلاشک وہ عام اصول ماخوذ ہے۔ لہذا اگرچہ یہ ہی کہا جائے کہ قیاس ایک حجت ہے جو کسی مقسم کی ہر قسم پر جاری ہو سکتی ہے جو کہ کل مقسم پر جاری ہو سکے۔ اگرچہ یہ تحلیل قیاس کی فاسد ہے لیکن اس سے ردوبدل کو روک سکتے ہیں ان لوگوں میں جو اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ کوئی جزوی قیاس فرض کرو جس کی یہ شان ہو وہ سالم تسلیم کیا جائے گا۔ لیکن نظری اعتراضات جو قیاس استدلال کی اس تحلیل پر ہیں وہ کم نہ ہوں گے اگرچہ عملاً اس اصول کا مفید ہونا ثابت ہو یا اور کوئی اصول جس کو سب مان لیں۔ اصلی سوال یہ ہے کہ آیا یہ تحلیل درست ہے یہ سوال نہیں ہے کہ کس عملی غرض کے لیئے مفید ہے۔ یہ باب بالکل دلچسپی سے خالی ہے یہ اس سوال پر روشنی ڈالنے کے لیئے تحریر ہوا ہے کہ قیاس کیا ہے؟ یعنے وہ اصولِ استدلال کیا ہے جس کی مثال قیاس میں ملتی ہے؟

ہم نے اس سوال کے جواب کی تلاش میں غیر کامل شکلوں کو بالفعل بالکل

فروگذاشت کر دیا ہے۔ ان سے ایک اعتراض المقول علیٰ کل شے ولا شے پر ملتا ہے۔ کیونکہ اگر ان کی تحویل شکل اول میں غیر ضروری ہے تو یہ مقولہ جو صرف شکل اول پر حاوی ہے کل قیاسی استدلال کا اصول نہیں ہے۔ لیکن اس اعتراض کو ہم نے ملتوی کر دیا تھا جب تک کہ مقولے کا امتحان اس کے خاص محل پر نہ ہو جائے اب ہم غیر کامل شکلوں کی بحث کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

اِس سے یہ امور واضح تر ہو جائیں گے اگر وہ مطمح نظر جو ان صفحات میں اختیار کیا گیا ہے اس کو ابتدا میں بیان کر دیں۔ اس معاملے کے ہر مطمح نظر میں مشکلات ہیں کیونکہ یکساں لفظی صورت استعمال کی جائے گی جب کہ خیالات متکلم کے ذہن میں مختلف ہیں۔ حقیقی ہیئت کسی حجت کی لفظی صورت پر موقوف نہیں ہے بلکہ اس تعقل پر جو کہ الفاظ کے عقب میں ہے۔ اور اسی وجہ سے کسی انسان کے تعقل کی حرکت اگرچہ وہ الفاظ میں ان کو ظاہر کرے مثلاً دوسری شکل میں لیکن زیادہ مناسبت کے ساتھ شکل اول میں ادا ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں تحویل کی حمایت ہو سکتی ہے اگرچہ اب بھی غیر ضروری ہونا باقی رہے گا۔ تاہم یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ بلا واسطہ تحویل غیر کامل شکل کی تعقل کو مسخ[1] کر دیتی ہے اور ظاہری صورت مطابقت کی شکل اول کے ساتھ اس طرح حاصل کی جاتی ہے کہ اصلی حرکت تعقل کی اس صورت میں چھپا دی جاتی ہے جس سے حرکت تعقل کو نقصان پہنچتا ہے۔

یہ ملاحظہ ہوگا کہ قیاسات شکل دوم اور سوم میں حقیقتہً در پردہ شکل اول کی صورت نہیں ہے۔ وہ بجائے خود مستقل اصناف قیاس کے ہیں۔ اسکا اثبات شکل دوم میں بذریعۂ دلیل خلف کے اور شکل سوم میں اس طریق سے ہوتا ہے جس کو ارسطاطالیس نے افتراض[2] کے نام سے نامزد کیا تھا۔ چوتھی شکل (یا بالواسطہ اتباع شکل اول کا)

---

[1] مصنف کا مقصود یہ ہے کہ کسی قیاس کو شکل اول میں لانے سے اکثر طبیعی صورت استدلال کی مسخ ہو جاتی ہے مصنف کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ شکل اول کے سوا اور شکلیں بھی قیاس کی طبیعی صورت کا بیان ہوتا ہے ۱۲

[2] افتراض ایک منطقی عمل ہے جس کے ذریعے سے ہم قضیہ جزئیہ کو کلیہ کی صورت میں لا سکتے ہیں

کوئی مستقل صنف نہیں ہے اس کی پہلی تین ضربیں شکل اول کی ضربیں ہیں نتیجہ معکوس کے ساتھ - جیسا کہ اس کی تحویل کے عمل میں تسلیم کر لیا ہے آخری دو ضربیں نہایت طبیعی طریق سے شکل سوم میں تحویل ہو سکتی ہیں کو

ہم دوسری شکل سے شروع کرتے ہیں - یہ قیاس فرض کرو - حقیقی گلاب کے پھول موسم گرما میں پھولتے ہیں، کرسمس گلاب موسم گرما میں نہیں پھولتا؛ ∴ کرسمس گلاب حقیقی گلاب نہیں ہے - اگر کوئی شخص ایک لمحے کے لئے اس نتیجے کی صحت میں تردد کرے تو وہ اپنے خیال کی درستی اس طرح نہ کرے گا کہ اولاً مقدموں کی عکس ترتیب کرے اور موجودہ صغریٰ کو عکس کرے اس بیان سے کوئی گلاب جو موسم گرما میں پھولتا ہے کرسمس گلاب نہیں ہے؛ بلکہ یہ تصور کرے گا کہ کرسمس گلاب اگر سچ مچ گلاب ہوتا تو وہ موسم گرما میں پھولتا مگر یہ نہیں پھولتا یہی بیان ضرب اَ دَ وکی نسبت بھی ہو سکتا ہے اور باقی ضروب کی حالت بھی اس کے خلاف نہیں ہے - اگر کوئی مچھلی پھیپھڑا نہیں رکھتی اور ہویل (یا بعض دریائی جانور) پھیپھڑا رکھتے ہیں تو ہویل (یا بعض دریائی جانور) مچھلی نہیں ہیں - ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اگر یہ جانور مچھلیاں ہوتے تو ان کے پھیپھڑے نہ ہوتے ؛

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخیر کا نتیجہ پہلی شکل سے بھی نہایت مناسب طور سے نکل سکتا ہے - اس لئے کہ اگر کسی کے سامنے یہ نتیجہ پیش ہو کہ ہویل مچھلی نہیں ہے اور اس کو اس نتیجے کی مضبوطی میں شک ہو وہ سوال اپنے دل میں کرے "کیوں نہیں ہے"؟ تو وہ یہ جواب دے گا اس لئے کہ ان کے پھیپھڑے ہوتے ہیں اور یہ ایک استدلال ہے ضرب اول میں جس کا کبریٰ یہ ہے جس کے پھیپھڑا ہو وہ مچھلی نہیں ہے - خواہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - مثلاً اگر کہا جائے کہ بعض انسان کھانا پکا سکتے ہیں اس بعض کا ہم نام رکھ لیں مثلاً باورچی تو اس طرح کہا جائے گا کہ کل باورچی کھانا پکا سکتے ہیں یا علامات کے ذریعے سے مثل بعض ج ب ہیں ہم بعض ج کو د فرض کر لیں تو اس طرح کہیں گے کہ کل د ب ہیں اس عمل سے تیسری شکل کے ضروب ثابت کئے جاتے ہیں اور شاید اسی مقصد کے لئے اس طریقے کو ارسطاطالیس نے وضع کیا تھا ۱۲ مصر

اس سے اس کا سبب معلوم ہو کہ ہویل کیوں مچھلی نہیں ہے (اس صورت میں ضرب اول شکل اول سے اس کا ثبوت بہتر ہوگا) اس سے ہم کو کوئی بحث نہیں ہے لیکن ایسی صورتیں بھی ہیں جہاں موضوع کیا ہے کے ساتھ ہم اس کا سبب معلوم کر سکتے ہیں کہ موضوع کیا چیز نہیں ہے۔ وہ سُر جن پر تال ہو تالیفی نہیں ہوتے جو تھا اور پانچواں سر تال پر پڑتا ہے لہذا یہ سُر تالیفی نہیں ہیں۔ لیکن اس صورت میں بلاشک قیاس ضرب اول شکل ایک سے بہتر ہے بہ نسبت ضرب دوم شکل دوم کے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ بلاپ (سُروں کا) موقوف ہے تموّجات کے منتظم مطابقت پر اور ان بلاپ یا بے میل ہونا (سُروں کا) موقوف ہے عدم مطابقت پر وہ موخر الذکر قیاس کے کبریٰ سے پہلے قیاس کے کبریٰ کو نکال لے گا اور ضرب اول سر میں قیاس کرے گا۔ اس علم کے حاصل ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کرے گا ورنہ یعنے اگر یہ علم اس کو نہ ہو وہ اس نتیجے کو بھی کما حقہٗ سالم مانے گا یہ سوچ کے کہ اگر یہ سُر میل کے ہوتے تو ان سے وہ تال نہ پیدا ہوتی جو کہ ان سے پیدا ہوئی اگر حد اوسط علت الوجود کو دیتا ہے تو قیاس شکل اول ضرب اول میں طبیعی ہے چینی لوگ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں پاتے اس خوف سے کہ وہ گورے مزدوروں کے نصاب زندگی میں تنزل پیدا کریں گے اس کام کے ان سے واقع ہونے کا مظنہ ان کے اخراج کی علت ہے اس کو بذریعہ شکل ضرب اول بیان کرنا خلاف طبیعی قیاس ہوگا۔

کوئی ان میں سے جن کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے ان سے مظنہ گورے مزدوروں کی نصاب حیات کے تنزل کا اندیشہ نہیں ہے

چینیوں سے اس تنزل کا اندیشہ ہے؛

∴ لہذا چینی ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں پاتے۔ لیکن ہم کو اس بحث سے تعلق نہیں ہے کہ جو حجتیں شکل دوم میں بیان ہوئی ہیں اس کا بیان شکل اول میں مناسب تر ہے صرف یہ بحث ہے کہ ایسی بھی حجتیں ہیں جن کا سیاق شکل دوم میں مناسب تر ہے اور اگر ان میں کلام کیا جائے تو ہم کو ان کی تصحیح شکل اول میں تحویل کرنے سے وہ کرنا چاہیئے۔ مثلاً میں یہ احتجاج کر سکتا ہوں کہ جو سُر تال پیدا کرتے ہیں وہ تالیفی نہیں ہیں اور $\frac{1}{ص}$ اور اس کی دون

تالیفی ہیں .:. وہ تال نہیں پیدا کرتے ۔ اور اس کو کبریٰ کے عکس کرنے سے پہلی شکل میں لانا مسخ کرنا ہے جس طرح سابق کی مثال میں کبریٰ کو عکس کرکے دوسری شکل میں لانا۔ پھر اگر میں ہویل کے مچھلی نہ ہونے کی علت یہ بیان کروں کہ اس میں خصوصیتیں مچھلی کی نہیں ہیں مثلاً گل پھڑے سے سانس لینا انڈے دینا وغیرہ میرا استدلال (اع ع مش) میں ہوگا کل مچھلیاں گل پھڑوں سے سانس لیتی ہیں ہویل ایسا نہیں کرتی .:. ہویل مچھلی نہیں ہے۔ اگر اب بھی میں آپ ہی آپ سوال کروں کہ کیوں ہویل مچھلی نہیں ہے تو غالباً میں یہ جواب دوں گا اس لئے کہ ہویل اگر مچھلی ہوتی تو گل پھڑے سے سانس لیتی ہویل ایسا نہیں کرتی نتیجے میں ایک واقعہ بتانے کا ذکر ہے درمیان دو جزوں کے جس کو مقدمہ ثابت کرتے ہیں مگر اس کی علت نہیں بتلاتے اور ثبوت دوسری شکل سے اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ ابتدائی[1] صورت ہے ۔ معہذا اگر میں شکل اول کی طرف رجوع کروں اس استدلال کے قائم کرنے کے لئے تو مقدمۂ کبریٰ کا عکس نقیض کرنا ہوگا:

کل وہ جانور جو گل پھڑے سے سانس نہیں لیتے مچھلیاں نہیں ہیں۔
ہویل گل پھڑے سے سانس نہیں لیتی۔
.:. ہویل مچھلی نہیں ہے۔

کیونکہ ایسی خاصیت کی عدم موجودگی جس کی موجودگی مچھلی کے لئے ضروری ہے اس امر کے ثبوت کے لئے کہ کیوں ایک شے مفروض مچھلی نہیں ہے اس کی توجیہ سمجھی جائے گی لیکن وہ قیاس جو اع ع مش میں تحویل کیا گیا ہے وہ مذکورۂ بالا سیاق نہیں ہے بلکہ یہ ہے:۔

جو گل پھڑے سے سانس لیتی ہے وہ ہویل نہیں ہے۔
مچھلی گل پھڑے سے سانس لیتی ہے۔
.:. مچھلی ہویل نہیں ہے۔

---

[1] ابتدائی صورت سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس شکل سے بھی استدلال کرنا مثل شکل اول کے بدیہی الانتاج ہے ۱۲ مصر

جس سے اصلی نتیجہ کہ ہویل مچھلی نہیں ہے عکس کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے
اس حجت کا اعتماد کسی ایسے خاصے پر نہیں ہے جو ہویل میں موجود ہو (یعنے گل پھڑے کا نہ ہونا) بلکہ اعتماد ایسے خاصے پر ہے جو مچھلی میں موجود ہے (یعنے گل پھڑے کا ہونا) اس سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مچھلی ہویل نہیں ہے اگرچہ موضوع فکر ہویل ہے یہی طور تامل کا اس حجت میں ہے: مادہ جس میں زندہ جراثیم موجود ہیں متعفن ہو جاتا ہے: برف سے جمایا ہوا گوشت متعفن نہیں ہوتا ∴ اس میں زندہ جراثیم موجود نہیں ہیں۔ اس صورت میں کوئی نہیں مانے گا کہ عدم تعفن سبب ہے مادے میں زندہ جراثیم موجود نہ ہونے کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے شکل کی صنف پہلی شکل سے جداگانہ ہے اگرچہ وہ استدلال جو طبیعی طور سے پہلے میں واقع ہو وہ دوسری شکل میں لایا جاسکتا ہے۔ فرق اصلی یہ ہے کہ شکل اول مستقیم (بلاواسطہ) ہے اور دوم غیر مستقیم (بالواسطہ) ہے دوسری شکل میں ہم کو نتیجے کی صحت تناقض سے معلوم ہوتی ہے جو نتیجے سے انکار کرنے پر عارض ہوتا ہے پہلی شکل میں (اگرچہ بلاشک بعینہ ویسا ہی تناقض واقع ہوگا اگر ہم مقدمتین کو تسلیم کریں اور نتیجے سے انکار کریں) لیکن اس تناقض کا ادراک کوئی عقلی اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ کہنا مناسب ہوتا ہے کہ شکل اول مقدم ہے شکل دوم پر اس اعتبار سے کہ اگر شکل دوم کے نتیجے سے انکار کیا جائے تو شکل اول میں حجت کو لانے سے تناقض کا عارض ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ لیکن اس سے اس کا جائز ہونا نہیں پایا جاتا کہ دوسری شکل کی حجت کو پہلی شکل میں تحویل کیا جائے کیونکہ یہ ایک ضروری حصّہ ہمارے تعقل کا دوسری شکل میں ہے کہ نتیجہ ضرور ہی نکلے گا اور اگر انکار کیا تو تناقض دھرا ہوا ہے نہ کہ صرف پہلی شکل سے صحت کا ملاخطہ کہ جس کی مدد سے اگر دوسری شکل کے نتیجے کا انکار کیا گیا تو تناقض کی تشریح ہو جائے گی۔ لہذا ایک حرکت فکری دوسری شکل میں اس طور کی ہے جو کہ پہلی شکل میں نہیں ہے۔ یہ ہم کو اس کے قیاس کی پہلی شکل میں تحویل کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ اور اس کو ایک نئی صنف قرار دیتی ہے۔ اور اسی سے اس کا بلاواسطہ تحویل کرنا اور دوسری شکل کو اس طرح بیان کرنا کہ دوسری شکل کا قیاس در پردہ پہلی شکل کا قیاس ہے غلط ہے اور فضول ہے۔

اب یہ سوال ہوسکتا ہے کہ آیا بالواسطہ تحویل بھی ضروری ہے؟ کیا حجت

کی صحت ظاہر نہیں ہے۔ بغیر اس کے کہ ہم یہ تکلیف اٹھائیں کہ اگر نتیجے سے انکار کیا تو تناقض عارض ہوگا؟ کیا کوئی شخص اس کو تسلیم کر سکتا کہ اگر کوئی ا ب نہیں ہے اور ج ب ہے تو ج ا نہیں ہے کیا اس کے ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ نہیں تو ج ب نہ ہوگا اگرچہ (مسلم ہے) کہ ج ب ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ بے شک اس شخص کے لئے جو متقدمین سے اس نتیجے کو ملاحظہ کر سکتا ہے یہ ضروری نہیں ہے۔ وہ جس کو تحویل بالواسطہ کہتے ہیں ایک حصہ اس تعقل کا ہے جو اس قیاس سے مفہوم ہوا ہے۔ کوئی شے علٰحدہ نہیں ہے کہ جب کوئی شخص استدلال کر چکے اور فکر کے اس فعل کو سمجھ لیا ہو جو اس قیاس میں شامل ہے تو اس کے بعد وہ اپنے عمل فکری کے مجاز ہونے کا ملاحظہ کرے۔ یہ قیاس میں جو کچھ شامل ہے اس کو ظاہر کر دیتا ہے دوسری قیاس میں اس کی تحویل یا تحلیل نہیں ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ کسی شخص کو اس کا غیر ضروری ہونا محسوس ہو لیکن صرف اس سبب سے کہ یہ تکرار عمل ہے نہ اس سبب سے کہ اگر اس نے اس کو ملاحظہ نہ کیا تو قیاس اس صورت[1] میں بغیر اس کے سالم نظر آئے گا۔

تاہم یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ کوئی صورت حجت کی صرف اس وجہ سے سالم ہے کہ اگر اس میں کلام کریں تو تناقض[1] واقع ہوگا۔ اسی حجت سے یہ بھی کہہ سکتے ہیں اگر حجت سالم نہ ہوتی تو اس کے رد کر دینے میں کوئی تناقض نہ واقع ہوتا۔ لہذا دوسری شکل میں ادراک اس امر کا کہ اگر ہم نتیجے کے منکر ہوں تو تناقض عارض ہوگا نتیجے کے تسلیم کرنے کی علت نہیں ہے بلکہ اس کی صحت کے تعقل میں یہ ادراک شامل ہے شاید ایک تمثیل سے یہ مطلب واضح ہو جائے۔ اگر ایک خط دو مستقیم خطوں پر واقع ہو اور زاویہ داخلہ و خارجہ و متقابلہ اس خط کے ایک سمت میں برابر پیدا ہوں تو وہ

---

[1] مصنف کا مقصود یہ ہے کہ اگرچہ دلیل خلف لفظاً بیان کرنے کی ضرورت نہ ہو لیکن ذہناً اس کا لحاظ دوسری شکل کے ضروری اصول سے ہے اگر کوئی شخص ان نتیجوں کے نکالتے وقت یہ ملاحظہ کر سکتا ہے کہ اگر نتیجے سے انکار کیا تو تناقض لازم ہوگا اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ قیاس کو دلیل خلف کے بیان سے ثابت کرے بہر طور ذہناً اس خصوصیت کا ملاحظہ اس قیاس میں ضروری ہے خواہ لفظاً اس کا بیان ہو خواہ نہ ہو ۱۲ مصر
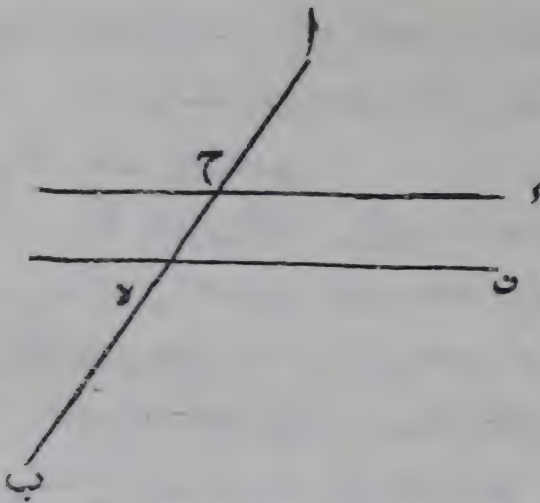
دو خط استقیم متوازی ہوں گے حقیقت امر یہ ہے کہ یہ استدلال سے نہیں ثابت ہو سکتا۔ جب ہم شکل کو اور طرح بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے لیکن یہ ضرورت بالواسطہ (دلیل خلف) استدلال سے ثابت ہو سکتی ہے اس طرح کہ اگر ب ہ ف بڑا ہوتا ب ح ء سے تو ہ ف اور ح ء ا ب خط کو مختلف جھکاؤ سے قطع کرتے اور اس لیئے وہ دونوں خط ایک دوسرے کی طرف جھکے ہوئے ہوتے۔ اور اور اک اس کا درحقیقت اصل مسئلے کی ضرورت کا ادراک ہے۔ تاہم اس کو اس مسئلے کی حقیت کے علت کے طور پر نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اگر وہ دونوں خط متوازی نہ ہوتے جب کہ زاویہ ب ہ ف و ب ح ء برابر ہوں تو یہ ضرور نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے قریب آتے جائیں جب کہ ہر ایک ان میں سے خط ا ب کو مختلف جھکاؤ سے قطع کرے۔ اس کا ثبوت کہ یہ اسی طرح ہے اس معاملے پر ایک اور رخ سے نظر کرنے پر حاصل ہوتا ہے بس یہ صورت قیاس کی دوسری شکل میں ہے۔ سچائی ایک رخ کی دوسرے رخ کی سچائی سے درحقیقت جدا نہیں کی جا سکتی لہٰذا ایک دوسرے پر موقوف نہیں ہے بلکہ ایک کے بغیر دوسرے کی پوری وقعت نہیں معلوم ہوتی۔ تناقض کا اکتشاف جو کہ نتیجے کے انکار سے عارض ہوتا ہے دوسری شکل میں وہ ان حدود کی باہمی نسبتوں کے نظام کا اکتشاف ہے جو مقدمتین میں مذکور ہیں یا جو نتائج اُن سے نکلتے ہیں۔ یہ مثل مقدمۂ محذوف کے نہیں ہے ایسی کوئی شے کہ جب تک اس پر نظر نہ کی جائے استدلال ہی کمر شکستہ ہے بلکہ یہ (خلف) ایسی شے ہے جس سے حجت کی پوری قدر ہونے کو تعلق ہے۔ اس بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر شکل دوم محض ایک بدلی ہوئی صورت پہلی شکل کی نہیں ہے تو وہ اصول یا قانون جس پر شکل اول چلتی ہے وہ دوسری شکل کا قانون نہیں ہے۔ اگر گذشتہ بیان دوسری شکل میں

استدلال کی ماہیت کا صحیح ہے تو اس شکل کا اصول یہ ہے کہ کوئی موضوع ایسا وصف نہیں رکھ سکتا جو ان اوصاف کے مبائن ہو جو یہ موضوع رکھتا ہے یا ایسے اوصاف کے ساتھ ہے جو اس موضوع کے مبائن ہو۔

تیسری شکل کا بیان ہم کو اس بیان (مذکورہ) سے جداگانہ دینا چاہیئے اس کی سب سے زیادہ نمایاں خاصیت یہ ہے کہ حد اوسط دونوں مقدموں میں موضوع ہوتی ہے اور نتیجہ ہمیشہ جزئیہ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے بہت ٹھیک کہا ہے کہ یہ استقرائی شکل ہے۔ کیونکہ استقراء (کا مقصود جو کچھ ہو اس کے علاوہ) یہ ایک کوشش نتیجہ نکالنے کی ہے مثالوں کے وضع کرنے سے۔ حدود نتیجے کے ہمیشہ عام ہوتے ہیں وہی جن کو ہم کلی کہتے ہیں۔ نتیجہ دو عام ہیئتوں کے اتصال کا اعلان کرتا ہے۔ اور اگر ایک سالبہ ہو تو ایک کی مبائنت کا دوسرے سے اعلان کرتا ہے۔ ملاح دست کار ہوتے ہیں۔ بڑے گوشت خوار جانور قید میں بچے نہیں دیتے۔ مقدموں میں ہم ایسی مثالیں لاتے ہیں جس پر دونوں ہیئتوں کا ایجاب ہو سکے یا ایک کا ایجاب ہو اور دوسرے کا سلب ہو۔ اور ان مثالوں پر نتیجے کی شہادت موقوف ہے۔ لیکن نتیجہ کلیہ نہیں ہوتا۔ مثالوں کے وضع کرنے سے ہم کلیہ نتیجہ نکالنے کے کبھی مجاز نہیں ہیں۔ اگر کل ب ا ہے اور کل ب ح ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کل ح ا ہے اصطلاحی زبان میں یوں ادا کریں گے کہ ح مقدمے میں مستغرق نہیں ہے لہٰذا نتیجے میں بھی مستغرق نہ ہونا چاہیئے اور یہ امر بغیر ان اصطلاحوں کے بھی صاف ظاہر ہے کسی مثال میں اگر کل آدمیوں کے دو ہاتھ ہوتے ہیں اور کل آدمیوں کے دو پاؤں ہوتے ہیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ جن جانوروں کے دو پاؤں ہوں ان کے دو ہاتھ ہوں اسلئے کہ چڑیاں بھی مثل آدمی کے دو پاؤں رکھتی ہیں مگر ان کے دو ہاتھ نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے بال پرواز ہوتے ہیں۔ اگرچہ جزئی مثالوں سے کلی نتیجہ نہیں نکل سکتا لیکن کلی نتیجے کی طرف اشارہ ملتا ہے یا کلی نتیجے کو نقض کر سکتے ہیں۔ ملکہ ایلزبتھ۔ ملکہ وکٹوریہ کتھرائن روس یا کرسچیانہ سوئیڈن سے اس قضیے کا نقض ہو سکتا ہے کہ کوئی عورت مدبر سلطنت نہیں ہوتی اور حقیقت جس طرح کسی قضیۂ کلیہ کے اثبات سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح کسی قضیے کے نقیض سے بھی ثابت ہو سکتی ہے کہ کنہ ہمارے حقیقی استدلال کی ان حجتوں میں کیا ہے؟ یہ ایک مثال ہے یا مثالیں ہیں۔ ہم ثابت کرتے ہیں کہ

بعض ح ا ہے یا بعض ح ا نہیں ہے کیونکہ ہم ایک موضوع[1] بنا سکتے ہیں جو ایک ہی ساتھ ح اور ا ہے یا ح ہے ا نہیں ہے جب تک ہم کو یہ یقین نہ ہو کہ دونوں مقدموں میں ایک ہی موضوع کا حوالہ دیا گیا ہے کوئی استدلال ممکن نہیں ہے بعض حیوان چوپایہ ہوتے ہیں بعض حیوان ذوی الفقرات ہوتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ مختلف حیوانات ہوں اس صورت میں کوئی مثال اس کی نہ ہوگی کہ ذوی الفقرات بھی ہو اور چار پاؤں بھی ہوں۔ لیکن ان میں سے ایک مقدمہ اگر کلی ہو۔ اگر مثلاً شیر وہ حیوانات کو ہم حدِ اوسط قرار دیں یہ مقدمے اختیار کریں بعض شیر وہ جانور چوپایہ ہوتے ہیں اور کل شیر وہ ذوی الفقرات ہوتے ہیں۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض ذوی الفقرات چوپایہ ہوتے ہیں کیونکہ بعض شیر وہ مقدمۂ کبریٰ کے صغریٰ کے کل میں داخل ہیں لہذا ہم موخر الذکر مثالوں سے ان کو انتخاب کر لیں گے جو ذوی الفقرات اور چوپایہ دونوں ہیں بجائے اجمالی دلالت کے بعض منجملہ کل جماعت یا قسم نام کے ذریعے سے مخصص ہو سکتی ہیں اس صورت میں ماہیت ہمارے استدلال کی مجمل نہ رہیگی۔ یہ ظاہر ہے کہ ہمارا استدلال جزئی مثالوں پر موقوف ہے اس مقصد کے سمجھانے کے لئے کہ عورت مدبرِ سلطنت ہو سکتی ہے ہم ان چاروں ملکاؤں کا نام لیں جن کا ذکر اس کے پہلے کیا گیا ہے۔ یہ چاروں مدبرہ تھیں اور عورتیں تھیں پس بعض عورتیں مدبرہ ہو چکی ہیں یا ہو سکتی ہیں۔ خواہ وہ مثالیں جن میں ح اور ا متصل ہیں یا ح بغیر ا کے موجود ہے ناموں کے ساتھ ذکر کیے جائیں یا صرف "بعض" کہہ کے دلالت کی جائے دونوں صورتوں میں یکساں طور سے استدلال انھیں پر موقوف ہے

---

[1] مقصود یہ ہے کہ ہم حد اوسط کو جو اس شکل کے دونوں مقدموں میں موضوع ہوتا ہے اس موضوع پر حد اکبر اور حد اصغر دونوں کو ایجاباً حمل کر سکتے ہیں یا ایک مقدمے میں سلب اور دوسرے میں ایجاب کیونکہ یہ صورت ممکن نہیں ہے کہ دونوں میں سلباً محمول ہو۔ مثلاً فرض کرو کہ حد اوسط ب ہے ہم یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ کل ب ا ہے اور کل ب ح ہے لہذا بعض ح ا ہے یا اس کا عکس کہ بعض ا ج ہے یا اس طرح کل ب ا ہے کوئی ب ح نہیں ہے نتیجہ نکلا بعض ح ا نہیں ہے ۱۲ مصر

مشککٹ کی تردید ایسی ہی مثالوں سے ہوسکتی ہے جس نے نتیجے کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے ؎

ارسطاطالیس نے ان امثلہ کے پیش کرنے کو (اکتھیلسس یعنے افتراض) کہا ہے اس نے یہ خیال کیا کہ تیسری شکل میں کسی قیاس کی تصحیح تحویل مستقیم سے ہوسکتی ہے لیکن اس نے کہا کہ تصحیح بذریعہ خلف اور بذریعہ افتراض کے اگر کل ص ف ہے اور س بھی ہے تو ہم کسی جزئی ص کو اخذ کرسکتے ہیں مثلاً ن یہ ف بھی اور س بھی ہے پس بعض س ف ہوگا اور جو کچھ کہ ممکن ہے جس صورت میں دونوں مقدمے کلی ہیں اور موجبہ ہیں وہی اور ضروب میں ممکن ہے یہ حقیقی حرکت تعقل کی تیسری شکل میں بہ نسبت مصنوعی عمل تحویل بلا واسطہ کے بہتر ہے۔ کیونکہ اوّلاً اگر شکل اول میں حد اوسط جزئی حقیقی ہے جیسا کہ اس شکل میں اکثر ہوا کرتا ہے (اگرچہ ارسطاطالیس نے ان صورتوں پر زیادہ توجہ نہیں کی) عکس مقدمے کا تحکم محض اور خلاف طبیعت ہے۔ الفاظ میں میں اس کو اس طرح ادا کرسکتا ہوں چونکہ ملکۂ ایلزبتھ اور ملکۂ وکٹوریہ مدبرۂ سلطنت تھیں اور عورتوں سے بعض ملکۂ ایلزبتھ اور ملکۂ وکٹوریہ ہیں لہٰذا عورتیں مدبرۂ سلطنت ہوسکتی ہیں لیکن تعقلاً ملکۂ ایلزبتھ اور ملکۂ وکٹوریہ مقدمۂ صغریٰ کی موضوع رہیں گی ثانیاً جہاں کہیں حد اوسط عام ہے تحویل بلا واسطہ (مستقیم) بجائے ظاہر کرنے کے ہمارے خیال کو اور پوشیدہ کردیتا ہے کوئی شتر مرغ اُڑ نہیں سکتا۔ کل شتر مرغ پردار ہوتے ہیں ∴ بعض پردار جانور اُڑ نہیں سکتے: یہاں اگرچہ بجائے مقدمۂ صغریٰ کے ممکن ہے کہ یہ قضیہ رکھا جائے۔ بعض پردار جانور شتر مرغ ہیں لیکن طبیعی طور سے تعقل کرنے کی دوسری صورت ہے جس حد میں عینیت ؎ زیادہ ہوتی ہے وہ زیادہ تر موضوع ہونے

؎ کیونکہ اگر مشکک اس قضیے کو نہیں تسلیم کرتا کہ بعض عورتیں مدبرہ ہوسکتی ہیں تو وہ مجبور ہے کہ اس کے نقیض سالبۂ کلیہ کو مانے کوئی عورت مدبرہ نہیں ہوتی اس صورت میں ہم موجبۂ جزئیۂ قیصرۂ وکٹوریہ مدبرہ تھیں پیش کریں گے اور یہ موجبۂ جزئیہ مسلمہ جمہور ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے لہٰذا اس کو تسلیم ہی کرنا پڑے گا اس طرح اس کے مسلمہ سالبۂ کلیہ کا نقض دھرا ہوا ہے مصنف کا یہی مقصد ہے ۱۲ مصر

؎ یعنے جو اعیان با وجود خارجی سے قریب تر ہے وہ موضوع ہونے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے

کی صلاحیت رکھتا ہے ؛

یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ایسی صورتیں ہیں جن میں تحویل مستقیم قابل اعتراض نہیں ہے۔ کوئی پادری پارلیمنٹ میں نہیں نشست کرتا بعض پادری پارلیمنٹ کے لیے نصب کرتے ہیں۔ بعض پارلیمنٹ کے لیے نصب کرنے والے پارلیمنٹ میں نشست کرنے والے نہیں ہوتے۔ اس مضمون کو اس طرح ادا کرنا بھی موافق طبیعت کے ہوتا کہ بعض پارلیمنٹ کے لیے نصب کرنے والے پادری ہوتے ہیں۔ کیونکہ حق رائے دہی اور عہدۂ پادری دونوں انسان کے لیے عرض ہیں اور ہر ایک دوسرے کا موضوع ہو سکتا ہے۔ لیکن حجت کی ہیئت اس تبدیلی سے بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ پادری ایسی مثال نہیں رہی جس سے یہ معلوم ہو کہ ایک انسان ووٹ دینے کا مستحق ہو سکتا ہے اگرچہ پارلیمنٹ میں نشست کرنے کا مستحق نہ ہو۔ حد اوسط اب ایک حیثیت ہے جس کی بنا پر بعض ووٹ دینے والے نشست نہیں کر سکتے امر زیر بحث یہ نہیں ہے کہ شکل سوم میں قیاس ہو سکتا ہے یا نہیں جس کا نتیجہ اسی حد اوسط کے ذریعے سے ویسا ہی یا اس سے بہتر شکل اول سے حاصل ہو سکتا ہے بلکہ حرکت تعقل کی جو شکل سوم کے لیے مخصوص ہے وہ شکل اول میں نہ تحویل ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ پس یہ تحویل فضول بلکہ غلط فہمی پیدا کرتی ہے صحیح اطمینان اس قیاس کی صحت کا اس طرح ہونا چاہیئے کہ اس کے صدق کی مثالیں موجود ہیں ؛

ایک اعتراض تیسری شکل کی اس نظر پر قابل غور ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جزئی مثال کو صحت کا معیار قرار دینا جائز نہیں ہے ان صورتوں میں کہ حد اوسط عام ہو اور دونوں مقدمے کلی ہوں۔ کل سینگوں والے جانور جگالی کرتے ہیں اور ان کے کھر پھٹے ہوتے ہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ بہتر بنا ہے اس نتیجہ نکالنے کی کہ کھر پھٹے جانور ممکن ہے کہ جگالی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اس کو منطقی محاورے میں اس طرح ادا کرتے ہیں اصل موضوع کی یہ ہے کہ جزئی ہو۔ لہذا جو جزئی سے قریب تر ہے وہ موضوع ہونے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے بہ نسبت بعید کے نوع جزئی سے قریب تر ہے بہ نسبت جنس کے لہذا انسب یہ ہے کہ نوع موضوع ہو اور جنس محمول ہو کل انسان حیوان ہیں یہ زیادہ طبعی ہے بہ نسبت بعض حیوان انسان ہیں کے ۱۲ مص

کرنے والے ہوں بہ نسبت اس کے کہ اپنی گائے کی مثال سے جو میرے مویشی خانے میں ہے اس سے احتجاج کروں۔ اس امر کے فیصلے کے لئے ہم کو چاہیئے کہ ایک لمحے کے لئے قضیۂ جزئیہ کے دو معنوں پر نظر کریں (جیساکہ سابق میں کیا تھا)۔ اگر میں کہوں کہ بعض ج ا ہے۔ اس کے یا تو یہ معنے ہیں کہ قسم ج کے کچھ افراد جن کی تخصیص اگرچہ نہیں کی گئی لیکن بجائے خود متعین ہیں جن پر ا محمول ہے۔ یا یہ مراد ہو کہ دو حیثیتوں کے توافق کا ایک ہی موضوع میں اعلان مقصود ہے دوسرے معنوں کے اعتبار سے میں اپنے مفہوم کو امکانی قضیے کی صورت ج ممکن ہے کہ ا ہو ادا کر سکتا ہوں۔ جس میں بلاشک نامعلوم شرائط کا تصور شامل ہے جن شرائط کے تحت میں ایسا ہوگا۔ اب فرض کرو کہ میں قضیے کے دوسرے معنے مراد لیتا ہوں۔ اس صورت میں وہ گائے جو میرے مویشی خانے میں ہے ویسے ہی عمدہ حد اوسط ہے جیسے سینگوں والے جانور عموماً۔ فرض کرو کہ میں پہلے معنے مراد لوں تو میرا نتیجہ کہ بعض کھر پھٹے جانور جگالی کرتے ہیں بلاشک چاہیئے کہ قضیۂ کلیہ پر مبنی ہو کل سینگوں والے جانور مقدمتین میں ہوں نہ کہ صرف ایک یا دو جزئی گائے کی طرف حوالہ ہو جو پڑوس کے مویشی خانے میں ہے۔ لیکن حقیقۃً یہ نتیجہ بھی اس نتیجے سے مختلف ہے۔ بعض سے یہاں ایک کثیر تعداد غیر مخصص جانوروں کی مراد ہے ایک صورت میں بمقابلہ دوسری صورت کے۔ اور صرف کل مثالوں کے جمع کرنے سے یا افتراض ہمارے لفظ بعض کا حوالہ ہے اور نتیجے میں ان سب کی طرف حوالہ جائز ہے۔

یہ کہنا درست ہوگا کہ تصدیق اس نظر سے۔ قیاس کی حد تک نہیں پہنچتی۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کل سینگ والے جانور جگالی کرتے ہیں اور سب کے کھر پھٹے ہوتے ہیں تو کل کھر پھٹے جانور جو سینگوں والے بھی ہیں جگالی کرتے ہیں۔ اگر حقیقی جزنتیجے کا ذہن نشین ہو جب ہم یہ کہیں کہ بعض کھر پھٹے جانور جگالی کرتے ہیں اور مراد ہماری بعض سے کل وہ جانور ہوں جو سینگ رکھتے ہیں تو حقیقۃً حد اوسط کے نتیجے میں طرح ہونے کی وہ صورت نہیں ہے جو کہ قیاس کا خاصہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ ولزی ایک کارڈنل تھا اور

لہ یا تو ج ا ہیں کہ یہ معنے ہیں کہ بعض افراد ج کے ا ہیں مثلاً بعض انسان کالے ہوتے ہیں یا یہ معنے ہیں کہ انسان، اور کالے پن میں توافق ہے تباین نہیں ہے ۱۲

وازی چنسلر تھا تو وہ چنسلر بھی تھا اور کارونل بھی تھا یہ کوئی قیاس نہ ہوا۔ اور نہ درحقیقت یہ قیاس ہے (اگرچہ استدلال ہے) اگر یہ احتجاج کیا جائے مقدمتین مذکورہ سے کہ کل سینگوں والے جانور جگالی کرنے والے بھی ہیں اور کھر پھٹے بھی ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کل کھر پھٹے جانور جو سینگوں والے ہیں جگالی کرتے ہیں؛

وہ نظیر جو فقرۂ گذشتہ میں اختیار کی گئی ہے ہم صحیح تسلیم کر لیں کہ جب تیسری شکل میں استدلال کر کے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بعض ب ا ہے (یا نہیں ہے) تو ہم عقلاً اگرچہ الفاظ میں نہ کہیں صرف انھیں جزئی مثالوں کو لیتے ہیں اور ان کے سوا کسی کو نہیں لیتے جو مقدمتین میں ب اور ا دونوں ہیں (یا ا نہیں ہیں) بیان ہوئی تھیں پس یہ کوئی ٹھیک قیاس نہیں ہے۔ اب تک ہمارا نتیجہ ان مثالوں کے وضع کرنے پر مبنی ہے۔ خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر جن کے مادرا ہمارا خیال حرکت کرنے سے انکار کرتا ہے۔ سچا اور مخصوص قیاس تیسری شکل میں نتیجے کو دوسرے معنوں میں اخذ کرنے کا مقتضی ہے۔ یعنے تصدیق ممکنہ۔ دو وصفوں کے توافق کا امکان یا ایک کے وجود کا امکان مع دوسرے کے عدم کے۔ اور اس کے ثبوت کے لیئے ایک مثال کے وضع کرنے پر اعتماد کرتا ہے اور زیادہ مثالیں حقیقتہً بہ نسبت ایک کے ثبوت کے لیئے زیادہ مفید نہیں ہیں کہ ان سے زیادہ توافق کا اثبات ہو سکے۔ ہاں اس مقصد کے لئے مفید ہوں تو ہوں کہ فساد[1] شاہدے کا احتمال کم سے کم باقی رہے۔ یہ بھی ضرور نہیں ہے کہ مثال شخصی (جزئی حقیقی) ہو قسم بھی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو نباتات ہمیشہ ہرے رہتے ہیں انمیں نمایاں پھول ہو سکتے ہیں ہم رھوڈو ندرن کو پیش کر سکتے ہیں اور اس سے ہماری مراد نوع ہو سکتی ہے نہ کہ کوئی خاص نمونہ لیکن جب کبھی یا اکثر جہاں ایک مقدمہ جزئی ہو اور بے شک ہمیشہ جب کہ دونوں مقدمے شخصی[2] ہوں ایک شخصی مثال پر ہم اعتماد کرتے ہیں اور ایک مثال خواہ شخص واحد خواہ نوع واحد ہو کافی ہے۔ لہذا افتراض کے ذریعے سے

---

[1] فساد مشاہدہ کو متاخرین نے استقرائی مغالطوں میں شمار کیا ہے مراد یہ ہے کہ کسی واقعے میں مشاہدے نے غلطی کی ہو اور خلاف واقع امر تسلیم کر لیا ہو ۱۲۔

[2] یہ یاد رہے کہ مقدمہ شخصیہ کلیہ کے حکم میں ہے ۱۲۔

جسمانی صورت میں نہیں بلکہ محض عقلاً ایک مثال کافی ہے جس کے ذریعے سے ہم نتیجے کو بجائے خود جائز قرار دیتے ہیں۔ ہم درحقیقت یہ مرافعہ اپنے ذہن سے کرتے ہیں جب کہ ہم کو نتیجے کے مبنی علیہ کا تحقق ہوتا ہے۔ جو لوگ اس صنف استدلال سے موانست رکھتے ہیں نتائج کو مقدموں سے اس طرح اخذ کرتے ہیں جیسے سندؔ[1] سے بغیر اس کے کہ اُس شہادت کا تحقق ہو جس پر ان کا عمل ہے۔ بلکہ جب کبھی ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں تو تیسری شکل میں اس کا مسلم ہونا موجود ہے کہ نتیجہ ایک صورت کی تمثیل سے جو کہ مذکور ہے ثابت ہے یا اس مثال میں داخل ہے جس کا مذکور ہوا ہے۔

بے شک ایک طریقہ ہے جس میں متعدد مثالوں سے جو نتیجہ ہم نکالنا چاہتے ہیں اس میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ صرف شاہزادہ بلا دوڈ کا واقعہ اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ باتھ کے چشموں میں غسل کرنے سے کس بیماری سے شفا ہو سکتی ہے مگر ممکن ہے کہ دو حادثے اتفاقی ہوں اور ان میں کوئی حقیقی اتصال نہ ہو لیکن جب متعدد واقعات ہوں تو ہم یہ ماننے لگتے ہیں کہ ان چشموں کے استعمال میں اور بعض امراض سے شفا پانے میں کوئی تعلق ہے۔ اور اگر وہ بیماریاں جو چشموں کے استعمال کے بعد دفع ہو گئیں جملہ اقسام کی ہوئیں تو ہم باتھ کے چشموں کو اکسیر اعظم سمجھنے لگے۔ دو وصفوں میں اتصال ثابت کرنے کے لئے تعداد اور اختلاف امثال بہت اہمیت رکھتے ہیں لیکن عدم منافات کے قائم کرنے کے لئے ایک ہی مثال کفایت کرتی ہے۔ تیسری شکل سے محض توافق (یا عدم منافات) سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور اتصال (لزوم) ثابت نہیں ہو سکتا خواہ کتنی ہی مثالیں کیوں نہ ہوں۔ اگرچہ مثالوں کے متعدد ہونے سے ظن غالب پیدا ہو جاتا ہے لیکن اس نتیجے پر پہنچنے کے لئے سوائے تعداد امثلہ کے اور امور پر نظر کرنا بھی لازم ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے ملاخطہ کیا چند گایوں میں کہ پھٹے ہوئے کھر اور معدے ہیں جگالی کرنے کی صفت یہ دو خصوصیتیں جمع ہیں اس کا

---

[1] لفظ سند علم مناظرہ کی اصطلاح ہے جو منع کے ساتھ لائی جاتی ہے مثلاً کوئی کہے کہ کوئی عورت مدبر سلطنت نہیں ہوتی ہم کہیں کہ ہم اس کے مانع ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہیں کہ ملکۂ وکٹوریہ مدبرۂ سلطنت تھیں تو یہ منع مع سند کے ہوئی ۱۲ مصر

میلان اس طرف بہت کم ہوگا کہ واقعی طبیعی طور سے ان دونوں صفتوں میں کوئی لزوم عمومیت کے ساتھ ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ اس نے اتنی ہی تعداد مختلف قسم کے مویشیوں کی ملاحظہ کی اور ان میں یہ خصوصیتیں جمع دیکھیں۔ کیونکہ ہم ایک نوع میں بعض خصوصیتیں جمع دیکھنے کے عادی ہیں لیکن جب اس نوع سے تجاوز کرتے ہیں تو وہ خصوصیتیں جمع نہیں دیکھتے تو مثالوں کی فراہمی کو اس واقعے سے کہ وہ ایک ہی قسم کی ہیں اس لزوم کی جہت سے نقصان رہتا ہے۔ مثلاً اگر ہم ایک پریوی کونسلر کو ہلکی (سادی) پوشاک میں دیکھیں لیکن اگر کوئی شخص سادی پوشاک پہنے ملے تو اس کو ہم پریوی کونسلر نہ تجویز کریں گے لیکن اگر ایک گارد کے جوان کو چار آئینے لگائے دیکھیں غالباً اگر کوئی اور جوان چار آئینے لگائے ملے گا تو اس کو بھی ہم گارد کا سپاہی سمجھیں گے۔ وہ مستعدی جو لزوم پر استدلال کرنے کے لیے درکار ہے موقوف ہے ہماری عام واقفیت پر کہ کن قسموں کے اوصاف میں لزوم ہے۔ یہ خیالات متقدمتین میں نہیں ظاہر ہوتے مگر ہمارے خیالات پر بڑا اثر رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو لوگ کسی علم کے واقعات سے موانست کلی رکھتے ہیں یا کسی خاص تاریخی زمانے سے وہ منفرد واقعات سے استدلال کرسکتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اس وادیِ تحقیق سے نابلد ہوتے ہیں اور اس اصول پر مطلع نہیں ہوتے جن پر اس تحقیق کا مدار ہے ان سے بدسلیقگی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ان جملہ امور کا تعلق ایک اور صیغہ منطق نظری سے ہے جس کو منطق استقرا کہتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ جس حد تک ہم خارجی امور کا اثر نہیں ڈالتے اور صرف ان واقعات سے جو متقدمتین میں شامل ہیں دلالت لیتے ہیں ہم دو خصوصیتوں میں توافق (عدم منافات) سے زیادہ کوئی استدلال نہیں کرسکتے (یا یہ امکان کہ ایک بغیر دوسرے کے نمایاں ہوسکتا ہے) خواہ تعداد مثالوں کی کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی قدر ہم منفرد مثال سے اخذ کرسکتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم تیسری شکل کی بحث کو تمام کریں یہ امر قابل محافظہ ہے کہ اس کا احتجاج ہمیشہ علت العلم سے جاری ہوتا ہے۔ یہ وجہ نہیں ہے کہ رھوڈوڈنڈرم کے شوخ رنگ کے پھول ہوتے ہیں کہ اس وصف کو ہم ہمیشہ بہارِ شگوفہ سے جمع کریں اگر یہ نہ ہوتا کہ ان دونوں میں عدم منافات نہ ہوتی تو رھوڈوڈنڈرم سے دونوں کا ظہور نہ ہوتا۔ ہماری مثال سے صرف اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں میں توافق

(عدم منافات) ہے یہ بنا ہمارے حکم لگانے کی ہے نہ کہ بنا اس واقعۂ نفس الامری کی جس پر حکم کیا گیا ہے۔ اور یہ خود اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ شکل اول کے استدلال میں اور شکل سوم کے استدلال میں حقیقۃً فرق ہے خصوصاً جب کہ ہمارے قیاسات شکل اول میں علمی ہوں اور جملہ قیاسات کو ایک ہی صنف میں لانیکی کوشش کرنا تحکم اور تکلف محض ہے کہ وہ حجتیں جن میں بالذات مختلف ہیں وہ خواہ مخواہ ایک حکم میں لائی جائیں ۔۲

[اب صرف چوتھی شکل پر بحث باقی رہجاتی ہے۔ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کے مقدموں کی ترتیب اگر ہم بدل دیں تو پہلی شکل کی سی صورت ہوجاتی ہے۔ اور اس کی پہلی تین ضربیں ا ا ی

ا ع ا ی ا ی

اس لحاظ سے پہلی شکل میں (ا ا ی

ع ا ع ا ی ی)

ایسے نتیجے نکالتی ہیں جو چوتھی شکل کے نتیجوں کے عکس ہوتے ہیں لیکن باقی دو ضربیں ع ا و اور ع ی و پہلی شکل میں کوئی نتیجہ نہیں دیتے جس سے چوتھی شکل میں نتیجہ حاصل ہوسکے۔ پس کیا ہم اس شکل کو ایک مختلف صنف استدلال کی بالنسبت پہلی شکل کے تصور کریں یا یہ کہ ارسطاطالیس نے جو اس شکل پر اعتنا نہیں کی اس کی رائے درست تھی؟ ؎

پہلے ہم ان ہی ضربوں پر نظر کرتے ہیں جو محض ترتیب کے بدلنے سے پہلی شکل میں تحویل ہوجاتی ہیں اور مقدمتین سے کسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اِن مقدموں میں کل نیطروجینی غذائیں گوشت پیدا کرنے والی ہیں۔ کل غلہ نیطروجینی ہیں اگر گوشت بنانے والے کو حد اکبر مانیں تو قیاس پہلی شکل ضرب اول میں ہوتا ہے

لہ یہ نوٹ پہلی شکل کی ضروب غیر مستقیمہ کی نسبت بھی بعینہ سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن کوئی جدید صنف استدلال کی اس میں شامل ہے تو چوتھی شکل کا نصب کرنا جائز ہوجائے گا مگر اس نوٹ میں بحث چوتھی شکل پر بنا کی گئی ہے لہذا اس کو چوتھی شکل کے متعلق سمجھنا مناسب ہے ۱۲ م

لیکن جب ہم غلہ کو حدِ اکبر فرض کریں تو ہمارا قیاس ا ا ی موجبہ کلیہ موجبہ جزئیہ میں ہوجاتا ہے اور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض گوشت پیدا کرنے والی غذائیں غلے ہیں۔ یہ درحقیقت صحیح ہے کہ قطعیت اس استدلال کی دوسرے استدلال کے ساتھ مقابلہ کرنے سے تخصیص کے ساتھ غیر واضح ہے۔ یہ وہ نتیجہ نہیں ہے جو کہ ہم کو ان مقدموں سے طبیعی طور پر نکالنا چاہیئے اور ہم کو زیادہ غور کی ضرورت ہے تاکہ یقین ہو کہ یہ نتیجہ ضرورۃً نکلتا ہے اور یہ یقین ہم کو اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ہم کو تحقیق ہو یا یہ کہ ان مفروضہ مقدموں میں، یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کل غلے گوشت پیدا کرنے والے ہوتے ہیں اور یہ دوسرا نتیجہ اس کے عکس کرنے سے نکلے یا یہ کہ اگر کوئی گوشت پیدا کرنے والی غذا غلے نہیں ہیں تو کوئی نیطروجینی غذا غلے نہیں ہوسکتے۔ اور اس صورت میں ایک یا سب کوئی نیطروجینی نہ ہوگا۔ یہی بیان بعینہ ان قیاسات پر جاری ہوگا جو ا ع ع یا ی ا ی میں ہیں۔ پس ہم یہ نتیجہ نکالیں گے کہ یہ ضربیں قطعی نہیں ہیں جب تک کہ چوتھی شکل میں ان کے لانے کے علاوہ مزید تعقل عمل میں نہ لایا جائے۔ تو کیا ہم ان کو پہلی شکل کی ضربیں اعتبار کریں؟ سبب اس کا یہ ہے کہ سب سے زیادہ بسیط اور مستقیم طریقہ اس استدلال کے جائز ہونے کا یہ ہے کہ پہلی شکل سے نتیجہ اخذ کیا جائے اور پھر اس نتیجے کا عکس کرلیں باقی دو ضربوں ع ا و۔ ع ی و۔ کا فیصلہ نہایت آسانی سے ہوسکتا ہے کیونکہ دونوں کے لیئے ایک ہی فکر درکار ہے پہلی ضرب کی ایک مثال لینا کافی ہے۔ کوئی جانور جو آسٹریلیا کا اصلی باشندہ نہیں ہے شیردہ نہیں ہے کل شیردہ ذوی الفقرات ہیں :. بعض ذوی الفقرات جانور آسٹریلیا کے اصلی باشندے نہیں ہیں۔ اگر ہم مقدمتین کا عکس ترتیب کریں تو کوئی مستقیم نتیجہ نہیں نکلتا۔ ہم ان مقدموں سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا وہ جانور جو آسٹریلیا کے اصلی باشندے ہیں وہ ذوی الفقرات ہیں یا نہیں ہیں پس اگر ہماری حجت کی تصحیح درکار ہو تو یہ تصحیح یا تحویل مستقیم یا غیر مستقیم سے ممکن ہے یا افتراض سے۔ یہ کہ اس کے تصحیح کی ضرورت نہیں ہے اس واقعہ سے پیدا ہے کہ موجودہ صورت میں چوتھی شکل کے قبیل کی تین ضربوں سے عدم بداہت میں کم نہیں ہیں کوئی شخص جو چوتھی شکل میں استدلال کرتا ہے اس کو معلوم ہے کہ حرکت فکری اس استدلال کی طبیعت کے موافق نہیں ہے۔

ارسطاطالیس نے اس ضرب کی صحت استدلال کو دونوں مقدموں کے عکس سے (تحویل مستقیم) ثابت کیا کوئی شیر دہ جانور آسٹریلیا کا اصلی باشندہ نہیں ہے اور بعض ذوی الفقرات شیر دہ ہیں اور یہ زیادہ طبیعی طریقہ اس حجت کے بیان کا ہے۔ لیکن بعض ایسی صورتیں ہیں جن میں عکس کرنے سے مقدمتین میں طبیعی طریقہ بیان کا ناقص ہو جاتا ہے۔ کوئی معدنی چشمہ (پانی) القحلی نہیں ہے کل القحل پر محصول لگایا جاتا ہے۔ بعض چیزیں جن پر محصول لگایا جاتا ہے معدنی پانی نہیں ہے۔ یہ طبیعی طریقے سے ناقص ہے اگرچہ نتیجہ وہی نکلتا ہے اور وہ بھی پہلی شکل سے ہے اگر یوں کہیں کوئی شے القحلی معدنی پانی نہیں ہے اور بعض چیزیں جن پر محصول لگایا جاتا ہے القحلی ہیں۔ پھر ہم غیر مستقیم تحویل یعنے دلیل خلف سے چل سکتے ہیں ہم یوں احتجاج کر سکتے ہیں کہ اگر کل ذوی الفقرات آسٹریلیا کے اصلی باشندے ہیں اور چونکہ کوئی جانور وہاں کا اصلی باشندہ شیر دہ نہیں ہے کوئی ذوی الفقرات شیر دہ نہیں ہے۔ ہم ایسے نتیجے پر پہنچے جو اس مقدمے کے منافی ہے کل شیر دہ جانور ذوی الفقرات ہیں اس سے ثابت ہے کہ ہماری ابتدائی حجت کی صحت میں کلام نہیں ہے۔ لیکن زیادہ طبیعی طور سے یوں کہہ سکتے ہیں کوئی شیر دہ ذوی الفقرات نہیں ہے بہ نسبت اس کے کوئی ذوی الفقرات شیر دہ نہیں ہے اور پہلا قضیہ مستقیم نقیض اس مقدمے کا ہے کل شیر دہ ذوی الفقرات ہیں۔ اس کے ماورا ہم کو یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ اگر غیر مستقیم تحویل (دلیل خلف) دوسری مثال پر جاری کریں تو ہر چیز جس پر محصول لیا جاتا ہے معدنی (چشمے کا) پانی ہوتا تو اس لیے کوئی معدنی القحلی نہیں ہے کوئی شے جس پر محصول لیا جاتا ہے القحلی نہیں ہے یہ زیادہ طبیعت کے موافق ہے اگر کہا جائے کوئی القحل محصولی نہیں ہے اور ہمارے مقدمے کے نقیض سے زیادہ واضح بیان ہوتا ہے۔ اگر ہم طریقہ افتراض کو جاری کریں تو ہم مقدمہ کوئی جانور باشندہ آسٹریلیا شیر دہ نہیں ہے پھر ہم یہ فرض کریں کہ شیر دہ کی جو مثال ہم چاہے لیں آسٹریلیا کے اصلی باشندے نہیں ہیں اور ذوی الفقرات ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک جانور بعض اوقات ذوی الفقرات ہے اور آسٹریلیا کا اصلی باشندہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہم اس کا عکس کر سکتے ہیں کہ کوئی معدنی پانی القحلی نہیں ہے کو

اس طرح اس ضرب میں ایک حجت ہمارے پاس ہے جو بلاشک سالم ہے

لیکن اس کی بداہت میں فی الجملہ نقصان ہے۔ اس کے سالم ہونے کا ثبوت کس طرح ممکن ہے یا پہلی شکل میں تحویل کرنے سے بذریعہ عکس ہر دو مقدمے یا تیسری شکل میں ایک مقدمے کے عکس سے یا مقدموں کو بجائے خود چھوڑ کے یہ ثابت کریں کہ کذب نتیجہ کا منافی صدقِ مقدمتین کے ہے جیسے دوسری شکل میں کرتے ہیں۔ ان میں سے کس طریقے کو ترجیح ہے؟ اور کس شکل کی طرف ضرب کو حوالہ کریں؟ یا حقیقتہً یہ چوتھی قسم ہے؟ یہ چوتھی قسم نہیں ہے یہ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جب تک اس کو کسی شکل کے تحت میں نہ لائیں طرقِ مذکورۂ بالا سے کسی ایک طریقے کے اختیار کرنے سے اسکی صحت ثابت نہیں ہوسکتی شاید پہلے سوال کا جواب اس طرح بہتر ہوگا اگر ہم اس طرح سوال کریں کہ اسی حدا وسط کو استعمال کرکے مفروضہ قیاس کا نتیجہ زیادہ تر موافق طبیعت نکل سکتا ہے۔ ہم کیونکر ثابت کریں کہ بعض ذوی الفقرات آسٹریلیا کے اصلی باشندے نہیں ہیں شیر دہ کو بجائے حدا وسط استعمال کرکے؟ یا بعض چیزیں جن پر محصول نہیں ہے وہ معدنی پانی ہے القحل کو حدا وسط مان کے۔ دونوں صورتوں میں ایسی مثال لینا چاہیئے جو سب سے زیادہ چسپاں ہو شیر دہ کو پہلی صورت میں اور القحل کو دوسری صورت میں وضع کرنا چاہیئے یہ معلوم ہوگا کہ افتراض طبیعی طریقہ حجت کے سالم ہونے کے ثبوت کا ہے یا بالفاظ دیگر ہم کو اس کی قطعیت کا تحقق فوراً ہوگا اگر یہ تحقیق ہوجائے کہ مقدمۂ کبریٰ میں ایسا عکس شامل ہے کہ اس سے تیسری شکل میں فوراً نتیجہ نکل سکتا ہے۔

تو کیا ہم اس ضرب کو تیسری شکل کی ایک ضرب مان لیں۔ نہ کہ ارسطاطالیس کے ساتھ پہلی شکل کی ضرب؟ ارسطاطالیس بلاشک یہ جواب دیتا ازبسکہ تیسری شکل خود ہی اپنے سالم ہونے کے ثبوت کے لیئے پہلی شکل میں تحویل ہونے کی محتاج ہے اگر اس ضرب کو ہم تیسری شکل سے ثابت کریں تو آدھے راستہ پر پہنچ کے ٹھہرنا ہوگا لیکن جبطرح سے کہ قبل اس کے تسلیم کرلیا گیا ہے کہ تیسری ایک علٰحدہ صنف استدلال کی ہے تو ہمارے مسئلے کا فیصلہ اس طرح نہیں ہوسکتا۔ ہم کو چاہیئے کہ حد اکبر اور حد اصغر کے امتیاز کا مفہوم یاد کریں یہ امتیاز محض صوری اور خارجی نہیں ہے کوئی حد محض اس وجہ سے کہ وہ نتیجے میں محمول بنائی گئی ہے اکبر نہیں ہوسکتی اور نہ اس وجہ سے کہ وہ نتیجے میں موضوع بنائی

گئی ہے اصغر ہو سکتی ہے۔ یہ خود یعنے یا مضمون سے حدود کے متعین ہوتا ہے کہ کس کو موضوع ہونا چاہیئے اور کس کو محمول لہذا کون اکبر ہے اور کون اصغر ہے۔ ورنہ ارسطاطالیس چوتھی شکل کو ایک علیحدہ شکل تجویز کرتا۔ ہم ایک قیاس (ا ی ی) میں فرض کرکے اسکو عکس ترتیب مقدمتین سے ی ا ی میں لاتے ہیں مثلاً سفید چیزرات کو نمایاں ہوتی ہے بعض پھول سفید ہوتے ہیں اس کا طبیعی نتیجہ یہ ہے کہ بعض پھول شب کو نمایاں ہوتے ہیں بجائے اس کے اگر مقدمتین کی ترتیب بدلیں تو یہ نتیجہ ہوگا کہ بعض چیزیں جو شب کو نمایاں ہوتی ہیں وہ پھول ہیں لیکن یہ ایک بدیہی قلب ہے۔ کیونکہ پھول وہ شئے ہے جو نمایاں ہوتی ہے نہ کہ نمایاں اس حیثیت سے کہ نمایاں ہے وہ پھول ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایسی صورتیں بھی ہیں جہاں دونوں نتیجے طبیعی ہونے میں یکساں ہوتے ہیں جیسے اکثر قضایا اس قسم کے ہیں کہ ان کے عکس کرنے سے کوئی کسر وانکسار (توڑمروڑ) واقع نہیں ہوتا۔ جن کا کوئی دوست نہیں ہوتا وہ ناخوش رہتے ہیں بعض امیر آدمیوں کا کوئی دوست نہیں ہوتا:. بعض امیر آدمی ناخوش رہتے ہیں یا ی ا ی میں بعض ناخوش آدمی امیر آدمی ہوتے ہیں۔ یہاں ا ی ی سے طبیعی نتیجہ نکلتا ہے کیونکہ مقدمتین اس کا سبب بتاتے ہیں کہ کیوں امیر آدمی بعض اوقات[1] ناخوش گذار ہوتے ہیں نہ کہ کیوں ناخوش گذار بعض اوقات امیر آدمی ہوتے ہیں لیکن مقدموں کو علیحدہ کرکے اگر غور کریں تو دونوں میں سے ہر نتیجہ ایک طبیعی صورت قضیے کی ہے۔ لیکن سبب یہ ہے کہ موضوع جو اعیان سے ہے یعنے انسان (آدمی) سرے سے آخر تک بحال خود باقی رکھا گیا ہے عکس میں وصف امیر و ناشاد اپنی اپنی جگہ تبدیل کرتے ہیں لیکن موضوع (موصوف) جس کے یہ وصف ہیں اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ یہ وصفوں کا انطباق اتفاقی ہے۔ ان میں سے کوئی دوسرے کا موضوع (معروض) نہیں ہوتا تصدیق کے وضع کرنے میں ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں اور بصیرت اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ اس طرح عکس نہیں کرتے بعض امیر آدمی ناشاد (گذران) ہوتے ہیں معکوس

---

[1] اردو ترجمہ چاہتا ہے کہ لفظ ناخوش کے بعد لفظ گذار بڑھایا جائے بعض اوقات امیر آدمی ناخوش گذار ہوتے ہیں یعنے ناشاد زندگی بسر کرتے ہیں ۱۲ مصر

بعض ناشاد (گذران) امیر آدمی ہیں (جس میں حد عینی امیر آدمی ناشاد پر محمول نہیں ہوسکتا (یعنے ناشاد من حیث ناشاد پر) بلکہ عکس یہ ہوتا ہے کہ بعض ناشاد گذران آدمی امیر ہوتے ہیں جب ایسا نہ ہو۔ جب تصور موضوع میں بنیا و تصور محمول کی شامل ہے یا موضوع ایک کل عینی ہو جس میں محمول بطور ایک خاصیت (ہیئت) کے داخل ہو۔ اس صورت میں پہلی حد اصلاً اصغر ہے اور دوسری حد اصلاً اکبر ہے۔ اور کوئی لفظی تصنع اس امر کو جو ہمارے تعقل کا ایک واقعہ ہے بدل نہیں سکتا ہے ؛

ہذا چوتھی شکل کی پہلی تین ضربوں کی تحویل شکل اول میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتی کہ صورت ظاہری میں حد اکبر اور حد اصغر کو پہچان لیں جن حدوں کو کہ از روئے تعقل ہمیں ایسا قبول کرنا چاہئیے لیکن ع ا و اور ع ی و میں وہی نتیجہ نکلتا ہے جو کہ تحویل کے بعد ہم کو ع ی و سے نکالنا چاہئیے نہ اس کا عکس۔ اس حد تک ہمارے پاس کوئی بنا ایسی نہیں ہے جس سے استدلال کو شکل اول میں ظاہر کرنے کے لیئے ترجیح دی جائے۔ بلکہ وہی خیالات جن سے یہ اختیاری امر نہیں رہتا کہ جس حد کو چاہیں اکبر قرار دیں اور جس کو چاہیں اصغر قرار دیں ہم کو مقدمتین میں حد اوسط کے اصلی محل کے معین کرنے میں بھی مدد دیں گے۔ اگر مقدمہ کسی قیاس کے ع ا و۔ ع ی و دونوں ترتیبی انقلاب اس صورت کے ہوتے جو کہ طبیعی طور سے عکس میں ظاہر کیئے جاتے تو ان کو از راہ بصیرت ہم نتیجہ نکالتے وقت شکل اول کی صورت میں الٹ کے سوچتے یہ صورت ع ا و میں بہ مشکل ہوسکتی ہے کیونکہ فاسد منطق اور اس کے ساتھ لفظی توڑ مروڑ دونوں کی ضرورت ہے تاکہ موجبہ جزئیہ کا عکس کلیہ سے ظاہر کیا جائے اور اس وجہ سے مقدمہ صغریٰ ا ایک مقلوب صورت ی کے بیان کی نہیں ہوسکتی : ع ا و کی اصل ع ی و نہیں ہوسکتی۔ ع ی و کے ساتھ یہ زیادہ امکان ہے۔ یعنے کوئی قیاس ع ی و کا دونوں مقدموں کے عکس کرنے سے قیاس ع ی و (ش) یا ع ا ی (ش) میں پہنچتا ہے۔ اور اس کے بعد ممکن ہے کہ ہماری فکر نتیجے کو سالم قرار دے پھر الٹ کے ان دونوں کے عکس کرنے سے۔ سونے میں زنگ نہیں لگتا بعض قدیم زیور سونے کے ہیں اب ہم چاہے یہ کہیں اگر ہم کو پسند ہو جو چیز زنگ خوردہ ہوتی ہے وہ سونا نہیں ہے اور بعض چیزیں سونے کی قدیم زیور ہیں اور ان مقدموں سے وہی

نتیجہ نکالیں جیسا کہ اور مقدموں سے کہ بعض قدیم زیور زنگ خوردہ نہیں ہیں تاہم ہماری فکر ظاہری ضابطوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کو بجائے خود جائز قرار دیکے دوسرے مقدموں کی طرف مبادرت کرے۔ اگر ایسا ہو تو یہ کہنا مشکل ہوگا کہ ہم درحقیقت پہلی شکل سے استدلال نہیں کرتے اور ایسی صورتیں وہ قیاس جو چوتھی شکل کے ظاہری لباس میں ہے درحقیقت پہلی شکل کا قیاس ہے۔ اور تحویل مستقیم کا اس کو زبردستی کھینچ کے شکل اول میں لیجانا بہت درست ہے جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ پہلی ہی شکل سے تعلق رکھتا ہے۔ بہرطور یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ فکر میں صرف صغریٰ کا عکس کیا جائے اور دوسری شکل سے نتیجے کو پہنچ جائیں یہ تحقیق کر کے کہ قدیم زیور اگر وہ زنگ خوردہ ہو جاتے ہیں تو وہ سونے کے نہیں ہیں۔ لیکن اہم صورتیں ایسی نہیں ہیں جیسی یہ صورتیں ہیں جہاں مقدمے ظاہر بظاہر غیر طبیعی صورت میں ہیں اور عکس کرنے سے طبیعی صورت میں آجاتے ہیں۔ وہ ایسی صورتیں ہیں جن میں حد اوسط کی جگہ محمول کبریٰ میں اور موضوع صغریٰ میں اصلی جگہ ہے کیونکہ یہاں عکس کر کے شکل اول میں لیجانے سے ایسا غیر طبیعی نتیجہ پیدا ہوتا ہے جیسے کوئی قیاس پہلی شکل کا عکس ترتیب سے چوتھی شکل میں تحویل کیا جائے جو کہ طبیعی طور سے شکل اول سے تعلق رکھتا ہے کوئی معدنی یا نی القحلی نہیں ہے اور کل القحل محصولی ہے مقدمے ہیں اپنی طبیعی صورت میں مرتب ہیں کوئی چیز القحلی معدنی یا نی نہیں ہے اور بعض محصولی اشیا القحلی ہیں طبیعی صورت میں نہیں ہیں ؎

اگر ایسا ہو تو صرف ایک ہی بنا ہے جس بنا پر ہم ان ضروب کو جن کو ارسطاطالیس نے شکل اول سے منسوب کیا ہے جائز قرار دیں گے۔ وہ بنا یہ ہے کہ جو حد اصلاً حد اکبر ہے یعنے وہ جو اعم اور اوسع ہے وہ مقدمے میں محمول واقع ہوئی ہے اور وہ جو اصلاً حد اصغر ہے یعنے وہ جو عین اور خاص ہے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ پس متقدمین کی اس خصوصیت پر نظر کر کے ہم اچھی طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا قیاس شکل اول سے ہے اور اس سے یہ متفرع ہوتا ہے کہ ارسطاطالیس نے جو کہا ہے کہ ہم اصغر کو کلیتہً اکبر پر ثابت نہیں کرتے بلکہ جزئیتہً وہ حق ہے۔ کیونکہ اکبر اور اصغر بذات خود ایسے ہیں جیسا کہ ہم ملاحظہ کر چکے نہ محض اس لئے کہ نتیجے

میں ان کا محل ایسا واقع ہوا ہے ۔ لٰہذا جہاں کہیں دو امتحانوں سے دو متضاد نتیجے پیدا
ہوتے ہیں وہاں بنیاد تسمیہ کی اول کو قرار دینا درست ہے ۔ اس تسامح (فروگذاشت)
کی وجہ سے اور اس لئے کہ اکبر اور اصغر کے مفہوم پر محض صوری اور خارجی نظر کی گئی
تھی ارسطاطالیس کے بعض جانشینوں نے ایک چوتھی شکل ارسطاطالیس کی تین
شکلوں پر اضافہ کی ۔ اگر ہم ان ضروب کو پہلی شکل سے قرار دیں تو اس سے یہ لازم
نہیں آتا کہ ان کے سالم ہونے کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے اور ان کے سالم
ہونے کی تحقیق کے لئے عمل افتراض ایک نہایت ہی عمدہ اور طبیعی طریق ہے جس کو
ہم نے معلوم کیا ہے کہ تیسری شکل کے لئے مخصوص طریق ہے اس وجہ سے ہم کو یہ کہنے
کی ضرورت نہیں ہے کہ قیاس تیسری شکل سے ہے ۔ جب دلیلِ خلف قائم کرنے کے لئے
دوسری شکل کے سالم ہونے کے ثبوت میں قیاس کو شکل اول میں لیجاتے ہیں تو یہ نہیں
کہتے کہ یہ قیاس شکل اول سے ہے ۔ افتراض بھی اگرچہ نہایت طبیعی طریق ہے لیکن یہی
ایک طریق نہیں ہے جس سے ہم سالم ہونا ان حجتوں کا اپنے اطمینان کے لئے تحقیق کرتے
ہیں تاکہ تیسری شکل میں بغیر کلام کئے ہوئے یہ حجتیں نہ قبول کر لی جائیں ۔ ہم کو چاہیئے کہ
مقدموں کی خصوصیت سے دلیل لیں اور ان کو شکل اول میں لیجائیں لیکن اس بات
کو تسلیم کر لیں کہ نتیجہ بغیر عمل فکری کے نہیں نکلتا جیسا کہ بادی النظر میں معلوم
ہوتا ہے]

اب ہم اپنے تحقیقات کا محصل بیان کرتے ہیں ۔ تین شکلیں ہیں اور ہر
شکل کی ایک جداگانہ خاصیت ہے جس سے وہ اور شکلوں سے امتیاز کی جاتی ہے
اور غیر کامل شکلوں کو شکل اول میں تحویل سے ان کی صورت خلاف واقع ہو جاتی
ہے ۔ پہلی شکل عمدۂ اشکال ہے اس لئے کہ وہ برہانی ہے نہ اس لئے کہ صرف وہی ایک
شکل ہے ضرور نہیں کہ کل حجتیں اس کی برہانی ہوں جب وہ برہانی ہوتی ہیں تو
ہماری حرکت فکری تعقل کی اعلیٰ ہمواری پر ہوتی ہے بہ نسبت اور اشکال کے اگرچہ
قطعیت کے مرتبے پر نہ بھی پہنچے ۔ دوسری شکل کے سالم ہونے کی تحقیق میں جو منافات
نتیجے کی عدم تسلیم سے پیدا ہوتی ہے وہ نتیجے کے تسلیم کرنے سے زیادہ نمایاں شان
رکھتی ہے تیسری شکل کا تصورات کی نسبتوں کی طرف رجوع نہیں ہے بلکہ وصفوں

کا اتصال یا انفصال ایک موضوع میں از روئے تجربہ اور اس سے شکل نہ ایں استدلال امکان عام پر ہوتا ہے ایسے شرائط کے تحت میں جو متعین نہیں ہوئے ہیں صورت مفروضہ میں ان کا وقوع اور ظہور پایا جاتا ہے۔ کوئی چوتھی شکل نہیں ہے بلکہ شکل اول کے پہلی تین ضربوں میں نتیجے کے عکس پر بھی استدلال ہو سکتا ہے۔ اور دو ضربوں کو اس کے ساتھ اضافہ کر سکتے ہیں اس طرح کہ صغریٰ سالبۂ کلیہ ہو اس صورت میں اگرچہ حد اکبر کا سلب اصغر سے کیا جائے تو مغالطہ واقع ہوگا لیکن اصغر کو اکبر سے سلب کر سکتے ہیں اگرچہ یہ نتیجہ صرف جزئیہ ہوگا۔ اور اس کی تحقیق افتراض یا عکس یا دلیل خلف کی مدد سے ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہئیت استدلال کا تعین لفظی یا محض صوری ترتیب پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہمارے تعقل میں جو ترتیب قبول کرے یہی وجہ ہے کہ ہم شکلوں کو مختلف اصناف استدلال قرار دیتے ہیں جزئی صورتوں میں ممکن ہے کہ ایک استدلال زبردستی کسی شکل میں ترتیب دیں گو کہ حقیقتِ حال میں اس کو اس شکل سے تعلق نہ ہو دوسری صورتوں میں ممکن ہے کہ ایک ہی استدلال کو انھیں حدوں سے مختلف شکلوں میں ترتیب دیں اور قیاسات بنائیں۔ لیکن حقیقی حرکت فکری کا ہونا لازمی ہے عمل عکس میں جس سے استدلال میں یہ تغیر پیدا کیا گیا ہے سُلہ قیاس کو محض ایک سبق علامتوں کے الٹ پھیر اور ضابطوں کے استعمال کا نہ سمجھنا چاہیئے جو امر قابل ملاحظہ ہے وہ اس تعقل کی ہئیت سے ہے جو اس صورت میں مضمر ہے اور اس غرض سے چاہیئے کہ علامتوں کا تحقق ہو اور یہ دیکھیں کہ مختلف ہئیتیں حدود کی اور تصدیق میں ان کی باہمی اضافت استدلال پر کیا اثر کرتی ہے۔ اگر ہمارے (گذشتہ) مباحثے اور تحقیقات سے یہ غرض کسی حد تک سمجھ میں آگئی ہے تو اس مباحثے[1] کا اطناب اور اس کی پیچیدگی بے سود نہ ہوگی۔

شکل اول کے باب میں صرف ایک بات اور کہنا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ الزام

---

[1] واقعی مصنف نے جس دقت نظر سے قیاسات کی حقیقت پر نظر کی ہے اور ہر شکل کی مخصوص شان اور قدر و قسمت کو دریافت فرما کر تحریر کیا ہے وہ منطقِ قیاس کی جان ہے طلبہ کو لازم ہے کہ مصنف کی اس محنت کی داد دیں یعنے مصنف کے منشا کے موافق اس کو خوب سمجھ کے پڑھیں تاکہ منطق کی اصلی برکت سے مستفیض ہوں ۱۲ مترجم

مصادرہ کا ناکامیاب رہتا ہے اِلّا اس صورت میں جب کہ حد اکبر افرادی (تعدادی من حیث الافراد) مانی جائے۔ لیکن فرض کرو کہ ایک تعلق ا اور ب میں ایسے ہونے کی حیثیت سے ملاحظہ ہوتا ہے۔ تو پھر کیوں یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی شخص یہ تصدیق نہیں کر سکتا کہ ج ب ہے جب تک کہ بذاتہ اس کو یہ علم نہ ہو کہ ج ا بھی ہے؟ اور اگر ایسا ہو تو ایسا عمل ماتحت حمل نہیں ہو سکتا جس سے ج ایک ضابطے کی شرط کے تحت میں آجائے جو کہ شکل اول میں مضمر ہے؟ اس کا جواب ہم دیں گے ہاں کامل بصیرت کے ساتھ ہم کو بخط مستقیم ب سے ا تک جانا چاہیئے موضوع ج میں۔ اور مقدمۂ کبریٰ کی جو کہ ایک مستقل ضابطہ ہے ضرورت نہ ہوگی اور اس کا بیان صرف اس علم سے ہوگا کہ اتصال ا کا ب کے ساتھ جس کو ہم دیکھتے ہیں کہ ضروری ہے لہٰذا کلی ہے۔ جیسا کہ معلوم ہوگا کہ جیومطریہ میں ہم کبھی قیاسی استدلال نہیں کرتے سوا اس صورت کے جب کہ ہم نتیجہ موجودہ پر کسی سابقہ برہان سے اعتماد کریں جس کے مقدمات کا صورت موجودہ میں ہم کو ذہنی تحقق نہیں ہوتا۔ مثلث جو نصف دائرے میں ہے اس کے وتر پر کا مربع دونوں ضلعوں پر کے مربعوں کے برابر ہے کیونکہ یہ مثلث قائمۃ الزاویہ ہے لیکن جب ہم کو اقلیدس مقالہ اولیٰ ۴۷ اور مقالہ ثالثہ ۳۱ کے عملوں کا تحقق (حضور فی الذہن) ایک ساتھ ہو تو ہم کو معلوم ہوگا کہ یہ مسئلے کے مثلث قائمۃ الزاویہ میں وتر پر کا مربع برابر دونوں ضلعوں کے مربعوں کے مجموعے کے ہوتا ہے ایک تعمیم اس شکل کی معلوم ہوگی جس میں یہ ثابت ہوا کہ نصف دائرے کے مثلث کا یہ خاصہ ہے نہ یہ کہ پہلی شکل (دیکھیے شکل عدد ۱۳۰ م ۱ ۴۷) اس صورت میں بطور ضابطے کے استعمال کی گئی ہے۔ حمل ماتحت قیاس اس کے تحقق سے متعلق ہے جس کو کامل بصیرت مقدموں کے اصول (موقوف علیہا) ایک ساتھ نہ حاصل ہوئی ہو۔

لہ کسی مسئلے کے ثابت کرتے وقت استاد اور شاگرد کی عقلی حیثیتیں جداگانہ ہوتی ہیں استاد کو تمام مقدمات اور اصول مستحضر ہوتے ہیں اور وہ جملہ مقدمات کو مع نتیجے کے ایک ساتھ ملاحظہ کر رہا ہے اور شاگرد ایک مسئلے سے بتدریج دوسرے مسئلے پر جاتا ہے۔ پس استاد تحلیلی عمل سے چلتا ہے اور شاگرد ترکیبی عمل سے نتیجے پر پہنچتا ہے۔ جو چیز استاد کے لیئے مصادرے کی صورت رکھتی ہے وہ شاگرد کے لئے عین مطلب اور مقصود ہے ۱۲ مترجم

باب پانزدہم

استدلال شرطی و انفصالی

حجت کی وہ صورت جس سے ہم نے اب تک قیاس میں بحث کی ہے اس کے مقدمے حملی تھے لیکن اور صورتیں حجت کی ہیں جن کو قیاس ہی کہتے ہیں مگر اس کی یہ صورت نہیں ہے وہ جن کو شرطی یا انفصالی کہتے ہیں جن کے مقدموں میں قضایائے شرطیہ انفصالیہ سے ان کی شکلیں بنتی ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر جو آئندہ بیان کئے جائیں گے ان کو قیاسات کہنا مناسب نہیں ہے بلکہ شرطی یا انفصالی حجتیں کہنا چاہیئے۔ وہ صورتیں احتجاج کی ہیں جو اکثر فکریات عامہ اور علمی استدلال میں اکثر واقع ہوتی ہیں ہے

شرطی حجت میں ایک مقدمہ قضیۂ شرطیہ ہوتا ہے جو کہ تالی کو شرط یا مقدم کے ساتھ ملاتا ہے۔ دوسرا مقدمہ حملی ہوتا ہے۔ خواہ مقدم کو وضع کریں یا تالی کو رفع کریں۔ اس سے ایک مقدمہ حملیہ بطور نتیجے کے نکلتا ہے خواہ رفع کریں تالی کو یا وضع کریں مقدم کو۔ صورت اولیٰ میں طریقۂ وضعی اور دوسری صورت میں رفعی کہیں گے۔ پہلی اتصالی اور دوسری عنادی ہے۔ مثالوں سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

(۱) طریق وضع کی یہ صورت ہے۔

اگر ا ب ہے تو ج ہے یا اگر ا ب ہے ج د ہے

ا ب ہے ــــــ ا ب ہے

∴ ا ج ہے ــــــ ∴ ج د ہے

مثلاً

اگر روح غیر مخلوق ہے تو یہ غیر فانی ہے

روح غیر مخلوق ہے۔

∴ یہ غیر فانی ہے

یا اگر کل انسان برابر[1] پیدا کیئے گئے ہیں تو غلامی ظلم ہے کل انسان برابر پیدا کیئے گئے ہیں

∴ غلامی ظلم ہے۔

مزید برآں امور کو ملاحظہ کرنا چاہیئے۔

(اولاً) اگر موضوع مقدمہ صغریٰ کا یا شل امثلۂ گذشتہ کے وہی ہو جو کہ مقدمہ کبریٰ کا موضوع ہے (اگر ہم حد اکبر کا نام مقدمہ شرطیہ کے لیئے اور حد اصغر کا نام مقدمہ حملیہ کے لیئے اس قسم کی حجت میں بھی باقی رکھیں) یا یہ ایک ایسی حد ہو جس کو ہم پہچانتے ہیں کہ اس میں داخل ہے یا اس کے تحت میں ہے پس ہم اس طرح احتجاج کریں۔

اگر ایک خوبصورت چیز کمیاب ہے تو وہ قیمتی ہے۔

الماس کمیاب ہیں۔

∴ وہ قیمتی ہیں۔

یہاں یہ ضمنی مفہوم ہے اور پہچانا ہوا ہے کہ ہیرے خوبصورت چیزیں ہیں حجت کو بلاشک اس طرح واضح طور سے بیان کرسکتے ہیں۔

اگر کوئی چیز ایک ساتھ خوبصورت اور کمیاب ہے تو وہ قیمتی ہے ہیرے ایک ساتھ خوبصورت اور کمیاب ہیں۔

∴ وہ قیمتی ہیں۔

لیکن ہیرے اب بھی تحت الحمل ایک خاص صورت سے ایک ضابطے کے تحت میں جو اس کے علاوہ بھی متعدی ہے۔ شرط مقدمۂ کبریٰ میں بالتخصیص ان سے تعلق نہیں ہے۔

(ثانیاً) ہم ایک ماقبل کے باب میں کہ امتیاز موجبہ اور سالبہ کا تصدیقات شرطیہ میں جاری نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہر تصدیق شرطی تالی (جزا) کو ایک شرط کے ساتھ متصل کرتی ہے خواہ وہ تالی (جزا) ایجابی صورت میں بیان ہو خواہ صلبی صورت میں

---

[1] مساوی حقوق طبیعی کے ساتھ۔

یہ کوئی شرطی تصدیق نہیں ہے اگر کہا جائے کہ اگر موسم چاند کے کامل ہونے پر بدل جائے تو اس سے نتیجہ نہیں نکلتا کہ موسم قائم رہے گا[1]۔ لہٰذا ہیئت وضع کی غیر متبدل ہے خواہ مقدم یا تالی (لہٰذا نتیجہ) ایجابی ہو یا سلبی۔ میں احتجاج کر سکتا ہوں۔

اگر شمالی امریکہ کے نمایندے پارلیمنٹ میں نہ تھے تو پارلیمنٹ کو ان پر ٹیکس (محصول) نہ لگانا چاہیئے تھا۔

پارلیمنٹ میں ان کے نمایندے نہ تھے۔

∴ ان پر پارلیمنٹ کو ٹیکس (محصول) نہ لگانا چاہیئے تھا۔ یہاں نتیجہ سالبہ ہے لیکن حجت وضع مقدم کی صورت میں ہے: کیونکہ اس سے وہ صورت مراد نہیں ہے کہ نتیجہ موجبہ ہو بلکہ وہ صورت مراد ہے تالی کو قائم کرتی ہے جو کہ مقدمۂ کبریٰ میں رکھی گئی ہے۔ ناظر (کتاب ہذا) کو نہایت سہولت سے معلوم ہو جائے گا کہ اگر مقدم اس صورت کے ہوں اگر ا ب نہیں ہے تو بھی حجت کی ہیئت میں کوئی تفاوت نہ واقع ہو گا

(ثالثاً)، یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں مقدموں سے احتجاج کیا جائے اور نتیجہ شرطیہ ہو اس صورت کا۔

اگر ا ج ہے تو یہ د ہے یا اگر ج د ہے ہ ف ہے

اگر ا ب ہے تو یہ ج ہے یا اگر ا ب ہے، ج د ہے

∴ اگر ا ب ہے تو یہ د ہے یا ∴ اگر ا ب ہے، ہ ف ہے

مثلاً اگر قیمت درآمدی شے کی بڑھ جائے تو وہ لوگ جو اسی شے کو اسی ملک میں بناتے ہیں اس کی قیمت زیادہ کر دیں گے اگر درآمدی شے پر محصول لگایا جائے تو قیمت درآمدی شے کی بڑھ جاتی ہے۔

∴ اگر درآمدی شے پر محصول لگایا جائے تو جو لوگ اسی شے کو یہاں اس ملک میں بناتے ہیں اس کی قیمت زائد کر دیں گے۔

جو تنبیہ فصل گذشتہ میں کی گئی وہ بعینہ وضع مقدم کی اس صورت پر بھی جاری

---

[1] یہ انکار ایک شرطی تصدیق کا ہے لیکن خود شرطی نہیں ہے یہ اس کے ہم معنی ہے اگر کہا جائے یہ صحیح نہیں ہے کہ اگر وغیرہ ۱۲ مصر

ہو سکتی ہے اور موضوع مقدم کا ایک مقدمے میں وہی ہو جو تالی کا موضوع ہے یا دونوں کے موضوع جدا جدا ہوں - یہ ضرور نہیں ہے کہ ان تمام اختلافات کی مثالیں دی جائیں

(۲) رفع تالی کی یہ صورت ہوتی ہے۔

اگر ا ب ہے تو یہ ج ہے

ا ج نہیں

∴ یہ ب نہیں ہے

اگر ا ب ہے تو ج د ہے

ج د نہیں ہے

∴ ا ب نہیں ہے

مثلاً اگر مادہ ناقابل فنا ہے تو یہ غیر مخلوق ہے

مادہ غیر مخلوق نہیں ہے

∴ یہ ناقابل فنا نہیں ہے

یا اگر زمین اپنے محور کے گرد گردش نہ کرتی تو جو ہوائیں قطبین سے خط استوا کی طرف چلتی ہیں وہ مغرب کی طرف نہ مڑ جایا کرتیں لیکن وہ مغرب کی طرف مڑ جایا کرتی ہیں

∴ زمین اپنے محور کے گرد گردش کرتی ہے ۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ جو امور وضع مقدم کے بارے میں ہیں ملاحظہ کیے گئے ہیں وہ بعینہ رفع تالی کی صورت میں بھی جاری ہوں گے ۔ جیسے ایک قضیہ شرطیہ مفروض ہو تو جب کبھی دوسرا مقدمہ ہم کو دیا جائے خواہ مقدم کا ایجاب کیا جائے خواہ تالی کا سلب ہم استدلال کو جاری کریں گے ۔ لیکن تالی کے ایجاب اور مقدم کے سلب سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا ۔ دلیلیں اس صورت کی ۔

اگر ا ب ہے تو یہ ج ہے

ا ج ہے

∴ یہ ب ہے

یا ا ب نہیں ہے

∴ یہ ج نہیں ہے

عقیم ہیں۔ یہ درست ہے کہ اگر کسی رکن ایوان عامہ پارلیمنٹ کے دیوالیہ ہونے کا اعلان ہو جائے تو اس کی جگہ باقی نہیں رہتی لیکن یہ درست نہیں کہ اگر اس کی جگہ باقی نہ رہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کے دیوالیہ ہونے کا اعلان ہو گیا ہے۔ یا یہ کہ اس کے دیوالیہ ہونے کا اعلان کیا گیا ہے یا یہ کہ اگر اس کے دیوالیہ ہونے کا اعلان نہیں ہوا ہے تو بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی جگہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ اتصال تالی کا ایک شرط کے ساتھ اس امکان کی مانع نہیں ہے کہ اور شرائط بھی ہیں جن سے وہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ پس یہ واقعہ کہ تالی میں نتیجے کا وقوع ہوا ہے اس کا ثبوت نہیں ہے کہ اس وقوع کی علت وہ خاص شرط ہے نہ یہ واقعہ کہ یہ شرط پوری نہیں ہے اس کا ثبوت ہے کہ نتیجہ کسی اور شرط کی تاثیر سے بھی واقع نہیں ہوا جس شرط سے اس نتیجے کا اتصال ہے۔ یہ مفہوم بالکل بدیہی ہیں لیکن انسانی استدلالوں میں یہ غلطیاں عام طور سے واقع ہوا کرتی ہیں۔ ہم سب اس طور سے نتیجہ اخذ کرنے کے عادی ہیں کہ کسی دعویٰ کی تائید میں جو امور پیش کیے گئے ہیں ان کے بطلان سے وہ قضیہ یعنی دعویٰ خود باطل[1] ہو جاتا ہے۔ یا یہ ثابت کر کے کہ واقعات کسی مفروضہ نتیجے سے موافق ہیں جو مفروضہ ہم نے وضع کیا ہے ہم نے اس مفروضے کی حقیت کو ثابت کر دیا۔ یہ ہم نہیں سمجھتے کہ محض یہ ثبوت کہ واقعات نتیجے کے موافق ہیں کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے کہ اور نتائج کے موافق نہیں ہیں[2]۔ ٹیوٹانک نسلیں گذشتہ تین صدیوں میں بہ نسبت ان کے جو لاطینی الاصل زبانیں بولتی ہیں جلد تر بڑھی اور پھیلی ہیں۔ شاید کسی کا میلان اس ترقی کو اس امر کی جانب منسوب کرنے کا ہو کہ مقدم الذکر (ٹیوٹن) نے ریفارمیشن کے اصول کو قبول کیا اور موخر الذکر نے رد کر دیا۔ فرض کیا کہ واقعات اس مفروضے کے ساتھ موافقت کرتے ہیں کہ نشو و نما کا یہ فرق مذہب کے فرق پر موقوف ہے تاہم اگر اس کی توضیح کے اور طریقے موجود ہیں تو اسی طریق کے قبول کرنے کی کیا بنا ثابت کی گئی ہے؟ جب کہ واقعات کسی مفروضے کے صدق اور کذب دونوں میں مساوی طور سے پائے جاتے ہوں تو اس حد تک صدق کے راجح ہونے کی کوئی وجہ

---

(۱) قدیم فلسفے میں اس کو اس طرح کہتے ہیں کہ عدم وجدان دلیل مدلول کے عدم کی حجت نہیں ہے ۱۲ مصہ

(۲) قدیم اصطلاح یہ ہے کہ حد و محدود یا دال اور مدلول کا ثبوت طرداً و عکساً ہونا چاہیئے ۱۲ مصہ

نہیں ہے ۲؎

پس حجت شرطی میں کوئی استدلال وضع تالی اور رفع مقدم سے کرنا مغالطہ ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ وضع تالی سے مغالطہ عدم استغراق اوسط اور رفع مقدم سے مغالطہ فساد حمل حد اکبر اس استدلال میں لازم آتا ہے کیونکہ حجت یہ ہے :۔

اگر ا ب ہے تو ج ہے
ا ج ہے
∴ ا ب ہے

اس کو اس صورت میں بیان کر سکتے ہیں۔

ا ب ج ہے
ا ج ہے
∴ ا ب ہے

اور یہ حجت۔ اگر ا ب ہے تو وہ ج ہے
ا ب نہیں ہے
∴ ا ج نہیں ہے

اس کو اس صورت میں بیان کر سکتے ہیں۔

ا ب ج ہے
ا ب نہیں ہے
∴ ا ج نہیں ہے

اور سالم شرطی حجت کہا جاتا ہے۔ اسی طرح تحویل ہو سکتی ہے حملی قیاس میں جب کہ یہ پایا جائے گا کہ وضع مقدم درحقیقت ایک قیاس ہے ا ا ا (ضرب اول شکل اول) اور رفع تالی قیاس ہے ا ع ع (ضرب دوم شکل دوم) میں ۱؎

شرطیہ استدلال کو بعینہ قیاس قرار دینا غلط معلوم ہوتا ہے قیاس میں ایک نسبت بطور موضوع و محمول درمیان دو حدوں کے قائم کی جاتی ہے اس لئے کہ ان کو ایک تیسری حد سے مشترک نسبت ہے بطریق موضوع و محمول اس تیسری حد کو

حد اوسط کہتے ہیں۔ شرطیہ استدلال کی بنا ماورا النسبت موضوع ومحمول ایک اور ہی نسبت پر ہے یعنی منطقی موقوفیت کی نسبت ہے۔ اور حد اوسط کا ہونا ضروری نہیں ہے جب مقدم اور تالی مقدمۂ شرطیہ کا موضوع ایک ہی ہوتا ہے جہاں قضیے کی صورت یہ ہے اگر ا ب ہے تو وہ ج ہے بعض اوقات حد اوسط پایا جا سکتا ہے اور تحویل ہو جاتی ہے۔ لیکن جہاں ایسا نہ ہو۔ جہاں یہ صورت ہو اگر ا ب ہے ج د ہے یہاں حد اوسط غائب ہے اور تحویل میں جو تکلف کیا جاتا ہے وہ واضح ہو جاتا ہے اگر مقدار محنت جو اخذ کرنے کے لیے مطلوب ہے سونے کی قیمت پر موثر ہے تو کان کنی کے لیے جو کلیں درکار ہیں ان کی ترقی سے قیمت چڑھ جائے گی۔ لہذا ترقی کان کنی کے کلوں کی سونے کی قیمت کو چڑھاتی ہے۔ ہم کو اس شرطیہ قضیے کے صدق سے اس بحث میں کوئی سروکار نہیں ہے۔ بہت سے حالات جو ایک دوسرے پر موقوف نہیں ہوتے کسی وقت مجتمع ہو کر قیمتوں پر اثر ڈالتے ہیں اس کا فیصلہ مشکل ہے کہ مشاہدے پر اس اثر کے لیے بنا کی جائے جو کہ یہاں کان کنی کی کلوں پر موقوف ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ہم کو حجت کی ہئیت سے تعلق ہے ظاہر ہے کہ اس کو قیاس کی صورت میں تحویل کرنا دشوار ہے۔ کوئی امر کلوں کی ترقی کے بارے میں نہیں بیان ہوا ہے جو کہ کلیۃً قیمت کی چڑھانے والا بجائے خود کہا گیا ہے۔ سونے کی قیمت اور مقدار محنت کی جو اس کے اخذ کرنے کے لیے درکار ہے کان کنی کے کلوں کی ترقی کا محمول نہیں ہے نہ قیمت کا چڑھ جانا اس ربط کا محمول ہے یہ اس کا معلول ہے لیکن یہ اور ہی بات ہے۔ اس اشکال کے ٹھیک ٹھاک کر لینے کی بے شک کوشش کی گئی ہے یہ صورت کہ سونے کی قیمت پر مقدار محنت کی جو اس کے اخذ کرنے کے لیے درکار ہے وہ ایک صورت ہے ترقیوں کی کان کنی کی کلوں میں جس سے قیمت چڑھ جاتی ہے۔ موجودہ صورت وہ صورت ہے کہ سونے کی قیمت پر اس مقدار محنت کا اثر ہے جو اس کے اخذ کے لیے درکار ہے۔ لہذا صورت موجودہ ایک صورت ہے کان کنی کی کلوں کی ترقیوں کی جو قیمت کو چڑھانے والی ہے۔ لیکن اسی لفظی توڑ مروڑ کھینچ کھانچ (تکلف و تصنع) حجت کی ماہیت کو نہیں بدل سکتی جو کہ اس تصنع سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اس مقدمۂ کبریٰ کے معنے کیا ہیں۔ اگر اس کا

---

(۱) اکثر زمانۂ حال کی متن منطق کی کتابیں یہ سلسلے سکھاتی ہیں اور بہت زمانے سے یہ دستور چلا جاتا ہے ۱۲

لفظی ترجمہ کیا جائے تو وہ بلا شک غلط (کاذب) ہے۔ سونے کی قیمت کا تغیر اس سبب سے کہ سونے کا اخذ کرنا آسان تر یا مشکل تر ہو گیا ہے قیمت کا چڑھنا اس سبب سے نہیں ہے کہ کان کنی کی کلوں میں ترقیاں ہوئی ہیں۔ ایک واقعے کا دوسرے واقعے پر موقوف ہونا اور ہے اور اس واقعے کا بعینہ وہ واقعہ ہو جانا اور ہے۔ یہ نہ ہوگا جب تک کہ ہم ذہناً اس مقدمے کو اُس مقدمۂ شرطیہ کا قائم مقام نہ بنائیں جس کو یہ مقدمہ باطل کر دینا چاہتا ہے اگر ہم اس کو منظور بھی کریں۔ تحویل محض لفظی ہے۔ مفہوم بالکل نہیں بدلتا۔ اور حملی[1] صورت میں نہیں رکھا جاسکتا۔ نہ مقدمہ صغریٰ تنقید کا متحمل ہو سکتا ہے اس سے کچھ بڑھ کے کونسی صورت ہے۔ صورت ہذا "سونے کی قیمت کا متاثر ہونا اس مقدار محنت سے جو اس کے اخذ کرنے کے لیئے درکار ہے"۔ یہ کہنا کہ صورت موجودہ بے فائدہ ہے جب تک کہ ہم کو نہ بتایا جائے کہ صورت موجودہ کس کی ایک صورت ہے۔ اگر یہ ایک صورت (مشتق) ہے کہ سونے کی قیمت کا متاثر ہونا مقدار محنت سے جو اس کے اخذ کے لیئے درکار ہے"، تو قضیہ محض تکرار لفظی ہے اور نتیجے میں صرف مقدمہ کبریٰ دُہرا[2] دیا جائے گا۔ اگر یہ صورت کسی اور چیز کی ہے تو ہم کو پہلے اس چیز کا بیان کرنا چاہیئے جس کی یہ صورت ہے تاکہ معلوم ہو کہ قضیئے کا مفہوم کیا ہے اور دوسرے جب یہ بیان کیا گیا تو ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ قضیہ کاذبہ ہو گیا اسی طرح کہ جس طرح جب مقدمہ کبریٰ کا لفظی ترجمہ کیا گیا تو کاذبہ ہو گیا پس یہ صاف ظاہر ہے کہ اس قیاس کا حجت شرطیہ زیر بحث کو زیادہ صحت کے ساتھ بیان کرنا بسا بعید ہے بلکہ بخلاف اس کے صورت شرطیہ بھی ماہیت حجت کی واضح کرتی ہے جس کو زبردستی توڑ مروڑ کے قیاس کی صورت میں لائے ہیں کہ

---

(۱) اگر میں بجائے اس صورت کے کل صورتیں لکھتا تو مقدمہ اور بھی صریح البطلان معلوم ہوتا لیکن بحث کو زبردست صورت میں جانچنا چاہیئے ۱۲ مصر

زبردست صورت سے مراد ہے ایسی صورت جو خصم کے نزدیک اقویٰ یا اس کے لیئے سب سے زیادہ مفید ہو۔

سے یعنے صورت موجودہ کس کلی کی فرد ہے ۱۲ مترجم

(۲) صورت ا صورت ب کی ہے موجودہ صورت ا کی صورت ہے: لہٰذا موجودہ صورت ا کی ایک صورت ب کی ہے ۱۲ مصر

اگر ہم ایسی مثال لیں جس کے مقدمہ کبریٰ میں مقدم اور تالی کا موضوع ایک ہی ہو۔ جس میں کسی اور صورت میں لانا مقدمۂ کبریٰ کا اس صورت کا ہو اگر ا ب ہے تو وہ ج ہے اس صورت میں عمل تحویل قیاس میں ایسا مشکل نہ معلوم ہوگا نہ ایسا زبردستی کے ساتھ۔ کیونکہ اس صورت میں وہ شرط جس پر ا ج ہے موقوف ہے ا میں پوری ہوگئی ہے اگر چاند حرکت محوری اُسی مدت میں کرتا ہے جس مدت میں حرکت تدویری کرتا ہے، تو اس کا ایک ہی رُخ زمین کے سامنے رہے گا یہ اُسی مدت میں حرکت محوری کرتا ہے جس مدت میں حرکت تدویری کرتا ہے۔ لہٰذا اس کا ایک ہی رُخ زمین[1] کے سامنے رہتا ہے اگر مسیحی قوموں میں مسیح کی روح ہوتی تو وہ جنگ کرنے سے پرہیز کرتے وہ جنگ سے پرہیز نہیں کرتے لہٰذا اُن میں مسیح کی روح نہیں ہے اگر بجائے ان حجتوں کے ان قیاسات کو رکھیں تو کچھ زیادہ فرق نہ ہوگا۔ ایک جسم حرکت محوری کرنے والا اُسی مدت میں جس مدت میں دوسرے جسم کے گرداگرد گھوم جاتا ہے اس کا ایک ہی رُخ دوسرے جسم کے سامنے رہتا ہے چاند اُسی مدت میں حرکت محوری کرنے والا ہے جس مدت میں یہ زمین کے گرداگرد گھوم جاتا ہے ؛

؛ چاند کا ایک ہی رُخ ہمیشہ زمین کے سامنے رہتا ہے۔ جن میں مسیح علیہ السّلام کی روح ہے وہ جنگ سے اجتناب کرتے ہیں مسیحی قومیں جنگ سے اجتناب نہیں کرتیں ؛

---

(۱) ملاحظہ ہوگا کہ اس مقدمۂ صغریٰ میں صرف چاند تحت حل نہیں ہے اس اعم حد کے تحت حرکت محوری کرنیوالا جسم وغیرہ بلکہ زمین بھی ایک اعم مفہوم (دوسرے جسم) کے تحت الحل ہے۔ لہٰذا دشوار ہے کہ حجت کو (رموز) علامات کے ذریعے سے بیان کریں فرض کرو کہ ہم لکھیں ہر ایک کا د ہے چاند کا ج ہے لہٰذا چاند د ہے: یہاں مقدمۂ کبریٰ کا د = جسم حرکت محوری کرنے والا اسی مدت میں جس مدت میں کہ یہ دوسرے جسم کے گرداگرد گھوم جاتا ہے۔ مقدمۂ صغریٰ میں کا ج = جسم حرکت محوری کرنے والا اسی مدت میں جس مدت میں کہ یہ گرداگرد زمین کے گھوم جاتا ہے۔ اور اسی طرح د کے ساتھ حجت مذکورۂ قیاس ہونے میں قاصر نہیں ہے مشکل فقط لفظی ہے لیکن ہم درحقیقت بطور ایک فرد کے " چاند بہ نسبت زمین " ایک ضابطے کی شرط میں لاتے ہیں۔ ارسطاطالیس نے اس کو تسلیم کیا ہے دیکھو انا لوطیقیہ مابعد باب دوم فصل گیارہ ۱۲ مصر

∴ مسیحی قوموں میں جناب مسیح علیہ السّلام کی روح نہیں ہے۔

بلاشک اگر یہ مسلم ہو مقدمۂ شرطیہ میں حملی صورت میں تحویل کرنے سے سوائے لفظی تغیر کے اور کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تو ہم اس کو بھی ضرور تسلیم کریں گے کہ حجت میں تحویل کے سبب سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور منطقیوں نے اس میں بھی کلام کیا ہے کہ تمام کلی تصدیقات درحقیقت شرطی ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ کوئی حقیقی (واقعی) تفاوت درمیان قیاس کے جو کہ ضرب ۱ س ۱ ۱ ۱ یا ضرب ۲ س ۲ ۱ ع ع فرق نہیں پڑتا جب کہ مقدمۂ کبریٰ نفس الامر میں کلی ہو (یعنے محض کلی معدودی نہ ہو) اور حجت شرطیہ وضع مقدم یا رفع تالی کے ساتھ ہو۔ گو کہ پہلے کا اقتضا بہ نسبت دوسرے کے تحویل کے لئے زیادہ تر ہے۔ تاہم بعض تصدیقات میں جن کے سیاق سے وجود موضوع سے اثبات کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے نہ صرف یہ بیان کہ اگر موضوع موجود ہو تو کوئی امر اس پر صادق آئے گا یہ کہنا کہ اگر مسیحوں میں روح مسیح کی موجود ہوتی تو وہ جنگ سے اجتناب کرتے اس سے یہ سوال کھلا کھلا باقی رہ جاتا ہے کہ آیا کسی میں وہ روح موجود ہے۔ یہ کہنا کہ جو (قومیں یا شخص) مسیح کی روح رکھتی ہیں وہ جنگ سے اجتناب کرتی ہیں اس قضیئے سے طبعی طور پر یہ پیدا ہے کہ ایسی (قومیں یا اشخاص) موجود ہیں۔ شرطیہ حجت کی تحویل قیاس میں فقط لفظی تغیر نہیں ہے اگر تحویل بیان کی صورتوں سے ایک کو دوسرے کی جگہ قائم کرتی ہے۔

ایک اور تغیر اس تحویل کو جو گذشتہ دو مثالوں میں ہوا عارض ہوتا ہے اس کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ ہمارے شرطیہ کبریٰ چاند اور زمین یا مسیحی قوموں سے تعلق رکھتا ہے قیاس کے کبریٰ میں کوئی دو جسم جن میں ایک خاص شرائط پورے ہوتے ہیں یا وہ جن میں مسیح کی روح پائی جاتی ہے۔ پس قیاس میں ایک اصول کا بیان زیادہ عمومیت کے ساتھ ہے بہ نسبت قضیۂ شرطیہ کے۔ یہاں بھی صوری تغیر سے کچھ بڑھا ہوا شامل ہے یہ سچ ہے کہ کوئی شخص اس قضیئے کو قبول نہ کرے گا کہ اگر چاند محوری اور دوری حرکت زمین کے گرد ایک ہی مدت میں کرتا ہے تو اس کا ایک ہی رُخ زمین کی طرف رہتا ہے جب تک اس کو نہ معلوم ہو کہ اس کا صدق چاند اور زمین پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر دو جسموں پر بعینہ صادق ہے جن میں یہ شرط پائی جائے

لہذا ظاہر ہے کہ قضیہ حملیہ کی مزید عمومیت جایز ہے۔ تاہم تصدیق شرطیہ کی محض صورت سے یہ امر نہیں پیدا ہوا۔ اور دوسری صورتوں کی اس پر گرفت ہو سکتی ہے کہ قضیہ حملیہ کی عمومیت جائز ہے۔ اور ہم کو اس سے زیادہ نہ کہنا چاہئیے تھا کہ "قومیں جو مسیح کی روح رکھتی ہیں وہ جنگ سے اجتناب کرتی ہیں" یہ کہا جا سکتا تھا کہ اگر کوئی مسیحی قوم مسیح کی روح رکھتی ہے تو وہ جنگ سے اجتناب کرے گی۔ لیکن یہ کہ کوئی شخص اخلاقاً شرکت جنگ پر مجبور ہو اگرچہ اس میں وہ روح موجود ہے اگرچہ وہ قوم جس سے اس کا تعلق ہے ایسی روح نہیں رکھتی۔ پس بلاشک ہر ایک حقیقی تصدیق شرطیہ میں جس کی صورت اگر ا ب ہے تو وہ ج ہے کوئی اصول کلی شامل ہوتا ہے۔ جس کو ہم ا ب ج ہے سے بیان کر سکتے ہیں لیکن جب ا کوئی متعین فرد یا صورت کسی قسم کی ہے اور شرط ب بھی اسی طرح متعین ہے ہو سکتا ہے کہ ا ب ہے تو وہ ج ہے ہم کو معلوم ہو بغیر اس کے کہ عمومیت کے ساتھ شرائط ب کا وقوع کونسی قسم میں موضوع ا کے ہو تو محمول ج کو شامل ہوگا یہ معلوم نہ ہو۔ جہاں ایسی صورت[ع] ہو تو صورت شرطیہ حجت کے بیان کے لئے از روئے طبیعت مناسب تر ہے بہ نسبت قیاس کے۔

ہم کو معلوم ہوا کہ اس صورت میں بھی جب کہ مقدم اور تالی کا موضوع ایک ہی ہو شرطیہ کے کبریٰ میں تو تحویل حجت شرطیہ کی قیاس میں ایک واقعی تغیر ہے اس حجت کی طبیعت میں جو استعمال کی گئی ہے اور جہاں دونوں کے موضوع جداگانہ ہوں تو ایسی تحویل محض ظاہری ہوگی اور بہ تکلف (زبردستی توڑ مروڑ سے)۔ کیونکہ اس صورت میں وہ شرط جس پر یہ موقوف ہے کہ ج د ہے ایسی شرط نہیں ہے جو خود ج کی طبیعت میں متحقق ہو کر ثابت کی جاتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ کوئی حد اوسط[(۱)]

ع یعنے وہ صورت جہاں کلیہ معلوم نہ ہو بلکہ اس کے ماتحت کسی فرد یا افراد کا حال معلوم ہو ۱۲۔

(۱) اس وجہ سے جو حجت شرطیہ سے استدلال کیا جائے اس کو بلاواسطہ کہا جا سکتا ہے لیکن اس بیان سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ بلاواسطہ اس وجہ سے ہے کوئی حقیقی حد اوسط موجود نہیں ہے اور اس وجہ سے یہ قیاس سے اختلاف رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی بلاواسطہ ہے کہ جب مقدمے موجود ہوں تو ضرورت انتاج کے لئے کسی اور چیز کی حاجت نہیں رہتی اور اس اعتبار سے قیاس

نہیں ہے۔ بلاشک ایک اتحاد ہے جس میں شرط اور نتیجہ دونوں شامل ہیں اور ایک

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ بلکہ ہر قدم سالم حجت کا جب کما حقہ بیان کر دیا جائے تو بلا واسطہ ہو جاتا ہے لیکن عکس وغیرہ کو جو بلا واسطہ کہا گیا ہے اس کی ایک وجہ اور بھی ہے کہ ہم ایک ہی قضیے سے دوسرا قضیہ پیدا کرتے ہیں (بخلاف قیاس کے) کسی اور شے کی ضرورت نہیں ہے جو انتاج کا واسطہ ہو۔ حجت شرطیہ اس معنے سے بلا واسطہ نہیں ہے مفروض ہے کہ اگر ا ب ہے تو وہ ج ہے میں یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ ا ج ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ ا ب ہے نہ میں یہ انتاج کر سکتا تھا کہ ا ج ہے اس واقعے سے کہ ا ب ہے۔ بغیر مقدمۂ شرطیہ مذکورہ کے بہر طور میں اگر ا ب ہے تو وہ ج ہے سے انتاج کر سکتا ہوں اگر ا ب نہیں ہے تو وہ ج نہیں ہے اس انتاج کے لئے مزید علم کی حاجت نہیں ہے: اور ہم جسے استدلال بلا واسطہ کہتے ہیں اس کی بعض صورتوں کا ماحصل یہی ہے۔

بلاشک استدلال شرطیہ سالم کو ارسطا طالیس نے تسلیم کیا ہے دیکھو کتاب طوبیقیہ باب ۲۸ وغیرہ لیکن وہ سو لو جسموس (قیاس) شرطی نہیں کہتا سو لو جسموس[1] اکس ہائپو تھیسیس قیاس از شرطیات کے معنے اور ہیں یعنی ایک قیاس جو کہ مقدم کو قضیہ شرطیہ کے ثابت کرتا ہے اور اس شرطیہ کو تسلیم کرنے سے نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ فرض کرو کہ اگر ا ب ہے تو ج د ہے پس جو قیاس اس کو ثابت کرے کہ ا ب ہے وہ اس کو بھی ثابت کر دے گا کہ ج د ہے۔ اس کو ثبوت بالشرط کہتے ہیں۔ اسی زمانے میں ایک مقدمہ یونیورسٹی کالج اکسفرڈ اور شہر اکسفرڈ میں دائر تھا (اخبار ٹیمس ۵ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء) کالج کا دعوے یہ تھا کہ وہ ایک پل درمیان دو عمارتوں کے بنا سکتے ہیں جو کہ ایک پتلی سی گلی کے طرفین میں واقع ہیں۔ جس گلی کا نام کوچۂ منطق ہے بغیر اس کے کہ شہر کو کوئی معاوضہ ادا کیا جائے۔ اس امر پہ اتفاق ہوا کہ اگر اراضی کوچۂ منطق کالج کے عطئے میں داخل ہے تو کالج کو حق ہے کہ بلا معاوضہ (بہ متابعت ضوابط تعمیر جن کے وضع کرنے کا شہر کو اختیار ہے) پل تعمیر کر سکتا ہے۔ جو حجت کالج کی طرف سے کی گئی (جس کی بنا پر مقدمے کا فیصلہ ہوا) اس سے یہ ثابت کیا گیا کہ ملکیت اراضی کالج کو حاصل ہے۔ پس کالج نے بنا بر شرط مذکورہ ثابت کیا کہ اس کو پل کے تعمیر کرنے کا بلا کسی معاوضے کے اختیار ہے ۱۲ مصو

[1] یعنے قیاس از مفروض۔

نظام سے تعلق رکھتے ہیں جس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب شرط[1] موثر ہوگی نتیجہ ضرور پایا جائے گا۔ اگر بارش کم ہوگی تو فصل چارہ میں نقصان ہوگا ہم اس کو اس عبارت سے ظاہر کرسکتے ہیں جب گھاس میں رطوبت کی کمی رہے گی نشوونما اس کا جس سے چارہ پیدا ہوتا ہے کم ہوگا۔ اور صورتیں باہمی اتصال کے واقعات کی جو ایک کل کے اجزا ہوں سوائے شرطیہ صورت کے اور صورت میں بیان نہیں کیجا سکتیں بہرطور یہ بحث ہوسکتی ہے کہ استدلال شرطیہ کی ہیئت بعینہ قیاس کی ہیئت نہیں ہے ہم کو نہ چاہیئے کہ اس قسم کی حجت کے سالم ظاہر کرنے کے لیئے زبردستی اس کو قیاس کی صورت میں تحویل کریں۔ اور رفع مقدم اور وضع تالی سے جو مغالطے واقع ہوتے ہیں انکو بعینہ عدم استغراق حد اکبر یا اوسط ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

انفصالی حجت میں ایک مقدمہ قضیہ منفصلہ ہوتا ہے اور دوسرا مقدمہ قضیہ حملیہ قضیہ اولی میں متبادل شقوں سے ایک کو وضع یا رفع کرنا ہوتا ہے۔ ان دو مقدموں سے ایک قضیہ حملیہ بطور نتیجے کے نکلتا ہے جس میں دوسری شق کو رفع یا وضع کرتے ہیں۔ پہلی صورت کو طریق رفع بالوضع اور دوسرے کو وضع بالرفع کہتے ہیں۔

ا یا ب ہے یا ج
ا ب ہے
∴ ا ج نہیں ہے
یا ا ب ہے یا ج د ہے
ا ب ہے
∴ ج د نہیں ہے
ا یا ب ج ہے
ا ج ہے
∴ ب ج نہیں ہے

---

[1] عربی میں اذا وجد الشرط وجد المشروط واذا فات الشرط فات المشروط یعنے جب شرط پائی گئی مشروط پایا گیا جب شرط فوت ہوئی مشروط فوت ہوا ۱۲ مع؛

مثلاً جنون کا مسلط ہونا یا ایک صورت فتور ذہن کی یا مافوق الطبیعی ہے۔
یہ ایک صورت فتور ذہن کی ہے۔
∴ یہ مافوق الطبیعی نہیں ہے۔
یا مذہبی اغراض سے دنیاوی حکومت کی بقا مطلوب ہے یا دنیوی اقتضا سے
پوپ اس کے استمرار کا دعوے کرتے ہیں۔
مذہبی اغراض کے لیئے اس کی بقا مطلوب ہے۔
پوپ دنیوی اقتضا سے اس کے استمرار کے مدعی نہیں ہیں۔
یا نیوٹن نے یا لائبنٹز نے کالکیولس (علم جزئیات وکلیات) کو ایجاد کیا۔
نیوٹن نے ایجاد کیا۔
∴ لائبنٹز نے نہیں کیا۔
۲۔ طریق وضع بالرفع کی صورت یہ ہے
ا یا ب ہے یا ج ہے
ا ب نہیں ہے
∴ ا ج ہے
یا ا ب ہے یا ج د ہے
ا ب نہیں ہے۔
∴ ج د ہے
یا ا یا ب ج ہے۔
ا ج نہیں ہے
∴ ب ج ہے
مثلاً طلائی عہد کی بنا یا تاریخ پر ہے یا امید پر
اس کی بنا تاریخ پر نہیں ہے۔
∴ اس کی بنا امید پر ہے۔
یا خدا (معاذ اللہ) ظالم ہے یا کوئی ابد الآباد کے لیئے معذب نہ ہوگا خدا ظالم
نہیں ہے۔

∴ کوئی انسان ابد الآباد تک معذب نہ ہوگا۔

یا ارسطاطالیس نے یا یوڈیمس نے مقالہ پنجم ششم ہفتم کتاب نیقوماچس علم اخلاق تحریر کیئے ہیں۔

یوڈیمس نے نہیں تحریر کیئے۔

∴ ارسطاطالیس نے تحریر کیئے ہیں۔

اسور مرقومۂ ذیل ملاحظہ طلب ہیں:۔

۱۔ بعض اوقات مناقشہ کہا جاتا ہے کہ طریق وضع بالرفع غیر سالم ہے ایک شق (متبادل) کے ایجاب سے جائز نہیں ہے کہ دوسری شق سے انکار کیا جائے۔ یہ قضیہ انفصالیہ کے مفہوم پر موقوف ہے جو شقیں بیان کی گئی ہیں اگر وہ متخارج ہیں یا حصر تام ہے) تو حجت سالم ہے (۱)۔ اگر نہیں ہے تو سالم نہیں ہے۔ صورت مفروضہ میں اس کی تحقیق سیاق عبارت یا مادہ تصدیق پر موقوف ہے۔ مگر متخارج شقیں پائی جا سکتی ہیں یعنے حصر تام ممکن ہے۔ لہذا اس طریق کی حجت کا سالم ہونا ممکن ہے۔ امثلہ گذشتہ (سابق) میں تیسرے صاف صاف قابل مناقشہ ہے اس لیئے کہ ممکن ہے کہ نیوٹن اور لائبنیٹز دونوں نے بطور خود بلامدد دوسرے کے کالکیولس کا ایجاد کیا اور یہ بالفعل یقین کیا جاتا ہے پہلی مثال میں یہ مفہوم ضمنی ہے کہ اگر ہم کسی اور طرح سے جنی تسلط کی توجیہ کر سکیں تو اس کو فوق الفطرت تاثیر سے منسوب نہ کریں گے بشرطیکہ اس رائے (جنّی تسلط) کے ہم مجاز ہوں اس طور سے حجت سالم رہے گی۔ دوسرے زیادہ مشکوک ہے ممکن ہے کہ کوئی انسان بری نیت سے کوئی کام کرے جس کا کرنا جائز ہے۔ ممکن ہے کہ پوپ حب جاہ کی نیت سے حکومت کا طالب ہو اگرچہ حکومت کا حصول مذہبی اغراض سے درست ہو مقدمتین سے درحقیقت اغراض کا غیر دنیوی ہونا نہیں ثابت ہوتا لیکن ان سے یہ ظاہر ہے کہ ہمکو ضد کے تسلیم کرنے کی جب کہ اور شہادت موجود نہیں ہے حاجت نہیں ہے موجودہ حجت انفصالی کا سالم ہونا فی الواقع شرطیات پر موقوف ہے جو کہ مقدمہ منفصلہ کے مفہوم میں ضمناً شامل ہیں ا یا ب ہے یا ج ہے کا یہ مفہوم ہو سکتا

---

(۱) حجت کا سالم ہونا ممکن ہے اگرچہ نتیجہ کاذب ہو نتیجے کا صدق مقدمۂ صغریٰ کے صدق کو تجویز کرتا ہے ۱۲ مصر

ہے اگر اس میں قابل تحویل نہو تصدیقات شرطیہ ہیں اگر ا ب ہے وہ ج نہیں ہے اگر ا ج ہے وہ ب نہیں ہے اگر ا ب نہیں ہے وہ ج ہے اگر ا ج نہیں ہے وہ ب ہے اگر تبادل شقیں ایک دوسرے کو مانع ہیں تو مفہوم میں چاروں داخل ہیں اور طریق وضع بالرفع سالم ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہم قضیہ ا یا ب ہے یا ج ہے سے یہ قضایا حاصل نہیں کر سکتے کہ اگر ا ب ہے تو وہ ج نہیں ہے۔ اگر ا ج ہے تو وہ ب نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ یا اغراض مذہبی دینوی حکومت کا بقا چاہتے ہیں یا پوپ صاحبوں پر اقتضائے دینوی کا اثر ہے کہ وہ استمرار حکومت کا ادّعا کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اگر اغراض مذہبی اس کو نہیں چاہتے تو ضرور ہے کہ ان (پوپ صاحبان) پر اقتضائے دینوی کا اثر ہو لیکن نہ یہ کہ اگر اغراض دینوی اس کا اقتضا کرتے ہیں تو ان پر دواعی دنیوی کا اثر نہیں ہے۔ اور اس لئے مقدمے سے یہ حجت لانا کہ اغراض مذہبی اس کا اقتضا کرتے ہیں یہ حجت شرطیہ میں مقدم کے رفع سے استدلال کرنا ہے؛

اس معاملے کو یہاں اس نتیجے کے ساتھ چھوڑتے ہیں کہ سالم ہونا طریق وضع بالرفع کا تبادل شقوں کے باہمدگر مانع ہونے پر موقوف ہے اور محض صوری تجویزوں سے اس کے دریافت کا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ان کا باہمدگر مانع ہونا معلوم ہو جائے[1]۔ صورت احتجاج کلیتہً غیر سالم نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ دونوں باہمدگر مانع ہوں نہ کلیتہً سالم ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ نہوں۔ یہ بات ملاحظے کے قابل ہے کہ ما ورا اس شبہ کے جو کہ طریق وضع بالرفع کے سالم ہونے کے بارے میں ہے کسی صورت مفروضہ میں طریق رفع بالوضع کی اہمیت اور وجوہ سے مرجح ہے۔ اکثر ہماری

---

(۱) کہا جا سکتا ہے کہ ہم حجت کو غیر مبہم صورت میں لا سکتے ہیں اگر اس طرح لکھیں ا یا صرف ب ہے یا صرف ج ہے یا ب اور ج دونوں ہے یہ صرف ب ہے ∴ نہ یہ صرف ج ہے نہ ب اور ج دونوں ہے۔ لیکن اس صورت میں کوئی استدلال نہیں معلوم ہوتا کیونکہ جب ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ یہ صرف ب ہے تو ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ج نہیں ہے۔ استدلال اس علم پر مبنی ہے کہ ا ب ہے اور ب اور ج ایک دوسرے کو مانع ہیں اگر پچھلا واقعہ مشکوک ہو اور ہم صرف یہ جانتے ہوں کہ ا ب ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ ج ہے یا نہیں ہے اور صرف اسیقدر ہمکو اطلاع ہے ہم مقدمہ صغریٰ ا ب ہے کی جگہ ایک اور مختلف مقدمہ کہ ا صرف ب ہے نہیں کہہ سکتے مع

یہ غرض ہوا کرتی ہے کہ دوسری شقوں کو باطل کر کے ایک شق کو ثابت کریں بہ نسبت اس کے عکس کے ۔ ایک ملزم جو الزام قتل میں ماخوذ ہے بے شک اس ثبوت پر قناعت کرے گا کہ اور جس نے چاہے ارتکاب جرم کیا ہو اس نے نہیں کیا اور اپنی عدم موجودگی کا ثبوت اس مقصد کے لئے کافی سمجھتا ہے ۔ لیکن عدالت کا مقصد بغیر تحقیق کرنے قاتل کے پورا نہیں ہوسکتا ۔ اور یہی حال کلیۃً حجت انفصالیہ کا ہے اس کا مفید ہونا اس مطلب سے ہے کہ اس سے کیا ثابت ہوسکتا نہ یہ کہ کیا باطل ہوسکتا ہے ۔

(دوم) حجت حملیہ میں اور انفصالیہ میں بھی مقدمۂ کبریٰ میں ایک عام اصل بیان کی جاتی ہے اور نتیجے میں اس کی کسی خاص صورت کا بیان ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص حجت لائے کہ :-

ہر شخص چالیس برس کی عمر میں احمق ہوتا ہے یا طبیب میرا بیٹا چالیس برس کی عمر میں طبیب نہیں ہے ۔

∴ وہ احمق ہے ۔

یا اس مقدمے سے یا خدا (معاذ اللہ) غیر عادل ہے یا انسان ابد تک معذب نہ ہوگا میں یہ نتیجہ نکالوں کہ میں ابد تک معذب نہ ہوں گا ۔

(سوم) حجت انفصالیہ کی ضرب پر ویسا ہی اثر کیف کا ہوتا ہے جو کہ حجت حملیہ پر ہوتا ہے ۔ یعنے صغریٰ یا نتیجے کے ایجاب و سلب سے یہ صنف حجت کی ۔

ا یا ب ہے یا ج

ا ب نہیں ہے

∴ وہ ج ہے

اس ضرب میں مخل اس صنف کے ہیں ۔

ا یا ب نہیں ہے یا ج نہیں ہے

ا ب ہے

∴ یہ ج نہیں ہے

میں ایک شق کو باطل کر کے دوسری شق کو ثابت کرتا ہوں برابر ہے کہ مقدموں سے ہو ۔

ایک مدبر سلطنت یا غیر مخلص ہے یا ناکامیاب ہے۔
بسمارک ناکامیاب نہ تھا۔
میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ وہ غیر مخلص تھا۔
یا خواہ میں یہ نتیجہ نکالوں کہ وہ متدین نہ تھا ان مقدموں سے ایک مدبر سلطنت یا غیر متدین یا ناکامیاب۔
بسمارک کامیاب تھا۔

کوششیں کی گئی ہیں کہ انفصالی حجتیں بھی قیاسی صورت میں تحویل کی جائیں ہم نے ملاحظہ کیا کہ مقدمہ انفصالیہ کے مفہوم میں دو یا شاید چار شرطیات شامل ہوتے ہیں اور ہر حجت انفصالیہ ان میں سے ایک کو مقدمۂ کبریٰ بناکے حجت شرطیہ کی صورت میں بیان کی جاسکتی ہے لیکن جیسے حجت شرطیہ قیاس نہیں ہے اسی طرح ہم حجت شرطیہ کے ذریعے سے حجت انفصالیہ کو قیاس نہیں بنا سکتے نہ ہم اس کو درحقیقہ گویہ حجت شرطیہ بنا سکتے ہیں کیونکہ مقدمہ کبریٰ شرطیہ صرف جز معنی مقدمہ انفصالیہ کو بیان کرتا ہے اس طور سے کہ وہ اضافات جو حجت انفصالیہ میں شامل ہیں جس سے نتیجہ نکالا جاتا ہے ان کے تصور سے جز معنے کا بیان ہوا ہے ۔

اصطلاح[ل] شرطی مدتوں سے مستعمل ہے اس میں وہ جسے اب شرطی کہتے ہیں اور انفصالی دونوں شامل تھے۔ اور شرطی کے لئے اتصالی استثنائی کہا جاتا تھا۔ چند امور یہاں بیان کرنے کے قابل ہیں جن کا ذکر متن میں مناسب نہیں سمجھا گیا تھا۔

۱۔ ترتیب جس میں تبادل شقوں کا بیان انفصالیہ میں ہوتا ہے اس کا لحاظ غیر متعلق ہے اس سے حجت میں کوئی فرق نہیں پڑتا خواہ ہم پہلے کے ایجاب سے ابتدا کرکے دوسرے کا سلب کریں یا دوسرے کا ایجاب کرکے پہلے کا انکار کریں۔

۲۔ انفصال میں دو سے زیادہ ارکان شقیں ہوسکتی ہیں مثلاً یہ صورت ہوسکتی ہے۔ ا یا ب ہے یا ج ہے یا د ہے اس صورت میں اگر صغریٰ حملیہ ہو تو نتیجہ

[ل] واضح ہو کہ استدلال شرطی کو استدلالاً اس طرح بیان کیا کرتے ہیں اگر ا ب ہے تو وہ ج ہے۔ ا ب ہے لہٰذا وہ ج ہے۔ پہلے وجہ ملازمت کو ثابت کرنا چاہئے یعنے کیوں ا ب ہے تو وہ ج ہے

منفصلہ ہوگا اور طریق وضع بالرفع میں اگر صغریٰ منفصلہ ہو تو نتیجہ حملیہ ہوگا۔ مثلاً ا یا ب ہے یا ج ہے ∴ د نہیں ہے۔ لیکن صغریٰ ا نہ ب ہے نہ ج ہے جس کی ضرورت طریق رفع بالوضع میں نتیجہ حملیہ حاصل کرنے کے لیے ہے قضیہ منفصلہ نہیں ہے۔ لیکن ان تفصیلات میں کوئی جدید اصول استدلالی شامل نہیں ہے اور نہ اس کے تتبع کی حاجت ہے صرف اتنی ہی ضرورت جیسے حماست کے لیے کل اختلافات کو عمل میں لائیں جو ممکن الحصول ہیں اس موافقت سے کہ انفصال درمیان دو محمولوں ایک ہی موضوع کے ہے یا موضوعوں میں ایک محمول کے۔ یا دونوں بیان موضوع و محمول میں اختلاف رکھتے ہیں جب کہ ہر ایک ان میں سے یا دونوں ان میں سے ہر صورت میں ایجابی ہیں یا سلبی؛

۳- ایک حجت اس صورت کی ا یا ب ہے یا ج ہے: ج یا د ہے یا ہ ہے ∴ ا یا ب ہے یا د ہے یا ہ ہے انفصالی حجت نہیں ہے لیکن قضیہ منفصلہ کے ایک بازو سے قیاس کو ضم کر دیا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ پھر قضیہ ا ب ہے کو ثابت کرنا چاہیئے جب یہ دونوں ثابت ہو جائیں تو استدلال صحیح ہے ورنہ غلط ہے اور یہی طریق عناد کی صورت میں بھی کام میں لانا چاہیئے مثلاً اگر ا یا ب ہے یا ج ہے ثابت کرنا ہوگا کہ کیوں ایسا ہے اور ایک امر یہاں اور ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ا یا ب ہے یا ج ہے اسی میں حصر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ا نہ ب ہو نہ ج ہو بلکہ د ہو لہذا وجہ حصر کا بیان بھی اس استدلال کی ضروریات سے ہے ۱۲

باب شانزدہم

قیاس مضمر[1] قیاس مرکب و مسلسل اور معارضہ

اس باب میں بعض خاص صورتیں یا طریقے حجت کے بیان کیئے جائینگے یہ کسی جدید اصل قیاس پر مبنی نہیں ہے بلکہ اصول بعینہٖ وہی ہیں جو بیان کیئے جا چکے ہیں مگر بعض وجوہ اور خصوصیات سے قابل تسمیہ و تذکرہ ہیں۔ قیاس مضمر[2] یا مقدر کوئی جدید صورت حجت کی نہیں ہے بلکہ ایک خاص طریقہ حجت کے بیان کرنے کا ہے۔ یہ نام ایسے قیاس کو دیا گیا ہے جس میں صرف ایک مقدمہ مذکور ہو۔ یا ہو سکتا ہے کہ نتیجہ محذوف ہو تقریباً کل قیاسات فی الواقع قیاس مقدر کی صورت میں بیان ہوا کرتے ہیں باستثناء امثلہ کتب منطق یا جب کوئی خاص مناظرہ جاری ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر ہم کسی رکن حجت کو حذف کر دیں تو ہم قیاس استدلال نہیں کرتے صرف اس رکن محذوف کو ہم علانیہ بیان نہیں کرتے۔ قیاس ایک عمل فکری ہے۔ اور اس عمل کے صدور کے لیئے چاہیئے کہ ہم کو تینوں مقدموں کا تحقق فکر میں ہو وہ تین مقدمے جب ہم لفظاً قیاس کو ادا کرتے ہیں تو مذکور ہوتے ہیں۔ جب تینوں مقدموں کا تحقق فکر میں ہو تو قیاس واقع ہوتا ہے کچھ ضرور نہیں ہے کہ لفظاً بھی ان

---

[1] واضح ہو کہ قیاس مضمر کو مفصول المقدمہ بھی کہتے ہیں اگر کبریٰ مفصول ہو تو مفصول الکبریٰ صغریٰ مفصول ہو تو مفصول الصغریٰ نتیجہ مفصول ہو تو مفصول النتیجہ کہتے ہیں مفصول النتائج کے مقابل موصول النتائج ہے وہ جس میں نتائج بیان ہوتے رہیں اس کا ذکر متن میں آئے گا ۱۲ مصر

[2] ارسطاطالیس نے لفظ انتھیم کو ایک بالکل ہی مختلف معنے میں استعمال کیا ہے یعنے ایسے قضایا

کا ذکر ضرور ہو۔ مقدمہ مفصول کا از روئے فکر معلوم ہونا اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ جب کوئی ہمارے استدلال کا مانع ہوتا ہے تو ہم کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہماری حجت کا مانع ہے اگرچہ ہم نے حجت کو لفظاً ادا نہ کیا تھا۔

رکن مفصول ہو سکتا ہے کہ کبریٰ ہو یا صغریٰ یا کبھی نتیجہ مگر یہ کمتر واقع ہوتا ہے میڈیہ صرف مقدمہ صغریٰ کو بیان کرتی ہے اور در صورت خطابی سوال کے نتیجہ[۱]۔ اگر میں حجت لاؤں کہ وہ لوگ زمین کو اچھی طرح کاشت کرتے ہیں جو زمین کی ترقی میں ذاتی غرض رکھتے ہیں لہٰذا وہ کاشت کار جو ملکیت اراضی رکھتے ہیں وہ بہترین کاشت کار ہیں۔ میں مقدمہ صغریٰ کو حذف کر دیتا ہوں اگرچہ استدلال میں استعمال کرتا ہوں کیونکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو پوری

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ جو اکثر صحیح ہیں۔ مثلاً کچی خوراک دیر ہضم ہوتی ہے۔ اس کو اس طرح ثابت کیا جائے کہ کسی خاص کچی خوراک کا سوء ہضم ثابت کر دیا جائے اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ یہ خاص ناپختہ غذا قابل سوء ہضم ہو۔ مگر عموماً ایسے ظنی قضایا سے استدلال کیا کرتے ہیں سیمیون شاید کے معنے خواہ ایک جزئی واقعہ جو ثبوت میں ایک عام کلیے کے پیش ہو سکے کیونکہ اگر وہ قضیہ کلیہ صحیح ہو تو اس سے وہ واقعہ جزئیہ بطور نتیجہ کے نکل سکتا ہے۔ مثلاً ہم کہیں کہ حکیم عادل ہوتے ہیں کیونکہ سقراط حکیم بھی تھا اور عادل بھی اس صورت میں سیمیون سقراط ہے یا اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک واقعہ جزئیہ جو دوسرے واقعہ جزئیہ کے ثبوت میں پیش کیا جائے کیونکہ موجودیت ایسے واقعے کی دلالت کرتی ہے دوسرے واقعے کے پہلے یا بعد یا ایک ہی ساتھ موجود ہونے پر مثلاً کہیں کہ بطاکس سخی ہے کیونکہ صاحب عزم اشخاص باکثر سخی ہوتے ہیں اور بطاکس صاحب عزم ہے اس صورت میں صاحب عزم ہونا شاہد ہے اوسکی سخاوت پر۔ ارسطاطالیس نے لفظ شاہد کو لازم قابل انفکاک اور غیر قابل انفکاک دونوں کے لیئے استعمال کیا ہے۔ اور جہاں کہیں ملزوم ناقابل انفکاک ہے اسکو امارت کہا ہے مثلاً علامات مرض۔ یہ استدلال معلول سے علت پر علمی نہیں ہے۔ جہاں ایسا استدلال کیا جائے وہ صحیح نہیں ہے مثلاً صاحب حمی جلد جلد سانس لیتا ہے لیکن جس شخص کو سرعت تنفس عارض ہو ضرور نہیں ہے کہ اسکو بخار ہو۔ علامات مرض اکثر درست ہوتے ہیں اور امنسے امراض کی تشخیص کیجاتی ہے لیکن یقینی نہیں ہیں۔ اس قسم کے استدلال کو خطابت میں استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ مجالس عامہ کے خطبوں میں برہانی استدلال کی بہت کم توقع ہو سکتی ہے ۱۲

[۱] میڈیہ اوو ڈشاعر کا ایک ناٹک ہے اوسکی ہیروئن میڈیہ نامی ہے۔

حجت باطل ہو جاتی ہے مقدمہ یہ ہے کہ کاشتکار مالک اراضی ذاتی غرض زمین کی ترقی میں رکھتے ہیں۔ کبھی نتیجہ نزاکت اظہار کے خیال سے یا زیادہ تاثیر کلام کے لیئے حذف کر دیتے ہیں جیسے اس یونانی بیت میں

فوکلیدس کا بیان: لبریہ کے لوگ برے آدمی ہیں
نہ یہ ایک فقط نہ وہ ایک فقط بلکہ سب کے سب سوائے پروکلیس کے
اور وہ لبریہ کا باشندہ ہے۔

بے شک ممکن ہے کہ قیاس مضمر از روئے نحو ایک جملہ میں شامل ہو۔ جیسے گونیرل کنگ لیر سے خطاب کرتا ہے

تم۔ چونکہ تم معمر اور محترم ہو چاہیئے کہ دانشور ہو یا رگن اس تماشہ میں ہا۔
میں عرض پرداز ہوں۔ بابا۔ ضعیف ہونے سے ایسے معلوم ہوتے ہو۔

قیاس۔ خواہ مظہر ہو خواہ مضمر ہو فکر کا فعل واحد ہے۔ اسکی تحلیل مقدمتین اور نتیجہ میں ہو سکتی ہے اور نہ اُن اجزا میں جن میں سے ہر ایک فعل فکری ہے۔ مقدمتین خود ممکن ہے کہ نتائج اور افعال فکریہ کے ہوں اور نتیجہ خود دوسرے عمل فکری کا مقدمہ ہو۔ وہ قیاس جو دوسرے قیاس کے کسی مقدمہ کو ثابت کرتا ہے پروسلوجسموس کہلاتا ہے اور وہ قیاس جو دوسرے قیاس کے نتیجہ کو بطور مقدمہ کام میں لاتا ہے اپی سلوجسموس کہلاتا ہے۔ وہ تمام حجت جس میں پروسلوجسموس بطور قیاس مضمر مذکور ہو اوس کو اپی خیریمہ کہتے ہیں۔ وہ حجت جو ذیل میں مندرج ہے اس میں پروسلوجسموس اور اپی سلوجسموس دونوں ہیں اور چونکہ پہلا (پروسلوجسموس) مضمر طور سے بیان ہوا ہے اسلیئے اپی خیریمہ بھی ہے۔ وہ جس کا کوئی مشغلہ نہیں ہے وہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں لے سکتے لہذا اُداس رہتے ہیں کیونکہ وہ لوگ جو کسی شے سے دلچسپی نہیں لے سکتے ہمیشہ اُداس رہتے ہیں کیونکہ خوشی موقوف ہے کامیابی پر اُن اشیا کی افزائش پر جنسے ہم دلچسپی لیتے ہیں۔ پس دولت کوئی کفالت خوشحالی کی نہیں ہے:

خاص امر کزی قیاس یہ ہے

کل وہ لوگ جن کے پاس کوئی شے دلچسپی لینے کے لیے نہیں ہے ناشاد ہیں۔
جو لوگ کوئی مشغلہ (پیشہ) نہیں رکھتے اُن کے پاس کوئی شے دلچسپی لینے کو نہیں ہے

∴ جو لوگ کوئی مشغلہ نہیں رکھتے ناشاد ہیں۔
مقدمہ کبریٰ پروسلوجسموس سے اسطرح ثابت کیا گیا ہے
خوشنود آدمی وہ ہیں جو افزونی سے اُن اشیا کی جنسے وہ دلچسپی لیتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔
جو لوگ کوئی شے دلچسپی لینے کو نہیں رکھتے وہ ہمیش کرنے سے اُن چیزوں کی جنسے دلچسپی لیتے ہیں کامیاب نہیں ہوتے۔
∴ جو لوگ ایسی شے نہیں رکھتے جس سے دلچسپی لیں ناشاد ہیں
اپی سلوجسموس اس طرح اضافہ کیا گیا ہے
وہ جو کوئی مشغلہ نہیں رکھتے ناشاد ہیں
دولتمند کوئی مشغلہ نہیں رکھتے
∴ دولتمند ناشاد ہیں۔

ایسی صورت میں ہم ایک سلسلہ حجتوں کا رکھتے ہیں جن میں کئی مراتب پورے پورے بیان نہیں کئے جاتے۔ اگرچہ مقدمات جو ترتیب فکریہ کے کامل کرنے کے لئے قیاس مضمر کی صورت (ذہن) میں پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ سلسلے حجتوں کے خواہ کتنے ہی طولانی ہوں اور ترکیب بیان میں بھی اختلافات ہوتے ہیں جو جدا گانہ مراتب کی ماہیت پر موقوف ہیں، جن میں قیاس مرکب کی تحلیل ہوسکتی ہے اور ہر نوع اختلاف کے لیئے علیحدہ علیحدہ نام تجویز کرنا تکلف محض اور فضول ہے۔ لیکن ایک نوع زیادہ قابل لحاظ اور معروف ہے جس کو منطقیوں نے قیاس مسلسل کے نام سے نامزد کیا ہے۔

قیاس مسلسل وہ ایک قیاس ہے شکل اول میں جس میں متعدد حدا وسط ہوتے ہیں یا اس اعتبار سے کہ قیاس صرف اسی کو کہہ سکتے ہیں جس میں عمل فکر واحد ہو اسکو کثیر القیاس کہیں لیکن شکل اول میں جس میں نتائج متوسط مضمر ہوتے ہیں۔ علامتوں میں اسکی صورت یہ ہے

ا	ب	ہے
ب	ج	ہے
ج	د	ہے

د ہ ہے
ہ ف ہے
∴ ا ف ہے

ملاحظہ ہو گا کہ ہم اس سلسلہ میں صغریٰ سے ابتدا کرتے ہیں اور ہر مقدمہ مابعد بہ نسبت مقدمہ ماقبل کبریٰ[۱] ہے۔

کم سے کم دو مرتبہ ہونا چاہیے ہیں لہٰذا قیاس مسلسل میں کم از کم تین مقدمات کی ضرورت ہے ورنہ سلسلہ قیاسات پیدا نہیں ہو سکتا دو سے زیادہ خواہ کتنے ہی مراتب ہوں۔ مقدموں کی تعداد میں مراتب سے ہمیشہ ایک کا اضافہ رہے گا جس مراتب میں حجت کی تحلیل ہو سکتی ہے مختصر سلسلہ کثیر الوقوع ہیں۔ ایک نہایت معروف مثال مراسلہ رومیوں کے نام (انجیل مقدس) میں پائی جاتی ہے جن کو وہ پہلے سے جانتا تھا اونکی

سلسلہ قیاس مؤلف میں اکثر قضیے اسطرح پوشیدہ ہوتے ہیں کہ اگر اُنکا عکس یا اور کوئی تغیر کیا جائے تو اصلی صورت قضیہ کی ظاہر ہو مثلاً اسی قضیہ میں دولتمند ممکن ہے کہ ناشاد ہوں یہ اس قضیہ کی بدلی ہوئی صورت ہے دولت خوشی کی کفیل نہیں ہے سوریٹس کے معنی انبار کے ہیں۔

(۱) ایک سلسلہ قیاسات جسمیں قیاس مابعد کے مقدمہ کو قیاس ماقبل ثابت کرے اوسکو کثیر القیاس کہتے ہیں اور ہر ایک مرتبہ میں جو قیاس ہے وہ قیاس واحد ہے۔

(۲) ایک سلسلہ کے قیاسات کی ترتیب بدل دیں کبریٰ سے ابتدا کریں اور ہر قضیہ مابعد بطور صغریٰ کے ہو تو ایسے قیاس مرکب کو گوکلین کہتے ہیں جو سولھویں صدی کے خاتمہ پر مقام ماربرک میں پروفیسر گوکلینس نے پہلے پہلے اس قسم کے استدلال کی طرف متوجہ کیا۔ لیکن گو کہ اسکا ملاحظہ اہم ہے کہ جس سلسلہ سے قیاس (سوریٹس) میں مقدمات ترتیب دیے جاتے ہیں وہ بالکل اُسکے خلاف ہے جس کا رواج سادہ قیاس میں ہے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ترتیب کے عکس سے استدلال میں کوئی فرق آتا ہے یا یہ کہ گوکلین قیاس مرکب بذات خود کوئی بڑی اہمیت رکھتا ہے گوکلین کو قیاس مرکب جبی کہتے ہیں بمقابلہ اوسکے ارسطاطالیسی قیاس مرکب مستقیم ہے۔ ارسطاطالیس نے اس سے بحث نہیں کی اگرچہ علوم میں اسکے وقوع کو یقینی تسلیم کیا ہے لہٰذا قیاس مرکب مستقیم کو ارسطاطیلسی کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ سر ولیم ہملٹن کا بیان ہے کہ اس اصطلاح کا پتہ مجھکو پندرھویں صدی کے وسط سے پیشتر نہیں ملتا جبکہ لارنٹیس والا کی کتاب ڈیالکٹکا شایع ہوئی تھی۔ سولھویں صدی کے بعد اسنے اسکو منطق کی کتابوں میں جگہ دی تھی ۱۲ مصنف

تقدیر کا فیصلہ پہلے ہی کر دیا تاکہ وہ اُس کے برگزیدہ مسیح پر ایمان لائیں... جنکی قسمت کا فیصلہ
پہلے سے کر دیا تھا اُنکو بلایا - اور جن کو اُسنے بلایا اُن کے ساتھ عدل کیا اور جنکے ساتھ اُسنے
عدل کیا ان کو جلال بخشا - طولانی سلسلہ کی مثالیں کمتر ملتی ہیں - نہ اسوجہ سے کہ طولانی سلسلہ
استدلال کے کمیاب ہیں بلکہ اسوجہ سے کہ متوالی مراتب عموماً صورت واحدہ پر باقی
نہیں رہتے - لائیبنیٹز کے حصہ دوم اعتراف **طبیعت خلاف** (دہریت) جو کہ ۱۶۶۸ء
میں لکھا تھا اس میں مادہ کی ماہیت کے متعلق وہ مسائل جن سے حکیم موصوف نے من بعد
رجوع کیا تھا درج ہیں - اس میں نفس انسانی کے بعد خرابی بدن باقی رہنے کا ثبوت
قیاس مسلسل کی صورت میں ہے - لیکن اکثر مقدمات کی توجیہ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہے -
مندرجہ ذیل نقل ہیں وہ مقدمات جو قیاس مسلسل میں داخل نہیں ہیں اُنکو ہم نے حاشیہ میں لکھدیا ہے
اور بعض حذف کر دئے گئے ہیں -

۱- نفس انسانی ایک ایسی شے ہے جس کی فعلیت تعقل ہے -
۲- وہ شے جس کی فعلیت تعقل ہے ایسی شے ہے جس کی فعلیت بلا واسطہ مفہوم ہوتی ہے
بغیر استحضار اُس کے اجزا کے
۳- وہ شے جس کی فعلیت بلا واسطہ مفہوم ہوتی ہے بلا استحضار اُسکے اجزا کے ایسی شے ہے
جس کی فعلیت اجزا نہیں رکھتی
۴- ایسی شے جس کی فعلیت[۴] اجزا نہیں رکھتی ایسی شے ہے جسکی فعلیت حرکت نہیں ہے
۵- ایسی شے جسکی فعلیت حرکت نہیں ہے وہ شے جسم نہیں ہے
۶- وہ شے جو جسم نہیں ہے وہ متحیز نہیں ہے -
۷- جو شے متحیز نہیں ہے وہ صالح حرکت نہیں ہے -

۴- کیونکہ ہر حرکت قابل تجزیہ ہے -
۵- کیونکہ فعلیت جسم کی دائماً حرکت ہے -
۶- کیونکہ جسم کی حد (تعریف) ممتد ہونا (قابل ابعاد ہونا)
۸- کیونکہ تحلیل حرکت اجزا رہے -
۹- کیونکہ فاسد ہونا انحلال انتہائی باطنی اجزا کا ہے -

۸- جو شے صالح حرکت نہیں ہے وہ ناقابل تحلیل ہے
۹- جو ناقابل تحلیل ہے وہ ناقابل فساد ہے۔
۱۰- جو ناقابل فساد ہے وہ غیر فانی ہے۔

ہم امثلہ سے تجاوز کر کے صورت حجت اور اُس کے سالم ہونے کے ضوابط کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو گا کہ ہر مقدمہ کا محمول مقدمہ مابعد کا موضوع ہے۔ اور موضوع اور محمول مقدمہ اولیٰ اور آخر کا موضوع اور محمول نتیجہ کے ہیں۔ کیونکہ ہر مقدمہ صغریٰ ہے مابعد کا اور کبریٰ ہے ماقبل کا اور چونکہ ہم تمام حجت کے صغریٰ سے ابتدا کرتے ہیں ہر حد اوسط محمول ہے ایک مقدمہ کا اور موضوع ہے مابعد کا

پس معلوم ہوا کہ

(۱) کوئی مقدمہ سوائے اول کے جزئیہ نہیں ہو سکتا اور

(۲) کوئی مقدمہ سوائے اخیر کے سالبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ شکل اول میں صغریٰ کا موجبہ ہونا اور کبریٰ کا کلیہ ہونا ضرور ہے اب چونکہ ہر مقدمہ سوائے اخیر کے صغریٰ ہے بہ نسبت مابعد کے اور ضرور ہے کہ موجبہ ہو اور ہر مقدمہ سوائے اولیٰ کے کبریٰ بہ نسبت ماقبل لہذا ضرور ہے کلیہ ہو یہ واضح تر ہو جائیگا اگر ہم قیاس مسلسل کو قیاسات جن سے قیاس مسلسل مرکب ہے تحلیل کریں۔

ا ب ہے
ب ح ہے
ح د ہے
د ہ ہے
ہ ف ہے
∴ ا ف ہے

(۱) ا ب ہے
(۲) ب ج ہے
∴ ا ج ہے
(۳) ح د ہے
∴ ا د ہے
(۴) د ہ ہے
∴ ا ہ ہے
(۵) ہ ف ہے
∴ ا ف ہے

یہ ظاہر ہے کہ اگر پہلا مقدمہ جزئیہ ہوتا تو نتیجہ شکل اول کا جزئیہ ہوتا یہ بجائے

صغریٰ کے ہے دوسرے قیاس کے تیسرے مقدمہ کے لئے اُس کا نتیجہ بھی جزئیہ ہوتا اور اسی طرح بالآخر پورے قیاس مسلسل کا نتیجہ بھی جزئیہ ہوتا لیکن اگر کوئی اور مقدمہ بھی جزئیہ ہوتا تو جس قیاس میں یہ ہوتا اُس میں عدم استغراق حد اوسط ہو جاتا۔

۲۔ کبریٰ سے ابتدا کر کے

(۵) ہ ف ہے

(۴) د ہ ہے

∴ د ف ہے

(۳) ج د ہے

∴ ج ف ہے

(۲) ب ج ہے

∴ ب ف ہے

(۱) ا ب ہے

∴ ا ف ہے

یہاں اگر مقدمہ اخیر (ہ ف ہے) سالبہ ہوتا تو اُس قیاس کا نتیجہ جس میں یہ کبریٰ ہے سالبہ ہوتا[1] یہ کبریٰ ہوتا مقدمہ ج د ہے کا اسلئے اسکے بعد کا نتیجہ بھی سالبہ ہوتا اور بالآخر پورے قیاس مسلسل کا نتیجہ سالبہ ہوتا۔ لیکن اگر کوئی مقدمہ بھی سالبہ ہوتا تو جس قیاس میں یہ ہوتا اُس میں فساد استعمال حد اکبر واقع ہوتا۔ پس ضابطہ قیاس مسلسل کے پہلی شکل[2] کے شرائط انتاج ہیں۔

---

[1] سالبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ کا عکس بسیط ہو سکتا ہے اگر پہلا مقدمہ موجودہ جزئیہ ہو اور عکس کیا جائے تو قیاس مسلسل تیسری شکل کے قیاسوں میں تحلیل ہو جائیگا۔ اور سالبہ کلیہ اخیر مقدمہ ہو اور اس کا عکس کیا جائے تو قیاس مسلسل دوسری شکل کے قیاسوں میں تحلیل ہو جائیگا۔ تاہم سوائے اس قضیہ معکوسہ کے حد اوسط اول کر آخر تک اُسطرح ہونگے جسطرح پہلی شکل میں ہوتے ہیں سلسلہ مقدمات سے دوسرے یا تیسرے شکلوں میں قیاس مسلسل نہیں بنتا کیونکہ اس صورت میں حدود اوسط کا سلسلہ نہو گا بلکہ پورے سلسلہ کا ایک حد اوسط ہو گا پس جونہی ہم دو مقدموں کے نتیجہ کو مابعد کے مقدمہ سے متصل کرینگے (مغالطہ) بقیہ حاشیہ صفحہ مابعد۔

قیاس مسلسل اور دوسرے مرکب قیاسوں میں یہ فرق ہے کہ نہ صرف ایک مقدمہ ہر مرتبہ
احتجاج بدسوائے ایک مرتبہ کے مقدر رہوتا ہے بلکہ درمیانی نتائج جن سے نتیجہ آخر تک
رسائی ہوتی ہے سب کے سب مقدر ہوتے ہیں کیونکہ نتیجہ ایک حجت کے مابعد کا مقدمہ
مقدر ہوتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے منطقیوں نے اس کی طرف خاص توجہ کی ہے۔

تعارض ڈائلیمہ ایک ہی حجت میں شرطیہ اور منفصلہ استدلال کو ربط دیتے ہیں
عموماً یہ ایک حجت ہے جس کا ایک مقدمہ قضیہ منفصلہ ہوتا ہے اور دوسرے قضایا
شرطیہ ہوتے ہیں جو منفصلہ کی دونوں شقوں سے ہر ایک کے ساتھ مل کے ایک ناگزیر
دشوار نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔

ایک صورت میں یعنی معارضہ عنادیہ بسیط میں ممکن ہے کہ انفصال مقدمہ شرطیہ
کی تالی میں ہو اور دوسرا مقدمہ حملیہ ہو جو منفصلہ[1] کی دونوں شقوں کا انکار کرتا ہے۔
ہم معارضہ کی تعریف اسطرح کرتے ہیں جس میں یہ صورت بھی داخل ہو جائے۔
کہ وہ ایک حجت شرطیہ ہے جس سے دو شقیں پیدا ہوتی ہیں ہر شق سے ایک امر
ثابت ہوتا ہے جو خصم کے خلاف ہے۔ خواہ نتیجہ ایک ہی ہو خواہ کوئی شق تسلیم
کی جائے یا مختلف ہو پہلی صورت میں معارضہ بسیط ہے دوسری صورت میں
ملتف ہے اگر مقدمہ شرطیہ کے مقدم کو وضع کر کے تالی کو وضع کریں تو لزومیہ ہے
اور اگر تالی کو رفع کر کے مقدم کو رفع کریں تو عنادیہ ہے۔

اول لزومیہ بسیط

اگر ا ب ہے۔ لا ف ہے اور اگر ج د ہے لا ف ہے
لیکن یا ا ب ہے یا ج د ہے
∴ لا ف ہے[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حدود اربعہ کا نقص ہو جائیگا۔ پس قیاس مسلسل کا انحصار ہے
شکل اول پر اگرچہ تحلیل سے دوسری یا تیسری شکل پیدا ہو جائے ۱۲ مم

[1] مقدمہ شرطیہ کو کبھی کبریٰ بھی کہتے ہیں بموجب اصطلاح قیاس شرطی کے اور دوسرے مقدمہ کو صغریٰ کہتے ہیں ۱۲ مم

[2] مقدم اور تالی ممکن ہے کہ سب کا ایک موضوع ہو (اگر ا ب ہے یہ د ہے اور اگر یہ ج ہے تو یہ د ہے)

ایک لشکر کے عقب میں دریا ہے سامنے غنیم کی فوج ہے اگر میدان داری کرتے ہیں یا غنیم کی تلوار سے قتل ہوتے اگر پیچھے ہٹتے ہیں دریا میں غرق ہوتے ہیں یا وہ میدان داری کر سکتے ہیں یا پیچھے ہٹ سکتے ہیں دونوں صورتوں میں موت لازمی ہے ۔ یہ تعارض بسیط کی مثال ہے مگر دشواری میں کلام نہیں ہے ۔

(دوم) الزومیہ ملتف

اگر ا ب ہے ٭ ف ہے اور اگر ج د ہے رح ہے
لیکن یا ا ب ہے یا ج د ہے
∴ یا ٭ ف ہے یا رح ہے

ہم اسطرح احتجاج کر سکتے ہیں اور یہ بھی بدقسمتی سے تعارض ہے جس سے مفر دشوار ہے ؎ ۔

اگر اخبار پر احتساب (سنسر شپ) ہے تو جو خرابیاں ظاہر ہونا چاہیے ہیں وہ مخفی رہیں گی ۔ اگر احتساب نہیں ہے سچائی احساس[1] پر قربان ہو جائیگی لیکن یا احتساب ہونا چاہیے یا نہ ہونا چاہیے ۔

یا خرابیاں جنکا اظہار ہونا چاہیے مخفی رہجائیں گی یا سچائی احساس پر قربان ہو جائیگی

(سوم) عنادیہ بسیط

اگر ا ب ہے یا ج د ہے یا ٭ ف ہے
مگر نہ ج د ہے نہ ٭ ف ہے
∴ ا ب نہیں ہے

اس قسم کا تھا وہ احتجاج زینون[2] کا جس سے اُس نے بطلان حرکت یا ہم اسطرح

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یا ایک صورتمیں وہی موضوع ہو اور دوسری صورت میں مختلف موضوع ہو اور مقدمہ صغری میں بھی اسی کے موافق اختلاف ہوگا ۔ یہ طول لاطائل ہے کہ ہر مرتبہ جملہ اختلافات بیان کئے جائیں جن میں کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے ۱۲ مع

[1] احساس سے یہاں جوشش یا شورش مراد ہے ،،

[2] زینون ایک حکیم یونانی کا نام ہے جو فرقہ رواقیئین کا سرخیل تھا ۱۲ مع

کھیں عدم معقولیت حرکت کو ثابت کیا تھا - اگر کوئی جسم متحرک ہے تو یا وہ جسم اُس مکان میں حرکت کریگا جہاں وہ موجود ہے یا اُس مکان میں جہاں وہ موجود نہیں ہے
لیکن نہ جسم اُس مکان میں متحرک ہوسکتا ہے جہاں موجود ہے نہ اُس مکان میں جہاں موجود نہیں ہے
∴ جسم متحرک نہیں ہوسکتا -

بطور دیگر اگر ا ب ہے ج د ہے اور ہ ف ہے
لیکن یا ج د نہیں ہے یا ہ ف نہیں ہے
∴ ا ب نہیں ہے -

ایک لبرل کو ۱۸۸۵ء میں یقین تھا کہ گلیڈ اسٹون کا ہوم رول بل بہترین اغراض ملک کے لئے خطرناک ہے لیکن وہ اپنے پیشوا کا ایسا فدائی تھا کہ مقابلہ کرنا دشوار تھا وہ اسطرح احتجاج کرسکتا تھا - اگر میں سیاسیات میں مشغول رہوں تو یا اپنے یقین کے خلاف عمل کروں یا اپنے فرقہ کا مقابلہ کروں -
لیکن اب نہ میں اپنے یقین کے خلاف عمل کرسکتا ہوں نہ اپنے فرقہ کا مقابلہ
∴ پس سیاسیات میں میری مشغولی نہیں باقی رہسکتی -

(چہارم) عنادیہ ملتف

اگر ا ب ہے ہ ف ہے اور اگر ج د ہے ز ح ہے
لیکن یا ہ ف نہیں ہے یا ز ح نہیں ہے
∴ یا ا ب نہیں ہے یا ج د نہیں ہے -

ایک قوم جو مثل برطانیہ کے نو آبادیاں رکھتی ہے وہ اسطرح احتجاج کرسکتی ہے
اگر ہم اپنی نو آبادیوں کو حکومت خود اختیاری دیں تو ہم اُن کو طاقتور بنا دیں گے
اگر ہم حکومت اختیاری کے مانع ہوں تو ہم اُن کو اپنا دشمن بنا لیں گے -
لیکن ہم کو نہ چاہئے کہ اُن کو طاقتور بنائیں یا ہم کو نہ چاہئے کہ اُنکو اپنا دشمن بنائیں
∴ یا ہمکو نہ چاہئے کہ اُنکو حکومت خود اختیاری دیں یا ہمکو نہ چاہئے کہ اُنکی اس کوشش کے مانع ہوں -

[بعض اوقات کھا جاتا ہے کہ تعارض عنادیہ ہمیشہ ملتف ہوتا ہے اور جو حجتیں

(سوم) کے تحت میں دیگئی ہیں اُن کو تعارض نہ کہیں گے۔
مینسل کی تعریف (جو بتابعت ہوئیٹلی کے ہے اور دوسروں نے بھی اختیار کی ہے) وہ صریحاً عنادیہ بسیط کو اس تعریف سے خارج کرتا ہے اس کی رائے سے (الدرک صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱) تعارض ایک ایسا قیاس ہے جس کا مقدمہ کبریٰ شرطیہ ہو مع ایک سے زائد مقدم اور صغریٰ عنادیہ کے۔
تعارض عنادیہ رفع تالی سے جاری ہوتا ہے اور مقدم کو رفع کرتا ہے اگر ایک سے زائد مقدم ہوں تو نتیجہ ضرورتاً منفصلہ ہوگا۔ بعض مصنفین نے تعارض عنادیہ بسیط کو تسلیم کیا ہے۔ اور صورت دوم کی جو مثالیں اوپر تحریر ہوئی ہیں اُن کا خارج کرنا بہر طور سخت دشوار ہے۔
لزومیہ بسیط (اگر ا ب ہے ہ ف ہے اور اگر ج د ہے ہ ف ہے اس طرح لکھا جا سکتا ہے)۔

اگر ا ب ہے یا ج د ہے ہ ف ہے
لیکن یا ا ب ہے یا ج د ہے
∴ ہ ف ہے

عنادیہ بسیط اس طرح چلتا ہے

اگر ا ب ہے ج د ہے اور ہ ف ہے
لیکن یا ج د نہیں ہے یا ہ ف نہیں ہے
∴ ا ب نہیں ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے کے مقدمہ شرطیہ میں انفصال ہے دوسرے کے مقدمہ شرطیہ میں نہیں ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا اصلی فرق نہیں معلوم ہوتا جس سے ایک تعارض ہو اور دوسرا نہ ہو۔ پہلے میں دونوں شقوں سے ایک کو یا دوسرے کو وضع کرنا چاہیئے اور جس کسی کو وضع کریں وہی نتیجہ نکلیگا کیونکہ از روئے منطق کسی شق کو وضع کرنے کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔ دوسری میں دونوں شقوں سے کسی ایک کو رفع کرنا چاہیئے اور جس کسی کو رفع کریں نتیجہ وہی ہوگا کیونکہ از روئے منطق کسی شق کے رفع کرنے کا یہ نتیجہ ہے۔ اصل ماہیت تعارض کی یہ ہے کہ خصم کے سامنے

ایسی شقیں پیش کیجائیں جن میں سے ہر ایک ناگزیر اور ناگوار ہے وہ تعریف دیکھو جو مینسل نے کیسو ورس سے نقل کی ہے اور اس لئے وہ مثال جو زینون سے دیگئی ہے بطلان حرکت کے متعلق اوس کو تعارض کہنے میں کوئی مضایقہ نہیں معلوم ہوتا۔ یہ سچ ہے کہ اس کا دوسرا مقدمہ ہرگز منفصلہ نہیں ہے لیکن منفصلہ کا سلب ہے یہ مقدمہ دونوں شقوں سے ایک کے صدق کا ایجاب نہیں کرتا لیکن دونوں کے کذب کا ایجاب کرتا ہے لیکن پوری حجت مرکب ہے شرطیہ اور منفصلہ سے اور خصم کو ایک گوشہ میں لا کے تردیدات کے ذریعہ سے ایک شق پر محصور کردیتا ہے۔ اگر ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ جسم حرکت کرتا ہے تو ہم دو قضیوں سے ایک کو اختیار کریں گے اور دونوں صریح البطلان ہیں اور یہ ایک عمدہ مثال ہے کہ ایک طرف تو دیو ہے اور دوسرے طرف سمندر (مفر کسی طرف سے نہیں ہے)

تعارض لزومیہ بسیط ایک حجت شرطیہ ہے طریق وضع میں اس کے مقدمہ شرطیہ کا مقدم منفصلہ اور تالی بسیط ہے لہذا ضرور ہے کہ دوسرا مقدمہ منفصلہ اور نتیجہ بسیط ہو۔ تعارض عنادیہ بسیط اس صورت کا جو پہلے تحریر ہوئی سے ہے۔ ایک حجت شرطیہ ہے طریق رفع میں۔ اس کے مقدمہ شرطیہ کا مقدم بسیط ہے اور تالی منفصلہ ہے۔ لہذا دوسرا مقدمہ ضرور ہے قضیہ منفصلہ کا سلب (رفع) ہو اور نتیجہ سلب (رفع) بسیط۔ لیکن رفع قضیہ منفصلہ کا حملیہ ہوتا ہے۔ درحالیکہ وضع (ایجاب) اس کا قضیہ منفصلہ ہوتا ہے۔ لہذا وہ فرق جو تعارض کے نام سے اس صورت استدلال کو نامزد کرنیکا باعث ہوا۔ لیکن اُسکی موازنات کیساتھ لزوم بسیط درست اور صاف معلوم ہوتی ہے۔ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ عنادیہ بسیط کی دو صنفیں ہیں پس لزومیہ کی ایک ہی صنف کیوں ہوئی۔ جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعارض عنادیہ میں اگر مقدم کا بطلان کیا جائے تو اس کے صدق کے دو تالی ہوتے ہیں جن میں سے ایک کو یا دوسرے کو میں رفع کرسکتا ہوں یا اوس کا صدق ایک تالی کو شامل ہے یا دوسری کو دونوں کو میں رفع کرسکتا ہوں اور ہر صورت میں ایک انفصال شامل ہے تعارض لزومیہ میں میں تالی کو ثابت کرسکتا ہوں دونوں مقدم اُس کے صدق کو شامل ہیں میں دونوں کو وضع کرسکتا ہوں یا اگر ایک دونوں مقدموں سے اُسکے

صدق کو شامل ہے ایک کو یا دوسرے کو میں وضع کر سکتا ہوں لیکن اس حالت میں پہلی صورت تعارض نہیں ہے کیونکہ انفصال کہیں نہیں ہے :

اگر ا اور ب سچ ہیں ج سچ ہے لیکن ا اور ب سچ ہیں

ج سچ ہے ۔ یہ معلوم ہو گا کہ اس حد تک چونکہ ایسی کوئی شے نہیں ہے جسے تعارض عنادیہ بسیط کہتے ہیں ۔ اُس کی دو صورتیں ہیں بمقابلہ ایک ہی صورت کے جس کو تعارض لزومیہ بسیط کہیں)

کبھی کہا جاتا ہے کہ تعارض ایک غیر سالم صورت احتجاج ہے ۔ اس خاصیت میں یہ کل استدلال کے ساتھ شریک ہے کہ اگر مقدمے سچے نہوں تو اس کی کوئی مادی قیمت نہیں ہے ۔ لیکن صورت کے اعتبار سے یہ بالکل سالم ہے اور اگر کوئی خاص ضعف اس میں ہے تو وہ یہ ہو سکتا ہے کہ سچے مقدمے اس استدلال کے جاری کرنیکے لیے خاص دشواری سے بہم پہونچتے ہیں۔ اگر ایک شق بعینہ دوسری کی نقیض نہو تو انفصال حقیقی عموماً مشکل ہوتا ہے ۔ یہی راستہ تعارض کی دشواری سے نکلنے کا ہے ۔ اسی دشواری کی وجہ سے تعارض کے قابل اعتماد نہونے کا مظنہ ہوتا ہے ۔

اُن دو شقوں کے علاوہ جن میں سے ایک یا دوسری کے اختیار کرنے پر خصم مجبور کرتا ہے اور کسی شق کا ثابت کرنا تعارض کی دونوں شاخوں سے نکلجانا کہتے ہیں ۔ وہ دونوں شقیں دونوں شاخیں ہیں جن میں تم محصور ہو ۔

زینون کے تعارض کے جواب میں کہا گیا ہے کہ کیوں نہیں جائز ہے کہ جسم نہ اپنے مکان میں ہو نہ غیر مکان میں بلکہ دونوں کے مابین ہو ۔ اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا یہ اس اشکال کا قابل اطمینان حل ہو گیا کیونکہ جو لوگ یہ جواب دیتے ہیں ۔ اُن کو سخت مشکل پیش آئیگی اگر دریافت کیا جائے کہ مابین اپنے مکان اور غیر مکان کے وہ کہاں ہے اگر وہ کسی اور مکان میں نہیں ہے تو اتصال مکان میں طفرہ واقع ہو گا ۔ خیر جو کچھ ہو مگر زینون کے تعارض کی شاخوں سے نکلنے کی ایک کوشش پائی جاتی ہے ۔

اور دو طریقے تعارض کے مقابلہ کے لئے ہیں جن کے نام لطافت سے

خالی نہیں ہیں ایک معارضہ یہ ہے کہ ایک اور تعارض پیدا کرنا جس کا نتیجہ نقیض دعوے کی ہو قدیم لطیفہ پروطاغورس یواثلوس جس کے ذکر کئے بغیر تعارض کا ذکر ہی ناتمام رہتا ہے معارضہ کی عمدہ مثال ہے پروطاغورس نے یواثلوس کو علم ریطوریقیہ کے سکھانے کا ایک مقدار فیس کی ادائی پر معاہدہ کیا تھا اقرار یہ تھا کہ نصف فیس تعلیم کے ختم ہونے پر ادا کیجائیگی اور نصف جب یواثلوس پہلا مقدمہ عدالت میں جیت جائے واجب الادا ہو گی۔ پروطاغورس نے دیکھا کہ یواثلوس وکالت شروع نہیں کرتا معلوم ہوتا ہی کیونکہ فیس تعلیم دبا لینے کی نیت ہے ۔ لہذا عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ صاحبان جوری سے اسطرح بحث کی کہ یواثیلوس کو فیس ادا کرنا چاہیئے۔ کہ اگر وہ مقدمہ ہار جائے تو عدالت کے فیصلہ کی بناء پر اس کو ادا کرنا چاہیئے اور اگر وہ جیت جائے تو معاہدہ کی بناء پر اوس کو ادا کرنا چاہیئے

یا وہ مقدمہ ہار جائیگا یا جیت جائیگا

∴ اُس کو ادا کرنا چاہیے ۔

یواثیلوس نے اس طرح معارضہ کیا

اگر میں یہ مقدمہ جیت جاؤں تو مجھکو حسب فیصلہ عدالت نہ ادا کرنا چاہیئے اگر میں ہار جاؤں تو حسب المعاہدہ مجھکو نہ ادا کرنا چاہیئے ۔

یا میں جیت جاؤنگا یا ہار جاؤنگا

∴ مجھکو نہ ادا کرنا چاہیئے ۔

یہ ملاحظہ ہو گا کہ اس معارضہ میں مقدمہ کبریٰ میں تالی کے نقیض سے معارضہ کیا ہے تعارض عنادیہ میں طریق عمل اس کے موازی اسطرح ہو گا کہ مقدم کا نقیض لیا جائے لیکن صرف یہی ایک طریقہ معارضہ کا نہیں ہے۔ وہ تعارض پیدا کرنا جس سے نقیض دعوی نتیجہ نکلے معارضہ خواہ مقدمہ کچھ ہی کیوں نہوں ۔ نہ ہر تعارض کا معارضہ اس طریقہ سے یا کسی دوسرے طریقہ سے ہو سکتا ہے ۔ نہ اس طریقہ سے اسلئے کہ شرایط متبادلہ (شقیں) ہمیشہ ایسی نہیں ہوتیں جن کے ساتھ تم نقیض تالی کو ربط دیسکو ۔ اور

جب کسی تعارض کا معارضہ کیا جاتا ہے تو دو امروں سے ایک واقع ہوتا ہے۔ یا جس طرح (مثال گذشتہ میں) موقعہ احتجاج میں کوئی عنصر تناقض کے قابل موجود ہو قدمانے ایسے موقعہ کے تلاش کرنے میں سعی بلیغ اور ذکاوت صرف کی ہے جس میں ہماری فکر اولجھ جاتی ہے کہ ایک ہی مسئلہ کے دو متناقض حل ماننا پڑتے ہیں اور دونوں کی قوت مساوی ہے۔
اسی قبیل سے ہیں وہ مشہور سفسطہ کاذب اور گھڑیال کے ہیں۔ ایمنیدس جو کریطہ کا رہنے والا تھا اوس نے کہا کہ کریطہ کے کل باشندے کاذب ہیں آیا وہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ کہتا ہے بالفرض کریطہ کے کل باشندے کاذب ہیں۔ ایک گھڑیال نے ایک بچہ کو چرالیا تھا اور ماں سے کہا کہ اگر تم یہ بوجھ لو کہ میں بچہ کو دیدوں گا یا نہیں تو میں بچہ دیدونگا۔ اب اگر ماں کہتی ہے کہ تم بچہ ندوگے تو وہ بچہ کو نہیں پاسکتی ہو جب گھڑیال کے اقرار کے اسلئے کہ اگر بچہ اوس کو مل گیا تو گویا گھڑیال کی نیت کے خلاف واقع ہوا اگر ماں کہتی ہے کہ تم بچہ دیدوگے تو بھی وہ بچہ کا دعوی نہیں کرسکتی اس لیئے کہ اُس نے گھڑیال کی نیت کے خلاف بوجھ نکالی۔ تو پھر ماں کو کیا کہنا چاہیئے؟ یا اگر ایسا عنصر تناقض اس موقع میں نہیں ہے اس صورت میں صرف تعارض کا معارضہ ہوسکتا ہے کیونکہ اُس کے مقدمے سالم نہیں ہیں۔ ویسے ہی مقدمہ یا اس سے بہتر جن سے نقیض نتیجہ کی ثابت ہوسکتی ہے مل سکتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہوگا کہ تعارض کا نقض یا شقوں کے عدم حصر سے کریں یا جس کو شاخوں میں سے نکلجانا کہتے ہیں یا تیسرے طریقہ سے شاخ یا شاخوں کی گرفت سے کریں جس کا ذکر اس کے پہلے ہوچکا ہے۔
گرفت تعارض کی دونوں شاخوں سے (یا ایک شاخ) سے یہ مطلب ہے کہ جو شقیں پیش کیجاتی ہیں اُن کو تسلیم کرلیں۔ مگر اُن کے نتائج کو تسلیم نہ کریں یعنے وہ نتائج جو خصم اُن شقوں کے تسلیم کرنے پر نکالتا ہے۔ شاید یہ مثال اس مقصد کے لئے مفید ہو۔ اکثر طبعین کی یہ رائے ہے

کہ انواع کا تغیر اثنائے توالد میں ہوا ہے علت اُس کی خفیف اختلافات کا اجتماع ہے نہ کہ نوع تولد دفعتہً واحدۃً پیدا ہوگئی ہو۔ اگرچہ اختلافات بخط مستقیم متلائم نہیں ہیں بلکہ منقسم ہیں باعتبار تکرار اور درجہ کے اُن تناسبات سے جو کہ مشہور قوس خطا کے تابع ہیں اُس مقیاس کی دونوں سمتوں میں جبکا والدین میں ظہور ہوتا ہے۔ اس کے خلاف یہ احتجاج کیا گیا ہے کہ اگرچہ اجتماعی اثر متعدد خفیف اختلافات کا مفید ہو اکثریہ وقوع ہوگا کہ ابتدائی منازل میں جب کہ وہ فاصلہ جو کسی جدید خصوصیت کی سمت میں طے ہوا ہے اب تک خفیف ہے اختلاف کی کوئی قدر قیمت نہیں ہے لہذا اُس کا رجحان استمرار کے لئے نہوگا اور اسوجہ سے بنیاد اجتماع کی موجود نہوگی۔ یہ خط اعتراض خاص صورت میں کیڑوں کے دفاعی رنگوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس حجت میں۔ اگر کہا جائے کہ خفیف اختلافات جس سے نقالی کا عمل کیڑوں میں ضرور ہے کہ آغاز ہو جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس درجہ مفید نہیں ہے کہ چڑیوں کو محفوظ کیڑوں کا دہوکا ہو جائے تو یہ کیڑے انتخاب طبعی کے لئے محفوظ نہ رہ سکیں گے اور اجتماع واقع نہوگا اور اگر مفید ہے تو اس سی زیادہ اور واقعی مشابہت محفوظ نوع کے ساتھ غیر ضروری ہے اگر یہ واقع ہو تو انتخاب طبعی سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ اس تعارض کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا کہ از بس کہ خفیف درجہ مشابہت کا مفید ہے تو اس سے زیادہ مشابہت فضول ہے۔ ایک خاص وقت میں ایک مخصوص کیڑا اس سے زیادہ مشابہت نہیں چاہتا جس سے وہ فی الواقع محفوظ رہنے کے قابل ہو گیا ہے لیکن کثیر تعداد کیڑوں میں مدت دراز گذرنے پر سلسلہ مواقع میں محفوظ رہنے والوں کا شمار فیصدی اُن میں زائد ہوگا جن میں زیادہ تقریبی مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس طرح تعارض کی شاخوں کو گرفت کرتے ہیں لیکن اس سے

اس اہم مسئلہ زیر بحث کا فیصلہ نہیں ہوتا کہ آیا اختلافات تولدی ہیں یا نہیں ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ایک (دعویٰ) مطلب کسی دلیل کے جو اُسکے ثبوت میں پیش کیجائے باطل ہو جانے سے مردود نہیں ہوتا۔

باب ہفدہم

استدلال کی صورت اور مادہ

اب تک ہم نے بعض عام صنفیں استدلال کی امتحان کی ہیں۔ قیاس شرطیہ اور انفصالیہ استدلال اور اُن کی بعض مختلف صورتیں۔ ہم نے یہ ادعا نہیں کیا۔ اگرچہ اکثر ایسا مانا گیا ہے۔ یا یہ کہ شرطیہ اور انفصالیہ استدلال قیاس میں تحویل ہوسکتا ہے۔ یا یہ کہ قیاس (اگرچہ اصطلاح شرطیہ اور انفصالیہ کو عام ہو) مثال کامل ہے اور جملہ استدلال سالم اس کے موافق ہونا چاہیئے۔ اگرچہ ہم نے مان لیا ہے اور یہ آیندہ کے بیان سے واضح تر ہو جائیگا کہ یہ صورتیں ہمارے تعقل کی بہت عام (یعنے کثیر الوقوع) اور اہم ہیں۔ اگر منطق محض صوری علم ہوتا تو تحلیل ان صورتوں کی اُن لوگوں کے لیئے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ کل استدلال ان میں سے کسی صورت میں ہرتا پھرتا رہتا ہے اس علم کی دشواریوں کا خاتمہ کردیتی۔ اُن لوگوں کے لیئے جو انھیں صورتوں میں استدلال کا ہر پھیر کے آنا نہیں مانتے سوا اس کے اور کوئی کام باقی نہ رہتا کہ باقی صورتوں کی انھیں کے مثل تحلیل کردیجائے۔ لیکن چونکہ یہ غیر ممکن ہے کہ صورت فکری کو بغیر اُن چیزوں کی ماہیت کے سمجھے ہوئے جن پر فکر کیجاتی ہے کماحقہ سمجھ سکیں پھر تو منطق کا کام بداہتہً دشوار تر ہو جاتا ہے۔ یہ کافی نہوگا کہ محض علامتوں کے ذریعہ سے عمل کریں۔ ہم حدود کی خصوصیتوں کی تجرید نہیں کرسکتے۔ یہ ہم پہلے ہی سمجھ چکے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ شکل اول کا قیاس اور اُس کی وہ خاص صورت جو سب سے اعلیٰ ترین ہے جو یہ شکل قبول کرسکتی ہے موقوف ہے تصور پر اُس ضروری اضافت کے جو بعض مفاہیم یا کلیات کے درمیان ہے۔ درآنحالیکہ شکل سوم میں نہ مقدمتین میں اس ضروری اضافت کے تصور کی حاجت ہے نہ نتیجے میں اس تصور تک پہنچ ہوسکتی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ استدلال شرطیہ اور قیاس میں سب سے

زیادہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ یہ نتیجے میں ایک ربط درمیان موضوع اور محمول کے قائم کرتا ہے ایسی شرط کے ذریعے سے جو ذات موضوع سے خارج ہے تاہم ہماری عقل کو اس کی معرفت کیونکر ہوئی کہ ایک وسیع تر نظام موجود ہے جس سے موضوع اور وہ شرط دونوں تعلق رکھتے ہیں اور جس کے وسیلہ سے اس شرط کا پورا ہونا پہلے محمولات پر موثر ہے یہ کیونکر واقع ہوتا ہے۔ یہ امور محض علامتوں کے ذریعے سے نہ سمجھائے جا سکتے ہیں نہ سمجھ میں آسکتے ہیں: مثالوں کی نہ صرف اس لیئے ضرورت تھی کہ جن حجتوں کو علامات میں بیان کیا ہے وہ ایسی ہیں جن کو واقعات میں ہم استعمال کیا کرتے ہیں بلکہ اس لیئے کہ صرف مناسب مثالوں ہی کے ذریعے سے ہم کو واقعات عقلیہ کا تحقق ہو سکتا ہے جن واقعات سے ہماری غرض متعلق ہے۔ علامتیں وہی ہیں مگر جن کی وہ علامتیں ہیں وہ وہی نہیں ہیں جبکہ بعض حدود ہمارے قیاس کے عین اشیاء مخصوصہ ہیں اور اُن کے صفات وہی ہیں جو ہم کو معلوم ہیں اور جبکہ کلی شئیں اشیاء کی ایسی ہیں جن کے درمیان ہم ارتباط تجویز کرتے ہیں؛

کہا جائیگا کہ اگر صورت فکر یہ اس طرح مادے سے وابستہ ہے پس فہم صورت کا ضرور ہے کہ مادہ کا انتظار کرے اور منطق کا کام پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ تحقیقی علوم کی تمام نہ ہو جائے۔ یہ ایک معنے سے صحیح ہے۔ اس کی مثال ریاضیات سے دیجا سکتی ہے کوئی شخص اُن وجوہ کو نہیں سمجھ سکتا جن پر تعلیمی استدلال کی قطعیت موقوف ہے جبتک کہ وہ عدد اور امتداد اور مقدار کے متعلق تعقل کرنے کے عمل سے واقف نہ ہو۔ غیر متماثل موضوعات پر عمل کرنے سے یہ فہم حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ حیثیت ہم نے ابتدا ہی سے اختیار کی ہے کہ منطق وہ علم ہے کہ ماہیت اُن عملوں کی جو کہ ہمارا فکر سوائے منطق کے اور اشیاء پر نظر کرنے میں کیا کرتی ہے واضح کر دیتا ہے۔ تاہم دو ایک واقعہ ذہن نشین رکھنا چاہیے ہیں جن سے منطقی عمل سے فی الجملہ امید پائی جاتی ہے بہ نسبت اس صورت کے کہ ہم کو منطق کے اکتساب کے لیئے علوم کی تکمیل کا انتظار کرنا پڑے اولاً یہ کہ صورت فکری مادہ سے کسی درجہ استقلال کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے ریاضی کے ثبوت کی ماہیت جبتک ریاضی مواد پر عمل نکیا جائے سمجھ میں آنا غیر ممکن ہو لیکن دو ایک ہندسی استدلال کے امثلہ کی تحلیل عموماً ہندسی استدلال کے فہم کے لیئے بکار آمد ہو سکتی ہے اور اسکے بعد

صورت استدلال سے اگر ہر شکل اور جملہ اضافات استدادی کا بالاستیعاب تعاقب کیا جائے تو اس سے زیادہ وضاحت نہ ہوگی۔ اسی طرح امتیازی خصوصیت قیاسی استدلال کی بغیر مثالوں کے مفہوم نہیں ہوسکتی مگر اس سے عموماً اس کا فہم ہو جاتا ہے اور متحقق ہوجاتا ہے کہ سوائے ان حدود کے (جو ان مثالوں میں مشتمل ہوئے) کل حدود جن میں ایسی نسبتیں ہوں گی اُن کا یہی حال ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو علم کا وجود محال ہوتا۔ اس لئے کہ علم کثرت واقعات کو وحدت اصول میں تحویل کرتا ہے۔ پس صور فکریہ کا نام تکمیل علوم کا منتظر نہیں رہ سکتا۔ جس حد تک تکمیل سے صرف یہ مراد ہے کہ اُسی قسم کے جدید مواد تک توسیع کیا جائے۔ ہمارے علم کے بعض شعبوں میں باعتبار توسیع نقص ہے۔ مثلاً علم الاعداد دائمی ترقی کرسکتا ہے کیونکہ سلسلہ اعداد باعتبار اپنی ماہیت کے لاتناہی ہے۔ لیکن اُس کی مزید توسیع سے ہیئت میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوسکتا اور جب کبھی خاص شعبے علوم ممکنہ کے تحقیق ہوجائیں یعنے واقعات کے کل صیغوں میں تکمیل ہو جائے صور فکریہ کا تتبع اب ممکن ہوگا اگرچہ ہنوز علم اپنی وسعت میں کامل نہیں ہوا ہے۔ واقعات کے خاص صیغوں میں صرف وہی علوم نہیں ہیں جو علوم طبعیتہ کے موضوعات ہیں بلکہ انھیں کے مثل وہ موضوع بھی ہیں جن سے فلسفہ میں بحث کیجاتی ہے اور تعلق عالم کا ذہن سے جو اُس کا علم حاصل کرتا ہے اس مقصد کے لیئے کمتر پایہ پر نہیں ہے یہ قول رکاکت سے خالی نہیں کہ علم کی ترقی اس مرتبہ پر پہنچ گئی ہے۔ ہمارے علم کی تکمیل کے لیئے صرف توسیع مطلوب نہیں ہے بلکہ ایک حد وسیع تک انقلاب چاہیئے۔ پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ مقدار کثیر ہماری بے علمی کی منطق کی تحقیقات کی تکمیل کو مانع نہیں ہے؛

اور ثانیاً یہ کہ اگرچہ منطق خصوصاً وہ علم ہے جو حاصل ہوچکا ہے اُس کی ماہیت پر تامل کرتا ہے۔ علم کے بارے میں بظاہر صریح البطلان ہے مگر درحقیقت یہ اشکال ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم علم کماحقہ حاصل ہونے سے پہلے یہ جانتے ہیں کہ علم کو کماحقہ کیا ہونا چاہیئے۔ ہمارے پاس ایک مثالیہ ہے جس سے ہم کو موجود بالفعل کے نقصان کا تحقق ہوتا ہے اس کی اچھی خاصی بصیرت ہم کو ہے اگرچہ ہم اس کو الفاظ میں ادا کرنے سے عاجز ہیں۔ یہ اشکال صرف علم ہی سے تعلق نہیں رکھتا۔ فنون بلکہ اخلاق میں بھی یہ موجود ہے۔ ہم کسی حسین فرد میں نقصان پاتے ہیں اگرچہ اُس کی اصلاح کی

قابلیت نہیں ہے البتہ یہ بتا سکتے ہیں[1] کہ کس سمت میں تکمیل کی ضرورت ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ ہم سب گنہگار ہیں اگرچہ خدائی جاہ وجلال کو ہم نے نہیں دیکھا پھر بھی یہ بتا سکتے ہیں کہ تکمیل کن وجوہ سے ہوسکتی ہے۔ اسی طرح ہم کو معلوم ہے کہ صورت فکریہ۔ کماحقہ غور و فکر کے بعد بھی۔ کامل مقیاس علم کے مقابل ناقص ہے۔ ہمارا طریق فکر۔ چیزوں کے ملاحظہ کرنے کا طریقہ (شاید اس طرح اس مقصد کو ادا کرسکیں) غلط ہے کیونکہ جملہ شکوک اور تناقضات سے مبرا نہیں ہے۔ ضرور ہے کہ کوئی نکوئی طریق تعقل موجود ہو۔ اگر عالم کی معقولیت فی الجملہ ممکن ہے۔ جس طریق تعقل میں تناقض اور عدم تعین بالکل غائب ہوئے ممکن ہے کہ ہم کو یہ سب معلوم ہوجائے۔ یہ معلوم ہے کہ ابھی ہم کو وہ بہتر طریقہ معلوم نہیں ہوا ہے (کیونکہ اگر معلوم ہوتا تو ہم یقیناً اس بدترین حالت میں نہ رہتے) اب بھی ہم اُس کے بارے میں کچھ کہہ سکتے ہیں اگرچہ ہم کو وہ طریقہ معلوم نہیں ہوا ہے۔ ایسے شرائط کا دفع کرنا جو کسی۔ موضوع کے علم کو بحیثیت علم پورا کرنا چاہیئے۔ یعنے کسی حد تک ایسے صورت علمی کا بیان جو بطور نتیجہ تامل افراد موضوعات کے ہو جن کا علم کامل حاصل ہے یا افراد عینیہ کے باب میں فعلیت علمی سے تجریدِ نظر کیجائے تاکہ اُن کا علم تکمیل کے ساتھ حاصل ہو بلکہ بطور پیش بینی جو تامل کرنے سے پیدا ہوئی ہے ایسے افراد پر جن کے موضوعات کا علم تکمیلی حد سے کمتر ہے اور ہم کو اپنے علم کے ناکامل ہونے کا بھی علم ہے۔ جس حد تک ہم اس طرح پیش بینی کرسکتے ہیں وہ بھی غیر محدود نہیں ہے۔ ایک انسان کو علم کی کماحقہ ماہیت معلوم کرنے کے لیئے علم میں کسی حد تک درآنا چاہیئے کہ وہ علم کیسا ہو اور کیسا نہو۔ جیسے ایک انسان کو نیکی کی تحقیق کے لیئے کہ نیکی کیا ہے اور کیا نہیں ہے کسی حد تک نیکی میں درآنا چاہیئے تاکہ اُس کو معلوم ہو کہ مجھ میں کیا کمی ہے جس کو اکتساب کرنا ہے یہ سچ ہے کہ عقل کسی درجہ تک کسی مادّہ کے صورت علمی کی پیش بینی کرسکتی ہے اگرچہ اُس مادّہ میں مزاولت نہ کی ہو۔ اور منطق کا یہ کام ہے کہ اس صورت کو واضح کردے۔ اس

---

[1] مصنف کا مقصود یہ ہے کہ اپنے عصیاں کا ہم کو علم ہے اپنی ذات کو اخلاقاً ناقص پاتے ہیں اگرچہ عصمت کامل کا علم ہم کو نہیں ہے تاہم کسی حد تک تکمیل حاصل کرنے کے تدابیر بتانے کو موجود ہیں ۱۲ م

حد میں بھی منطق کو تکمیل علم کے انتظار کی حاجت نہیں ہے وہ اپنا کام بغیر کامل تحقیقات کسی معلوم کے جاری رکھ سکتا ہے؛
اگر یہ صحیح ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو ماہیت استدلال کا تنبع محض علامات پر عمل کرنے سے کافی نہیں ہو سکتا اور نہ وہ استدلال معقولیت کی حد میں ہے جو محض علامات پر عمل کرنے سے پیدا ہو۔ اور دوسرے طرف ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہی صورتیں استدلال کی ہر پھر کے آتی ہیں جن کی ماہیت ان مکرر وقوعات میں بعینہ وہی رہتی ہے۔ اور ایسی تکرار عموماً ایسے مواد میں ہوا کرتی ہے جن میں اکثر اعتبارات سے بہت اختلاف ہوتا ہے۔ ہم کو یہ بھی معرفت ہونا چاہیے کہ جو استدلال حصول علم کے لئے مطلوب ہے اُس کا شالیہ (فرد کامل) کیسا ہونا چاہیے ہم کو صرف یہ نہ محسوس ہو کہ مقدموں سے ایسا نتیجہ نکلتا ہے بلکہ ہم کو ایک غیر مشکوک صدق حاصل ہو رہا ہے؛
ہماری بحث استدلال اس نقطہ تک ضرور ہے کہ ناکامل ہو اس حد تک (۱) ہم اُن تمام مکرر آنے والے قابل امتیاز صور استدلال کی بحث میں ناکامیاب رہے وہ صورتیں جن کی عام ماہیت ایک مثال سے تحقیق ہو سکتی ہے (ب) ہم شروط علم اور شروط قطعیت کی توضیح میں ناکامیاب رہے؛
پہلے ایراد کے متعلق بے شک ایسی صورتیں موجود ہیں جن کے بارے میں بحث نہیں ہوئی مثلاً قیاس اولویت: سنٹ جان (حضرت یحییٰؑ) فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنے بھائی سے جس کو اُس نے دیکھا ہے محبت نہیں کرتا تو وہ خدا سے کیا محبت کرے گا جس کو اُس نے نہیں دیکھا ہے اور استدلال تعلیمی (ریاضی) جس کے بارے میں ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ وہ قیاس (منطقی) نہیں ہے۔ یہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے کامل غور کا استحقاق رکھتا ہے۔ بلکہ شاید اس امر کے ثبوت میں بہت کچھ باقی رہ گیا ہے کہ اِن مختلف صورتوں کے استدلال کو کس حد تک ہمارے علم کی

ل ممکن ہے کہ بعض یہ خیال کریں کہ یہ بالکلیہ یکساں نہیں ہو سکتا جبکہ مواد مختلف ہو جیسے انسان کی دو فردیں بعینہ یکساں نہیں ہوتیں۔ میں اس خیال کے تائید نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن اسکے ماننے والے بھی تسلیم کریں گے کہ ایسا اختلاف لایعتد بہ ہے ۱۲۔

تعمیر میں داخل ہے اور کونسے اعمال فکری اس تعمیر میں داخل ہو سکتے ہیں۔

دوسرے ایراد کے متعلق: یہ الزام تحلیل قیاس پر اور دوسرے استدلالی صورتوں پر جن کا ذکر اُوپر کیا گیا عاید کیا گیا ہے کہ ان صورتوں سے صرف شرائط مناسبت استدلال ہم کو معلوم ہوتے ہیں نہ شرائط صدق۔ مناسب استدلال اور تحقیق حق میں بڑا فرق ہے۔ اس لیئے کہ استدلال مناسب کرنے والا اُس خطا کو جو اس کے مقدموں میں ہے نتیجے میں مکرر لائیگا۔ جن لوگوں نے یہ الزام لگایا ہے وہ بعض اوقات یہ تصور کرتے ہیں کہ جس کی ضرورت ہے وہ اور صورتیں ہیں اور صورت ہائے موجودہ سے بہتر ہیں۔ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوتا کہ جس کی ہم کو ضرورت ہے وہ اس امر کی تحقیق ہے کہ علاوہ صحت استدلال صوری کے حجت میں اور کیا ہونا چاہیئے جس سے اکتساب علم ہو۔ ضرورت کو معلوم کر لینا اور ہے اور ضروری کو مہیا کرنا اور ہے۔ مگر منطق اس سے زیادہ ہم کو نہیں عطا کر سکتی۔ ایسی منطق کے نقاد جو بعض عام استدلالی صورتوں کی تحلیل شرائط صحت پر قانع ہے (جس منطق نے اکثر فرض کیا ہے (یہ ماننا پڑے گا کہ اور صورتیں استدلال کی نہیں ہیں) اُنھوں نے کبھی اس کو یقین نہیں کیا ہے۔ اُن میں سے اکثر نے جو کہ اوائل کے باب میں مذکور ہے منطق کو بالتخصیص ایک آلہ تحقیق حق کا تجویز کیا ہے خواہ کسی مادہ پر بحث ہو اور یہ امید رکھی ہے ایک جدید اور بہتر آلہ ہم پہونچ سکتا ہے بہ نسبت اس منطق کے جو کہ صرف تحلیل مذکور پر منحصر ہے۔ اسی مقصد سے بیکن نے اپنی کتاب نودم آرگنیم (آلہ جدید) کو تحریر کیا۔ اور جے اس مل نے اگرچہ منطق کی تعریف ایک علم کی حیثیت سے کی ہے اپنا مشہور رسالہ لکھا اس امید سے کہ اگر اُن طرق استدلال کی مزاولت کیجائے جو علوم طبعیہ میں کامیابی کے ساتھ جاری ہے تو اس کے ذریعے سے اخلاقی اور تمدنی علموں میں بھی اُس طریق سے تحقیقات کی قابلیت پیدا ہوگی اور مزید کامیابی کا باعث ہوگا۔ منطق ایک قریب ترین راستہ تمام علمی شعبوں تک پہنچنے کا نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ

یعنے منطق کے نقاد منطق کے اس دعوے کو نہیں مانتے کہ اور صورتیں استدلال کی ممکن نہیں ہیں ۱۲ م

لوگ جو مناسبت اور برہان کا فرق جانتے ہیں۔ جو یہ جانتے ہیں کہ اکتساب علم اشیاء کے لیئے قبل اُس کے کہ وہ علم حاصل ہو جس سے صحیح معنے سے علم مراد ہے کن چیزوں کی ضرورت ہے ایسے لوگ اُن قائم مقاموں پر قناعت نہیں کرتے جو علم کے شمار میں ہیں گو کہ ذہن انسانی میں گذر جاتے ہیں ؏

شرائط برہان کے تتبع سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ اکثر امور جن کا کمال اطمینان کے ساتھ ہم کو یقین ہے وہ برہانیات سے کسقدر بعید ہیں۔ یہ معلوم کرنا کہ ہم کیا جانتے ہیں اور کیا نہیں جانتے۔ منجملہ امور کے اکثر ایسے ہیں جن کو ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں اور وہ جن کو ہم درحقیقت جانتے ہیں اور عقلاً جن پر یقین کرنے کے ہم مجاز ہیں۔ وہ بقول افلاطون جس پر مدتیں گذریں کہ اُس نے اصرار کیا تھا۔ نہ یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے اور نہ سہل ہے۔ اور جب تک ہم کو بالجملہ یہ تصور نہو کہ کسی شئے کے جاننے سے کیا مراد ہے اور کیا مطلوب ہے اُس کے اکتساب کی امید نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ چیز ہے جو منطق کو اس سے بہتر ہونا چاہیے کہ وہ ہمارے سامنے معقول اور مرتب طریق استدلال کو پیش کر دے اور یہ کوشش کرے کہ ماہیت علم اور برہان کی واضح ہو جائے۔ نہ صرف اس لیئے کہ ایسی توضیح صورت علمی کی بذات خود ایک آلہ ہمارے خیالات کو سرسبز و سوادیں اس پیرایہ پر لانے کا ہے بلکہ اس سبب سے کہ یہ ہم میں وہ آلات جو ہمارے پاس ہیں اُن کے کام میں لانے کی تحریک پیدا کرتی ہے اور وہ نتائج جو اب تک حاصل ہوئے ہیں اُن کی قدر و قیمت کا اندازہ کرتی ہے ؏

صریحی تنقید منطق صوری کی جس کا صرف یہ کام ہے کہ سالم استدلال کے شرائط کو وضع کرے یہ ہے کہ یہ منطق مقدموں کے مادّی صدق سے تجاہل کرتی ہے۔ استدلال کا سالم ہونا اس کی ضمانت نہیں ہے کہ وہ حق ہے۔ بلاشک یہ ممکن ہے کہ انسانوں کی توجہ احتجاج کی صورتوں میں اس قدر منہمک ہو کہ اُن اصول کی حقیقت پر کم التفات کیا جائے جن سے احتجاج کیا ہے یہ اکثر شکایت کیگئی ہے کہ منطق کی تحصیل نے ایسا کیا۔ یا نقاد اس کو یوں کہینگے کہ قیاسی منطق[1] ۔۔۔ کے لقب میں ضمناً غلط فہمی ہے۔

[1] وہ معروف عام تقابل جو درمیان قیاسی اور استقرائی منطق کے ہے اُس سے اب تک

نقاد کو چاہیئے تھا کہ غیر متناسب توجہ جو عموماً صورت کے سالم ہونے پر صرف ہوئی اُس پر تشنیع کرتا سالم ہونا صورت استدلال کا قابل تتبع ہے نہ اُس کی ذات کے لحاظ سے بلکہ کسی درجے تک اس لیئے کہ اُس میں خطا نہ کریں۔ مگر اُس سے انہماک ہونا اور صرف اُسی سے کام رکھنے کے نفسانی اثر سے ممکن ہے کہ مواد کی جانب سے بالکلیہ صرف توجہ ہو جائے۔ بہر صورت یہ ممکن ہے کہ اُن وقتوں میں جب کہ لوگ مقدموں کی جانچ میں سستی کرتے تھے۔ تو تحصیل منطق کی حالت میں یہ آثار پیدا ہوئے اور یہی اُس کی علت بھی ہو بہر تقدیر جو کچھ ہوا ہو جہاں تک منطق کی وسعت میں ہے کہ کوئی امر اُس کا مصلح مہیا کرے منطقی کے لیئے یہ امر مہمات سے ہے کہ اس مصلح کی ماہیت سے نہایت واضح طور سے آگاہ ہو۔ اور اس غرض سے دو سوالوں پر امتیازی توجہ کرے ایک یہ کہ کس قسم کے مقدمات علم کے لیئے مطلوب ہیں دوسرے یہ کہ ایسے مقدمات کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں۔ زمانہ متاخرین پہلے مسئلہ سے بہت کچھ غفلت کی گئی ہے۔

گذشتہ بیانوں کی کسی قدر توضیح چاہیئے۔ اولاً یہ کہ اس کے کیا اسباب ہیں جن سے اتنی صدیوں تک انسانوں نے اپنے مقدمات کی جانچ میں سستی کی بعضوں نے اس کو زمانہ متوسط کی درسی منطق کی رکاکت اور غلط اندازی پر یہ الزام لگایا ہے جس نے پورے زمانے متوسط بلکہ اوائل متاخرین کے ذہنوں کو اپنی طرف مشغول کر لیا تھا اور زیادہ سے زیادہ مقدار قوت کو اپنے اوپر صرف کرالیا۔ اس کا انکار مشکل ہے کہ اس (درسی منطق) میں بہت کچھ رکاکت (فضول) تھی اور بہت سی قوت ایک غلط راستہ پر

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) عمداً اجتناب کیا گیا ہے۔ ہم کو فوراً اس امر پر غور کرنا ہوگا کہ قیاسی اور استقرائی استدلال میں جو فرق ہے اُس کی کیا ماہیت ہے۔ لیکن یہ فوراً کہا جا سکتا ہے کہ یہ فرق اُن صورتوں کے استعمال میں نہیں ہے جو قیاسی اور استقرائی لقبوں کے تحت میں بہ ترتیب بیان کیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ استقرائی استدلال میں وہ صورتیں احتجاج کی مستعمل ہیں جن کی اُن رسالوں میں بحث ہے جن کو قیاسی کہنا چاہیئے اور جو رسالے منطق استقرائی پر ہیں اُن میں اُن صورتوں پر بحث ہے جو یقیناً قیاسی ہیں ۱۲ مع

صرف ہوئی۔ لیکن ظن غالب ہے کہ قوت کے اس راستہ پر جانے کا یہ باعث ہوا کہ اور راستے عارضی طور سے مسدود تھے۔ اور ازبسکہ یہ اس راستہ پر چل رہی تھی اور راستے اس سے محروم رہے۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ ایسی صورت میں فعل[1] وانفعال کا واقع ہونا ضروری ہے اور ایک عادت جبکو بعض اثر پیدا کرنے کا میلان رکھتے ہیں بالآخر وہ آثار اس عادت سے مستحکم ہوتے ہیں ۔

کہا گیا ہے کہ جو فرمان عہد افلاطون اور ارسطاطالیس کے لیئے جاری ہوا تھا اپنے اعتقادات میں باہمی تالیف پیدا کرو۔ عہد متوسط کی روحانیت کا یہ فرمان تھا: اپنے یقینیوں کو احکام کے ساتھ تالیف دو۔ اور فرمان روحانیت جدید کا جس نے حکومت کلیسائی سے بغاوت کی یہ ہے: اپنے یقینیوں کو واقعات کے ساتھ تالیف دو۔ اس طرح امور کی ترتیب سے ممکن ہے کہ بعض غلط خیالات کا اشارہ ملے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے یقینیوں کو واقعات کے ساتھ تالیف دے اور اس حد تک کہ واقعات معلوم ہوں۔ اور اس لیئے یہ طریق ہوگا کہ واقعات میں باہمی تالیف پیدا کیجائے۔ اور یہ غلطی ہوگی اگر خیال کیا جائے کہ افلاطون اور ارسطاطالیس یہ بھول گئے کہ وہ یقینیات جن کی تالیف مقصود ہے ایسے یقینیات بھی ہیں جو روزمرہ کے تجربات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا یہ کہ (وہ دونوں حکیم) یقینیوں کی تصحیح اور توسیع سے بذریعہ مشاہدات کے جو کم و بیش منتظم ہوں بے پروا تھے۔ بالتخصیص ارسطاطالیس نے انسانی علم میں واقعات بکثرت اضافہ کیئے۔ ثانیاً یہ بھی ظاہر ہے کہ یقینیات کو احکام کے ساتھ تالیف دینا اُن کو دوسرے یقینیات کے ساتھ ترتیب دینا ہے اور وہ جس نے اس عمل کی سب سے بڑھکے قدر کی اُس کو بہت ہی کم شک ہوا ہوگا کہ یہ یقینیات کو واقعات کے ساتھ تالیف دینا ہے۔ واقعات بذریعہ تصدیقات کے ظاہر کیئے جاسکتے ہیں جو کہ مواد یقین ہے۔ اور ایسی تصدیقات سے ضرور نہیں ہے کہ واقعات کا اظہار مسلوب ہو جائے اس لیئے کہ واقعات بطور احکام مذکور ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے۔ جیسا کہ منٹو نے باب مذکور کتاب منطق

---

[1] فعل اور رد فعل ۱۲۔

قیاسی و استقرائی میں بیان کرنا چاہا ہے کہ احکام اور وہ روح جو احکام کو قبول کرتی ہے اس نے عہد ظلمانی متوسط کے تاریخ خیالات میں بہت بڑا اور زیادہ کام کیا ہے بہ نسبت زمانہ قدما اور زمانہ متاخرین کے یعنے جب سے احیاء علوم ہوا ہے۔ اور یہ احکام ضرور نہیں ہے کہ کلیسائی احکام ہوں۔ یہ ارسطاطالیس کے تصنیفات سے اور دیگر اساطین خدما کی مصنفات سے جن کے تصنیفات معروف تھے اور بائبل اور کلیسا سے بھی نکلے تھے۔ جیسا کہ آج بھی سائنس (علوم تجربیہ) میں یہ راسخ الاعتقادی موجود ہے۔ جن سے اکثر جدید خیالات کو مقابلہ کرنا دشوار ہوتا ہے اور اسی طرح الٰہیات میں بھی۔

مدرسین (متوسط) کو اور بیکن یا کوئی نقادفن کیوں نہ ہو اُسی طرح معلوم تھا کہ صرف مطالعہ قیاسات (منطقیہ) کافی نہیں ہے۔ قیاس مقدموں کی صحت کا ضامن نہیں ہے۔ اور اصول عامہ کے حاصل کرنے کے لیئے جن کی طرف قیاس استدلال کا رجوع ہے ہم کو سوائے استدلال قیاسی کے اور کس چیز پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ بیکن نے اُس مشہور جواب کا حوالہ دیا ہے جو کہ ایسے لوگوں کے جواب میں کہا جاتا ہے جو مسلمات علوم میں کلام کیا کرتے ہیں۔ اثنائے اکتساب علوم میں ایسے وقت آتے ہیں جب یہ جواب بہت مناسب ہوتا ہے۔ انسانوں کو اکثر اوقات اور بیشتر مواد میں اپنے عہد کے حذاق علوم کی رائے پر قانع ہونا چاہیئے۔ مگر یہ اُسی حد میں قابل قبول ہے جبکہ ہر علم میں ایسے ماہرین کامل موجود ہوں جو ہمیشہ کدوکاوش میں معروف رہتے ہیں۔ جب روایت سے کسی مسئلہ کی اشاعت ہوئی ہو تو وہ علم کے لیئے ایسی ہی مضر ہے جیسے فرقہ بندی اور اجارہ خاص حرفت وصناعت کے لیئے۔ وہ ترقی کا دروازہ بند کر دیتی ہے بے شک استناد کا زندگی پر اثر ہے اور ہونا چاہیئے نہ صرف عمل میں بلکہ عقلی امور میں بھی لیکن آزادنفسی کی بھی اُسی قدر ضرورت ہے جو ذاتی تشفی پر اصرار کرتی ہے جو کچھ کسی مستند سے پیش کیا گیا ہے وہ اپنی ذات سے ہمارے قبولیت کا[1] مدعی ہو سکتا ہے۔ مگر اس کا کیا سبب ہوا کہ متعدد صدیوں تک اس قدر امور کثیرہ

---

[1] یعنے قطع نظر سند کے وہ امر خود بھی معقولیت رکھتا ہے نہ کہ سند کی شان قبولیت کی مقتضی ہے۔ ۱۲م

محض استناد پر قبول کر لیئے گئے اور جب اُن کی تحقیقات کی گئی تو اُس کے پُرزے ہو گئے۔ مستقل درخشاں تفتیش کی روشنی میں نہ قائم رہ سکے؟ اس سوال کا کافی جواب[1] دینے کے لیئے بڑی مقدار علم ذہن انسانی تاریخی اور فلسفی درکار ہے۔ اگر چند مشاہدات اس باب میں معرض تحریر میں آئے ہیں تو اُس کے ساتھ ہی پورا ادراک عدم کفایت سامان جواب کا موجود ہے وہ سامان جس پر یہ جواب مبنی ہے۔ اور اس میں شک ہے کہ آیا اس کی پوری امید کیجا سکتی ہے کہ اس امر کی توجیہ کیجائے کہ بعض مدت اور مقام مردم خیزی میں مالا مال ہیں کہ مفید اور اختراعی خیالات کے انسان پیدا ہوں زیادہ سے زیادہ یہ امید ہو سکتی کہ یہ بیان ہو سکے کہ جب ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں تو کونسے اسباب و شرائط اُن کے کام میں مفید ہوتے ہیں۔ ہمارے لیئے پچھلے زمانے پر نظر کرنا یعنے زمانہ متوسط کے ما قبل اَثنیہ اور روما کی چمک دمک کے دن اور پھر نظر کرنا گذشتہ تین صدیوں پر جبکہ علوم کی معتد بہ ترقی ہوئی ہے۔ اس درمیان میں علوم کا جمود ایک حجت امر معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ زمانہ کسقدر طولانی تھا جو علوم قدیمہ کے ظہور اور ترقی کے پیشتر گذرا؟ روایت اور استناد کی قوت ذہن انسان کا ایک ضابطہ ہے کوئی استثنائی امر نہیں ہے۔ قدیم تمدن کے شکست ہونے میں صرف کثیر مقدار علم ہی کی فنا نہیں ہوئی بلکہ کثیر مقدار مادی دولت کا بھی زوال ہو گیا۔ انسانوں کی ضرورت اس کے پھر اکتساب کرنے اور نظام قدیم کو از سر نو پیدا کرنے میں مصروف ہوئی اور یہ کوئی عجیب امر نہیں ہے کہ اس زمانے میں اُن کو باقی ماندہ اصول علوم میں بحث کرنے کی فرصت کم تھی۔ مزید برآں یہ کہ تاریک ترین عہود میں، وہ نظم جو سب سے زیادہ طاقتور اور مفید تھی جو کہ قائم رہی وہ کلیسا تھی سب سے زیادہ وسیع اور معقول نظریہ عالم کے متعلق وہ تھا جو کلیسا نے تعلیم دیا تھا۔ سب سے زیادہ قوی ذہانت بلکہ تقریباً وہ تمام اذہان جو کسی امر کے تعقل کی قابلیت رکھتے تھے وہ قسیس پادری تھے۔ (یہی وجہ تھی کہ اکثر آزاد خیالی نے الحادی صورت پکڑی) لوگوں کی غرض زیادہ تر روحانیات سے متعلق تھی نہ اُس

---

[1] مصنف اس کے جواب میں اپنی عدم قابلیت فراہمی اسباب جواب کا اعتراف کرتا ہے۔ ۱۲ مترجم

فطرت سے جو اُن کے آس پاس تھی۔ اس کے ساتھ اس کو بھی ضم کرنا چاہیے کہ چند در چند تاریخی حوادث کے سبب سے ایک جزو اعظم ادبیات کا جو یونان و روما کی تہذیب کے عہد کا تھا فنا ہو گیا۔ مگر ارسطاطالیس کے چند مصنفات علی الاتصال محفوظ و معروف رہے اور ما بقی تصنیفات اُس حکیم کے تیرہویں صدی کے ربع اول کے اواخر میں دستیاب ہو گئے کم از کم بذریعہ ترجموں[1] کے ارسطاطالیس کے مصنفات جن میں تالیف و تدوین کے بعد دائرۃ العلم کی جامعیت اور شان پیدا ہو گئی تھی اور عقلی جودت اور جزالت میں بے نظیر تھے اس لیئے خصوصیت کے ساتھ اذہان میں راسخ ہو گئے یہ وہ عہد تھا کہ اگرچہ استعداد کی کمی نہ تھی لیکن تفصیلی علم بہت خفیف تھا اور کوئی اور شئے تربیت تعلیم کے لیئے موجود نہ تھا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ارسطاطالیس اور کلیسا (خصوصاً جب کلیسا نے زبردستی ارسطاطالیس فلسفہ کو اپنے خدمت کے لیئے لے لیا) نے انسانی ذہن پر کامل تسلط حاصل کر لیا۔ بلاشک ہمارے لیئے اس کا اندازہ کرنا دشوار کہ کسقدر اطمینان نفسانی اور جرأت اس سلسلہ سلسلہ مستحکم تعمیر اعتقاد کے کسی جز میں کلام کرنے کے لیئے درکار تھی جس کے حسب ظاہر تسلیم کرنے پر معاشرت میں ہر شخص کی سلامتی بلکہ شاید اُس کی زندگی اس عالم میں موقوف تھی اور حقیقتاً اُس کے تسلیم کرنے پر اُس کی اخروی نجات منحصر تھی الا یہ کہ اُس نے اس سے بہتر اپنے ذات کے لیئے کوئی بات دریافت کر لی ہو[2]۔ اس نظام کا درہم و برہم ہونا قوت عقل انسانی کے عدم مقہوریت کی عمدہ شہادت ہے۔ سوائے مصنفات ارسطاطالیس کے جب دوسرے قدیم آثار علم و حکمت کے دریافت ہوئے تو اُس کی شکست شروع ہوئی۔ بلاشبہ اس سے ایک تحریک پیدا ہوئی اگرچہ اس میں وہ

---

[1] طلبہ اسلام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ترجمے عموماً عربی میں تھے ۱۲ھ

[2] مقصود یہ ہے کہ معاشرت کے سلسلہ میں اس مجموعہ اعتقاد سے انکار کرنے پر ارتداد کا فتویٰ لگایا جاتا رسوائی و بدنامی کے علاوہ جان معرض خطر میں ہو جاتی۔ بلکہ بجائے خود بھی ان اعتقادات کا اپنے کو مردود تصور کرنا الا یہ کہ اس نے کوئی عمدہ طریقہ نجات اخروی کے لیئے دریافت کر لیا ہو ۱۲م

قوتیں پیدا نہیں ہوئیں جنھوں نے علوم علم متاخرین کی بنیاد رکھی۔ اشخاص مثل کوپرنکس۔ گلیلیو۔ ہاروے۔ گینڈائی ڈیکارٹس۔ منطق کی اصلاح نے ذہن انسانی کو آزاد نہیں کیا اور نہ منطق نے اُس کو پابند کیا تھا؛

بلکہ استناد[1] پر یقین کرلینا اس کا باعث تھا۔ غلط منطق کے رواج کی طرف جمود علم کو اس مدت دراز میں منسوب نکرنا چاہیئے بلکہ استناد کی قوت اس کا باعث تھی اور اسی کے ذمہ دار ہونے کی کسی درجے تک ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ (منطق کی غلطیاں وہ نہیں ہیں جن کو منطق استقرائی کے جاننے والوں نے فرض کر رکھا ہے۔ اگر اس عادت کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ بالکل طبعی بات تھی کہ انسان بہت کچھ وقت اور عقل اس (عقیم) بے سود کوشش میں صرف کرتے اور اصطلاحات کی بحث قدیم مسلمات منطق اور علم طبیعات کے جانچنے کا موقعہ نہ ملتا۔ جب استناد کا تھہری اثر زوال پذیر ہونے لگا تو علم منطق نے اور علوم کے ساتھ احیائے نکر میں اپنا حصہ لیا وہ احیا جو کسی موضوع پر جدید اور مستقل نظر کرنے سے ظہور پذیر ہوتا ہے؛

لیکن جیسا کہ سابقاً کہا گیا ہے وہ خاص مواد جس کی طرف منطق کے اصلاح کرنے والوں کی توجہ ہوئی وہ محض صورِ استدلال کی صحت پر نظر کرنا جو کہ فی نفسہ (عقیم) تھے بے سود ہے۔ اور خاص جو اس مقصد سے تجویز ہوئے تھے وہ ایجاد کرنا اسی منطق کا تھا جو علمی اصول کی تحقیق اور ثبوت کے لیئے وہی کام کرے جواب تک فی الجملہ اصول معلومہ سے نتیجہ نکالنے کے لیئے کیا گیا ہے۔ کم از کم بیکن نے اس معاملہ پر اسی طرح نظر کی تھی اور دوسروں نے بھی اُس کے بعد ویسی ہی نظر کی۔ ہے زیادہ خصوصیت کے ساتھ اس ملک (انگلستان) میں۔ پس یہ بہت ہی دلچسپ سوال ہے کہ علوم کے اصول کس طرح دستیاب ہوتے ہیں اور کب یہ سمجھیں کہ وہ ثابت ہوگئے لیکن یہ بعینہ وہی سوال نہیں ہے کہ کس قسم کے اصول علم کو درکار ہیں؛

ارسطاطالیس کی تصنیفات جو استدلال سے بحث کرتے ہیں تین ہیں انالوطوقیہ مقدم و انالوطوقیہ متاخر اور طوبقیہ عموماً کہا جاسکتا ہے کہ ان میں سے پہلی صوری نقطۂ نظر

---

[1] بالفاظ دیگر تقلید اس کا باعث تھا ۱۲ م

قیاس کی بحث ہے یہاں مقدمات کی ماہیت سے کوئی سروکار نہیں ہے صرف سلامت استدلال سے غرض ہے دوسرے علم یا برہان سے بحث کرتی ہے۔ اس میں یہ سوال نہیں کیا گیا ہے کہ انسان جب بعض مخصوص صورتیں مقدمہ کی قبول کرلے وہ پابند ہے کہ بعض مخصوص صورت نتیجے کی تسلیم کرے بلکہ یہ (سوال) ہے کہ انسان کی نسبت کب کہا جاسکتا ہے کہ وہ کوئی چیز درحقیقت جانتا ہے علی الاطلاق نہ صرف اس کے تسلیم کرنے پر کہ بعض مقدمات صادق ہیں۔ تیسرے (تصنیف) میں یہ سوال ہے کہ تقریب (دعوے) کس طرح کیا جائے یا کس طرح اُس کی تردید کیجائے کس قسم کے خیالات اُن کی مقبولیت کا اندازہ کرنے کے لیئے مفید ہیں اور کس قسم کے وجوہ پر اصول کے تسلیم کرنے کے لیئے قناعت کرنا چاہیئے جبکہ یقین حاصل نہو سکتا ہو۔ ان رسالوں میں اول اور سوم ارسطاطالیس نے اپنے معاصرین کے واقعی طریق عمل کو تحلیل کیا ہے اور اُن کی ایک صورت قرار دی ہے۔ اُس نے بالجملہ علوم میں سبقت نہیں کی نہ حکمت میں نہ مناظرہ میں نہ (رسطوریقیہ) بلاغت میں نہ وکالت میں اپنے زمانے کی ؛

دوسری کتاب میں بھی بلاشک وہ اپنے زمانے کے اعلیٰ ترین صنف موجودہ علوم کلیہ سے مستفید ہوا لیکن اُس نے ایک مثالیہ سے بھی ہدایت پائی وہ یہ کوشش کرتا تھا کہ یہ بیان کیا جائے کہ علم کو کیا ہونا چاہیئے نہ صرف یہ کہ لوگوں کا طریق استدلال کیا ہے ؛

یہ کہا جاسکتا ہے منطق مدرسین میں پہلے انالوطیقہ کی ضخامت بہت بڑھ گئی جن لوگوں نے اس سے اختلاف کیا اُنھوں نے اُسی قسم کے مسائل پیدا کئے جن پر ارسطاطالیس نے طوبیقیہ میں بحث کی تھی اگرچہ ان لوگوں کو اس کا علم نہ تھا لیکن ایک مدت دراز تک انالوطوقیہ (متاخر) دوم پر ناکافی توجہ کی گئی۔ یہ جس کا آخر میں مذکور ہوا سب سے اعلیٰ ہیں اور اس مضمون کے فلسفہ میں بہت گہرے جاتے ہیں۔ علوم طبعیہ میں بہت سے اصول استعمال کیئے جاتے ہیں یہ اصول امور عامہ سے ہیں جن کے ثبوت کی اُن علموں میں کوشش کیجاتی ہے لیکن عالم کی ماہیت کے متعلق بعض مسلمات ہیں جن کو تسلیم کرلیا ہے اور اُن کے تسلیم کرنے کے وجوہ سے بحث نہیں کی مثلاً لکھا جاسکتا ہے کہ منجملہ

لہ طوبیقیہ یہ کتاب ارسطاطالیس کی جدل اور اقناعی قیاس پر ہے۔ ۱۲م

قانون استصحاب فطرت۔ یہ اصول کہ ہر تغیر کا ایک سبب ہے جس کا بنا بر ایک ضابطہ کے یہ تابع ہے اس طرح کہ یہ تغیر ہرگز مکرراً واقع نہو گا جب تک کہ وہی سبب موجود نہو اور نہ اس کا عدم وقوع ممکن ہے جبکہ بعینہ وہی سبب پھر واقع ہو یا یہ اصول کہ مادہ ناقابل فساد ہے۔ یا یہ کہ قوانین عدد اور مکان ہر معدود یا متحیز پر صادق آتے ہیں۔ اور اصول بھی ہیں جن کی عمومیت انسے کمتر ہے مثلاً قانون جذب جس کا ثبوت علم پیش کرتا ہے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے لیکن آیا اُس کا ثبوت کامل برہان تک پہنچتا ہے اور آیا اُس کا حق تسلیم کرلینا جائز ہے۔ یہ ایسے مسائل ہیں جن کے متعلق علوم جزویہ کم تکلیف کرتے ہیں اور صرف ماہیت اعمال استدلال کی تحلیل سے ان کا جواب نہیں حاصل ہو سکتا اسی لیئے اہل علوم نے ان قضایائے کلیہ کو قبول کرلیا ہے جن کو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے ثابت کرلیا ہے؛

یہ ایک ابتدائی کتاب ہے اور اس مشکل ترین سوال کے پورے جواب دینے کا اس میں ادعا نہیں ہے علم اپنی کامل صورت میں کیا ہے؛ لیکن جو کچھ اس باب میں کہا گیا ہے اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دو مسئلہ ہیں جن کی طرف کچھ توجہ کرنا چاہیئے۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ فی الواقع ہم کو مقدمات کس طرح حاصل ہوتے ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ برہان کے لیئے کون سے امور مطلوب ہیں۔ پہلے کو مسئلہ استقراء کہہ سکتے ہیں؛
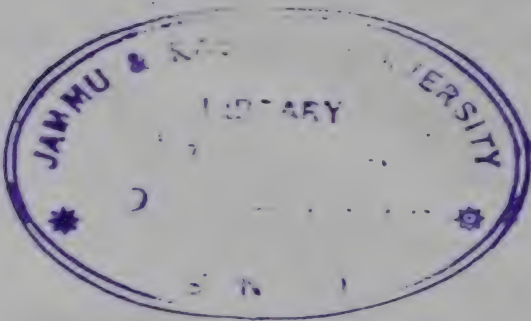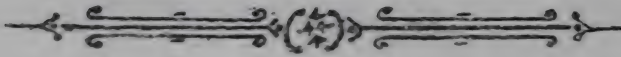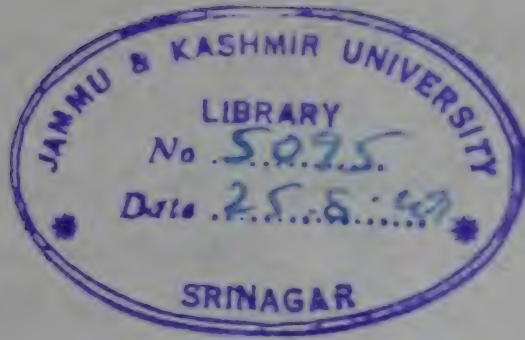
اصطلاحاتِ منطق

Abscissio Infiniti	تقسیم قطعی الیٰ غیر النہایتہ
Abstraction,	تجرید انتزاع
Accent, fallacy of	مغالطۂ لہجہ
Accident, as a Head of Predicables	عرض عام کلیات خمسہ سے ایک عنوان ہے
Accidental judgments	تصدیق عرضی
Modality	جہت
Amphiboly, fallacy of	مغالطۂ ابہام عبارت
Ampliative judgments	تصدیقات شارحہ
Analogy	انالوجیہ ۔ تمثیل
False analogy	تمثیل کاذب یا ناقص
Analysis in Induction	تحلیل استقرائی
Analytic judgments	تصدیق تحلیلی
Apodeictic judgments	تصدیق ضروری
A posteriori reasoning	استدلال انی
Appellation	اسم عام
A priori reasoning	استدلال لمی
Arbor Porphyriana	شجرۂ فرفوریوس
Arguing in a circle	استدلال دوری ۔ دور

Argumentum ad hominem	مغالطۂ استناد (تقلید)
Assertoric judgments	تصدیق مطلق ـ جہت اطلاق
Association of ideas	تلازم تصورات
Augmentative judgment	تصدیق وصفی
Categorematic words	الفاظ مستقل بالمعنی جو لفظ محکوم علیہ و محکوم بہ ہو سکیں
Categories	قاطیغوریاس ـ مقولات
Causation	علیت
Cause	علت
Remote cause	علت بعیدہ
Proximate cause	علت قریبہ
Certainty	یقین
Change	تغیر یا تبدیلی
Class,	قسم یا طبقہ
Classification	تدوین اصطناف
Collective judgment	تصدیق مجموعی
Colligation of facts	ترتیب واقعات
Commensurate terms	حدود متساوی مثلاً انسان و حیوان ناطق
Comparative Method	اسلوب تقابل
Composition of Causes	اجتماع علل
Concept	تصور
Conditional judgments	تصدیقات شرطیہ
Conjunctive judgment and inference	تصدیقات اتصالی و حجت اتصالی
Cannotation and Denotation of terms	مفہوم و مصداق حدود

Consequent, fallacy of	مغالطۂ وضع تالی
Contradiction, Law of	قانون تناقض
Contradictory judgments	تصدیقات متناقض
Contraposition of propositions	عکس نقیض قضایا
Contrary judgments	تصدیقات متضادہ
Conversion of propositions	عکس قضایا
Copula, nature of the	رابطہ کی ماہیت
Crucial instance	مثال قطعی
Deduction,	استخراج
Definition	تحدید (حد تام)
Demonstration	برہان
Denotation of terms	مصداق حدود
Derivative laws	قوانین مشتقہ
Designations	القاب۔ وصفی نام
Development	بروز یا تکمیل تدریجی
Dialectical reasoning	استدلال ناظرانہ
Dichotomy	تقسیم قطعی۔ تقسیم اثبات ونفی حصر فی المتنافیین
Dictum de Omni et Nullo	المقول علیٰ کل اشیاء اولا شیٍٔ
Differentia	فصل
Dilemma	ذوالجہتین
Disjunctive judgment	تصدیق انفصالی
Distribution of terms	استغراق حدود۔ حصر حدود
Diversity of effects	اختلاف اثرات
Division	تقسیم
Elimination	طرح

Empedocles	ابناذقلس (نام حکیم)
Empirical facts	واقعات تجربی
Enthymeme	قیاس ناقص یا محذوف المقدمہ
Enumeration	تصفح
Enumerative judgment	تصدیق تصفحی
Epicheirema	استدلال محذوف المقدمات
Episyllogism	قیاس موخر
Equipollency of propositions (obversion)	عدول قضایا
Equivocation, fallacy of	مغالطۂ اشتراک لفظی
Essence	جوہر
Essential judgments	تصدیقات جوہری
Exceptive judgments	تصدیقات استثنائی
Excluded Middle, Law of	قانون مانعۃ الخلو
Exclusiva	اخراجی
Exclusive judgments	تصدیقات اخراجی یا تخرجی
Experiment	تجربہ
Explanation	توضیح
Explicative judgments	تصدیقات توضیحی
Exponibilia	خلط تصدیقات
Exposition	افتراض
Extension of terms	اطلاق یا وسعت حدود
Fallacies	مغالطات
False cause, fallacy of	مغالطۂ علت کاذبہ
Figure of speech, fallacy of	مغالطۂ تجوز
Figure of syllogism	شکل قیاس

Form and matter	صورت و مادّہ
Fundamentum Divisions	بنائے تقسیم
Galenian figure	شکل جالینوسی
Genus	جنس
Geometry	جیومطریہ ۔ ہندسہ
Historical Method	اسلوب تاریخی
Hypothesis	مفروض
Hypothetical Judgment	تصدیقات شرطی
Identity, Law of	قانون عینیت
Ignoratio Elenchi	جہل یا تجاہل مطلوب
Immediate inference	احتجاج بلافصل
Individuation, Principle	اصل مشخصات
Induction	استقراء
Inductive Methods	طرق استقرائی
Inference	احتجاج
Infinite terms	حدود غیر محدود یا غیر متعین
Instantia	مثال متناقض
Intermixture of Effects	خلط اثرات
Judgment	تصدیق
Knowledge	علم
Laws of nature	قوانین فطرت
Logic	منطق
Major term	حد اکبر
Many questions, fallacy of	مغالطۂ اسولۂ متعددہ
Mathematics	حکمت تعلیمی ریاضی

Mathematical body	جسم تعلیمی
Matter	مادّہ
Measurement	مساحت پیمائش
Minor term	حد اصغر
Mixed modes	ضروب مخلوط
Modality	جہت
Modus ponens	وضع مقدم
Modus tollens	رفع تالی
Moods of syllogism	ضروب قیاس
Necessity in judgment	ضرورت تصدیقات
Negation	نفی یا سلب
Nominalism	اسمیت
Notae Notae est nota rei ipsius	جو مخصص صفت ہے وہ مخصص موصوف ہے
Repugnans notae repugnant rei ipsi	جو منافی صفت ہے وہ منافی موصوف ہے
Obversion	عدل - عدول
Opposition	تقابل
Paronymous terms	حدود وصفی
Per accidents predication	حمل بالعرض
Permutation of propositions	ترتیب قضایا
Per se predication	حمل فی نفسہ
Petitio Principii, fallacy of	مغالطۂ التماس اصل (دور)
Phenomenon	اثر ظہور
Plurality of Causes	تعددِ علل

Polysyllogism	کثیر الاقیسہ
Porphyry	فرفوریوس (نام حکیم مصنف ایساغوجی یعنے کلیات خمسہ)
Post hoc, propter hoc ,fallacy of	مغالطۂ علیت مقدم (یعنے ہر سابق علت ہے لاحق کی)
Predicables	محمولات
Premiss	مقدمہ
Principium Individuationis	اصل شاخص
Principles	اصول
Problematic judgments	تصدیقات امکانی
Proper name	عَلَم، اسم خاص
Property	خاصہ
Proposition	قضیہ
Prosyllogism	قیاس مقدم
Quality of judgments	کیفیت تصدیقات
Quantification of the Predicate	کمیت محمول
Quantity of judgments	کمیت تصدیقات
Ratio cognoscendi, ratio essendi	علت علم و علت وجود
Realism	حقیقیت
Reasoning, probable	استدلال ظنی
Reduction of syllogisms	تحویل قیاس
Relation, distinction of judgments according to	اضافت۔ امتیاز تصدیقات حسیہ
Science	علم
Second Intentions	مرادات ثوانیہ، معقولات ثانیہ
Secundum quid	مغالطۂ تساوی مخصص و غیر مخصص

Singular judgments	تصدیقات شخصیہ
Sorites	قیاس مسلسل
Species as Head of Predicables	نوع (منجملہ کلیات خمسہ)
Subaltern judgments	تصدیقات تحت تقابل
Subcontrary judgments	تصدیقات تحت التضاد
Subject, logical, grammatical and metaphysical	موضوع منطقی نحوی و مابعد الطبیعی
Substances, first and second	جواہر اولیہ و ثانویہ
Subsumption	تحت الحکم
Suppositio of name	اسم و مسمیٰ
Syllogism	قیاس سیولوجسموس
Symbols	علائم، علامات، رموز
Syncategorematic	ادات (الفاظ غیر مستقل المعنیٰ)
Synthetic judgments	تصدیقات ترکیبی
Terms and word	حدود و الفاظ
Topics	طوبیقیہ (مطالب یا مضامین) ارسطو کی ایک کتاب کا نام ہے
Unconditional principles	اصول غیر مشروطہ
Uniformity of nature	استصحاب فطرت، فطرت کی یکسانی
Universe of Discourse	حیّز کلام
Verification of a theory	امتحان نظریہ

تمت

ضمیمۂ فہرست اصطلاحات منطق استقرائی

LOGIC (Inductive).

Analogy	تمثیل
False analogy	تمثیل ناقص یا کاذب
Antecedent	مقدم
Invariable antecedent	مقدم غیر متغیر۔ دائمی
Beliefs	یقینیات
Fundamental beliefs	یقینیات اولیہ (اساسی)
Universal beliefs	یقینیات کلیہ
Cause	علت۔ سبب
Proximate cause	علت قریبہ
Remote cause	علت بعیدہ
Predisposing cause	علت غیر مستقیم۔ علت مُعِدہ
Direct cause	علت مستقیم
Final cause	علت غائی
Causal relation	ربط علّیت
Characteristic	خصوصیت
Classes	صنوف طبقات اِقسام
Classification	اصطفاف تنظیم
Natural classification	اصطفاف (یا تنظیم) طبعی

Urdu	English
اصطفاف (یا تنظیم) صناعی	Artificial classification
عوارض۔حالات	Circumstances
شرائط	Conditions
موخر۔تالی	Consequent
تصور	Conception
معلولات مشترکہ	Common effects
اختلاف۔تفریق	Difference
تجربہ۔اختبار	Experiment
توجیہ۔تعلیل۔توضیح	Explanation
اخراج۔طرح	Elimination
معلول۔اثر	Effect
مغالطۂ استقرائی	Inductive fallacy
کلّی	General
تعمیم	Generalization
تعمیمات تجربی	Emperical generalization
دعویٰ یا قیاس مفروضی	Hypothesis
دعویٰ مفروضی کامل	Adequate hypothesis
دعویٰ مفروضی غیر ضروری	Gratuitous hypothesis

غلط نامہ

مفتاح المنطق حصہ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۵	نباتات	نباتات	۲۷	۳	قاطیفوریاس	قاطیغوریاس
۳	۶	جاٹر	جامٹری	۳۰	۲۲	مقوم میں	مقوم ہیں
۴	۵	لوک وفلسفی	لوک (فلسفی)	۳۳	۲۲	جب کیک	جب کہ ایک
۶	۲۱	چاہُیے	چاہیے	۳۳	۲۳	بدر	پدر
۷	۹	سیپیوں	سیپیوں	۳۵	۱۷	ورن	واں
۷	۲۱	مارے	مادے	۳۹	۵	کہ	کہہ
۹	۲۳	ادراکیا	ادراک یا	۴۰	۱۵	سالیہ	سالبہ
۹	۲۴	لہ اجیسے	لہ دجیسے	۴۰	۱۶	معمول	مفعول
۱۰	۱	کاٹ ے	کاٹ کے	۴۰	۱۷	ہم پہ تکلف	ہم بہ تکلف
۱۰	۵	نقرہُ	فقرہُ	۴۱	۷	ہونےہیں	ہوتے ہیں
۱۰	۲۰	(تجدید)	(تحدید)	۴۲	۱۲	غیرمحتاہ	غیر محتاط
۱	۲۳	کہتبے ہیں	کہتے ہیں	۴۶	۱۳	جسا	جیسا
۱۴	۲۱	ہل کے	ہِل کے	۴۶	۱۴	کرتاہے	کرنا ہے
۱۸	حاشیہ	مادئی	مادّی	۴۷	۷	معنی	مسمیٰ
۱۹	۱۸	یاکہ نقرے	یا فقرے	۴۹	۱۰	نسنزہ است	منزہ است
۲۷	۲	ذریئے نہیں	ذرلیعے نہیں	۵۱	۶۰	پاوہ ندانتہ	باوہ ندانتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۲	۲۵	مقوےٰ	مقولے	۸۸	۲۱	مں	میں
۵۵	۲۰	روش	رؤس	۸۹	۲۲	مقاہیم	مفاہیم
۵۸	۱۷	محص	محض	۹۳	۶	کد	کہ
۶۱	۱۰	دیتےہیں	دیتے ہیں	۱۰۰	۶	ہوکی	ہوگی
۶۶	۲۴	میںسے	جس سے	۱۰۰	۱۶	مرلع	مربع
۶۵	۱۵	اوہ دوبارہ	وہ دوبارہ	۱۰۲	۱	پری	پڑی
۷۰	۱۵	جینے	جسنے	۱۰۴	۱۱	ریڈانیڈمرل	ریڈ ایڈمرل
۷۱	۱	حقاق	حقائق	۱۰۵	۱۶	تقسم	تقسیم
۷۲	۱۲	مکان چلہ کے	مکان، چلہ کے	۱۰۸	۱۲	وڈھیرنیا	ورٹیبریٹا
۷۳	۲۴	متے	متےٰ	۱۰۸	۲۲	اپٹیائس	سپٹائیل
۷۴	۱۳	ہوسیایاجوہر	"ہوسیا" جوہر	۱۰۸	۲۲	محال	ممال
۷۵	۴	فرنوریوس	فرفوریوس	۱۱۲	۲	ارتفائی	ارتقائی
۷۵	۴	ایسافوجی	ایساغوجی	۱۱۲	۶	سئیت	مشیت
۷۵	۲۵	لاطینی زبان	لاطینی زبان	۱۱۲	۶	ہومو	ہوبہو
۷۶	۱۹	ٹھری	ٹھہری	۱۱۲	۱۹	اپنےمذہب	اہل مذہب
۷۶	۱۹	غرص	غرض	۱۱۴	۱۹	امی	الٰہی
۷۹	۲۰	(تلاش حکمت	(تلاش حکمت)	۱۱۵	۱۷	کہنے ہیں	کہتے ہیں
۸۰	۱۰	جن کے ذریعہ	جس کے ذریعہ	۱۲۲	۲۴	اس	توان
۸۱	۳	بہیت	بہت	۱۲۴	۱۳	ۓ ـــ ح	ء ـــ ح
۸۲	۲۲	محاورہ	محاورہ	۱۲۵	۱۳	کرلئی	کرلیئے
۸۳	۲۳	غورکیاجائے	غورکیاجائے	۱۲۵	۱۸	تخیل	تخئیل
۸۴	۲۳	دوسڑہی	دوسرا بھی	۱۲۶	۱۷	توہمًا تخیل	(توہمًا) تخئیل
۸۶	۱۸	موصوع	موضوع	۱۲۶	۲۵	تجدید	تحدید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۱۸	حیومطریہ	جیومطریہ	۱۶۳	۱۶	نقسیم	تقسیم
۱۲۸	۲۳	(قطع تناقص)	(قطع ناقص)	۱۶۳	۲۴	تقیم	تقسیم
۱۲۹	۶	ماو	مار	۱۶۲	۲۴	خاص ہے	خاص کسے
۱۲۹	۱۹	ترنیح	ترجیح	۱۶۸	۶	نخشمیط	بخشمیط
۱۲۹	۲۱	تساوی	متساوی	۱۶۰	۱۱	غیرحسمانی	غیرجسمانی
۱۳۰	۲۱	بالفاظ دیکر	بالفاظ دیگر	۱۶۱	۲۴	حاہئیے	چاہیئے
۱۳۲	۶	ماوالملک	مارالملک	۱۶۴	۱۱	پتا	پتّا
۱۳۲	۲۰	مارالملک	ماوالملک	۱۶۴	۱۶	تتلاً	تمثلاً
۱۳۳	۱۴	اور بہ ضمناً	اور ضمناً	۱۶۴	۱۸	حیومطریہ	جیومطریہ
۱۳۴	۱۹	منرل	منزل	۱۸۵	۸	ھصل	فصل
۱۳۸	۱۶	جتی	جتنی	۲۰۰	۲۵	اودلسوس	اودلیبوس
۱۴۵	۱۰	یں	میں	۲۰۴	۱۵	مھہوم	مفہوم
۱۴۶	۸	بہ نسب	بہ نسبت	۲۱۰	۴	لقریر	تقریر
۱۴۹	۴	مجھنے	سمجھنے	۲۱۸	۲۱	ھیں اور فاطیغوریاس	ہیں اور قاطیغوریاس
۱۵۰	۱	تصریف	تعریف	۲۱۹	۲۲	گوتیا	گوتّیا
۱۵۲	۲۵	نرید	مزید	۲۱۹	۲۲	موستی	موسیقی
۱۵۳	۲۱	جس	جنس	۲۲۴	۱۲	متساوحی الزوایا	متساوی الزوایا
۱۵۳	۲۳	التفعات	التفات	۲۲۵	۱۵	محض کمتی	محض کمی
۱۵۳	۲۱	لوع	نوع	۲۲۶	۱	کمتی	کمیّ
۱۵۵	۱	ٹوئیڈ	ٹوڈ	۲۲۸	۲۵	بویڈلے	بریڈلے
۱۶۰	۱۳	جھلاری	جھلاری	۲۳۰	۲۱	کلبوپطرہ	کلیوپطرہ
۱۶۰	۲۶	غیر جھلا—	غیر جھلارے	۲۳۰	۲۱	سمراس	سمیرامس
۱۶۱	۲۴	(ارضی ذخیرۂ اسما	(ارضی ذخیرۂ اشجار)	۲۳۰	۲۱	اینزایتھ	الیزابتھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۲	۲۳	وغیر	وغیرہ	۲۹۸	۳	تضاء	تضاد
۲۳۴	۱۶	ہوتی	ہوتیں	۲۹۹	۲۱	سجا	سچا
۲۳۶	۹	جن	جس	۲۹۹	۲۲	سچا ابت	سچا ثابت
۲۴۰	۱۳	دنیا	دیتا	۳۰۲	۵	تعارص	تعارض
۲۴۲	۲۱	طیبیس	طیبیٹس	۳۰۲	۷	مقردص	مفروض
۲۴۲	۲۲	بٹیریس	طائیریس	۳۰۲	۱۱	چن	جن
۲۴۳	۲۱	مانعۃ الجمع	مانعۃ الجمع	۳۰۶	۲	جاننا	جانتا
۲۴۵	۱۹	بحث	بحث	۳۰۶	۳	تساوی الساقین	تساوی الساقین
۲۴۶	۲۱	نہ جزو	نہ جزو	۳۰۷	۱	جزئیدیں	جزئیہ
۲۵۴	۴	منجتی	منجنی	۳۰۹	۱۳	پول چال	بول چال
۲۵۴	۱۳	برہانی	برہانی	۳۱۲	۱۹	قیبمت	قیمت
۲۵۴	۱۹	منحنی	منحنی	۳۱۲	۲۴	انترائی	انتزاعی
۲۵۶	۲۲	تعین	تیقن	۳۱۸	۱۱	ہیں	نہیں
۲۶۰	۶	ہیں سے جنہیں	ہیں جن پر	۳۲۰	۱۳	نفض	نقض
۲۶۶	۸	شامل ل ہے	شامل ہے	۳۲۱	۱۶	غبر۔ ا	غیر۔ ا
۲۸۵	۲۳	تصیے	قضیئے	۳۲۲	۲۴	کہاگیا کہ	کہاگیا ہے کہ
۲۸۹	۲۵	کل وہے	کل رہے	۳۲۵	۲۱	کولی	کوئی
۲۹۰	۲۳	موستی	موسیقی	۳۲۹	۲۵	جانیں	جائیں
۲۹۱	۱۹	میں	ہیں	۳۳۱	۱۶	اسٹنرہیزی	اسٹرابیری
۲۹۳	۸	الطباق	اطلاق	۳۳۸	۴	تنظریۂ	نظریۂ
۲۹۴	۲۰	ومیں	وہیں	۳۳۸	۲۵	علامتں	علامتیں
۲۹۵	۲	وہم جبرالے غیر النھایۃ	وہلم جراً الیٰ غیر النہایۃ	۳۴۰	۲	جانیں	جائیں
۲۹۶	۱۶	مفطقیہ	منطقیہ	۳۴۰	۱۶	منھانب	منجانب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴۱	۱	ہونی ہیں	ہوتی ہیں
۳۴۶	۱۱	موصوع	موضوع
۳۴۷	۲۴	توجہات	توجیہات
۳۴۸	۱۸	قطو	قطعی
۳۵۴	۱۴	کانونسٹ	کانونسٹ
۳۵۷	۲۲	مترحم	مترجم
۳۶۱	۱۷	یتیجے	نتیجے
۳۶۴	۱۴	پرلیبٹرین	پریسبٹیرین
۳۶۶	۱۱	دوتوں	دونوں
۳۸۶	۱	ترتیپ	ترتیب
۳۸۷	۷	نسیط	بسیط
۳۹۴	۵	تھی	بھی
۳۹۷	۲۵	اسم	اسم
۳۹۹	۱۰	جن	جن
۳۹۹	۲۲	استحصاب	استصحاب
۴۰۸	۲۵	علاتم	علائم
۴۰۹	۸	(کنۂ حقیقت)	(کنۂ حقیقت)
۴۱۰	۱۴	مقدنول	مقدموں
۴۱۴	۲	نتیخہ	نتیجہ
۴۱۴	۵	حتی گلاب	حقیقی گلاب
۴۱۴	۲	لو	تو
۴۱۶	۹	کر	مگر
۴۱۷	۱۱	تناقص	تناقض
۴۲۲	۵	بذیعہ	بذریعہ
۴۲۲	۲۰	قبے	قضیے
۴۲۵	۱	کاروئل	کارڈنل
۴۳۲	۱۴	بتاسے	بتاتے
۴۳۶	۲۳	قدرو قمت	قدرو قیمت
۴۴۳	۲۱	امزب	اضرب
۴۴۵	۱۳	کزنا	کرنا
۴۵۰	۲۴	اذا وحدالشرط	اذا وجدالشرط
۴۵۲	۱۵	جتی	جتنی
۴۵۳	۲۵	مرف	تعرف
۴۵۶	۵	مماست	ممارست
۴۵۸	۵	سیڈیہ	میڈیہ
۴۵۸	۲۰	عرض	مرض
۴۵۸	۲۵	بیرٔن میدیہ	ہیرائن سیڈیہ
۴۶۱	۲۱	کوکلین	گوگلین
۴۶۲	۱۰	کردے گسے	کردئیے گئے
۴۶۵	۵	تعارض ڈاملیہ	تعارض ڈائلیمہ
۴۸۶	۴	تیرھویں	تیرھویں
۴۸۶	۶	دائراۃ سم	دائرۃ العلم
۴۸۸	۲۵	طوسیقی	طوبیقی

تمت